تاریخِ اسلام - I

(عہدِ رسالت ﷺ وخلفائے راشدین)

کوڈ نمبر: 1903

یونٹ: 1 تا 9

شعبہ مطالعات بین المذاہب
کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

تاریخ اسلام-I

(عہدِ رسالت حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ
واصحابہ وسلّم وخلفائے راشدین)

برائے بی ایس علوم اسلامیہ

کوڈ نمبر: 1903

یونٹ: 1 تا 9

مرتب

ڈاکٹر محمد سجاد

چیئرمین/ایسوسی ایٹ پروفیسر

شعبہ مطالعات بین المذاہب

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

اشاعت کا سال	________	2021ء
تعداد اشاعت	________	1000
قیمت	________	
نگران طباعت	________	ڈاکٹر سرمد اقبال
طابع	________	AIOU پرنٹنگ پریس، اسلام آباد
ناشر	________	علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس ٹیم

چیئرمین: .... پروفیسر ڈاکٹر محی الدین ہاشمی

ڈین/ چیئرمین شعبہ فکر اسلامی، تاریخ وثقافت

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

مؤلف: .... ڈاکٹر محمد سجاد

چیئرمین شعبہ مطالعات بین المذاہب

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

نظر ثانی: .... پروفیسر ڈاکٹر محی الدین ہاشمی

چیئرمین شعبہ فکر اسلامی، تاریخ وثقافت

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر خان خاکوانی

سابق چیئرمین شعبہ فکر اسلامی، تاریخ وثقافت

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ڈاکٹر احمد رضا

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فکر اسلامی، تاریخ وثقافت

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس رابطہ کار: ....ڈاکٹر محمد سجاد

چیئرمین شعبہ مطالعات بین المذاہب

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

تدوین: .... عنبرین اعجاز

پروف ریڈنگ:................................. عبدالمجید/ اظہر عباس

فہرست مضامین

پیش لفظ vi

حرف آغاز vii

کورس کا تعارف ix

کورس کے مقاصد xii

یونٹ نمبر1 حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی بعثت سے قبل دنیا کے سیاسی، معاشرتی اور مذہبی حالات 01

یونٹ نمبر2 مطالعہ سیرت حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی ضرورت واہمیت 25

یونٹ نمبر3 حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی مکی ومدنی زندگی 87

یونٹ نمبر4 حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے اخلاق کریمانہ 135

یونٹ نمبر5 حضرت ابوبکرؓ صدیق سیرت، خلافت اور کارنامے 161

یونٹ نمبر6 حضرت عمر فاروقؓ سیرت، خلافت اور کارنامے 195

یونٹ نمبر7 حضرت عثمان غنیؓ سیرت، خلافت اور کارنامے 231

یونٹ نمبر8 حضرت علیؓ مرتضیٰ سیرت، خلافت اور کارنامے 249

یونٹ نمبر9 خلافت راشدہ کا نظام حکومت، دینی اور تعلیمی خدمات 267

پیش لفظ

تاریخ اسلام کا آغاز پہلے نبی اور رسول کی آمد سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ انبیاء اور رسل کے خاتم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی تشریف آوری سے اللہ تعالیٰ اپنی ہدایت کی تکمیل فرماتا ہے اور اپنے دین کو مکمل فرما دیتا ہے۔ رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی سیرت سے لے کر آج تک کے جدید واقعات جن کا تعلق اسلام اور اہل ایمان سے ہے یہ سب تاریخ اسلام و مسلمین سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا مطالعہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، قرآن حکیم نے سابقہ اقوام کی تاریخ بیان کرتے ہوئے جو مقاصد واضح کئے ہیں ان میں بنیادی مقصد عبرت و نصیحت ہے اور تاریخ اسلام کا بھی بنیادی مقصد یہی ہے کہ ماضی کے واقعات سے انسان خود اپنے سماج اور معاشرہ کو سنوارے، اپنے شاندار ماضی، علمی ورثہ اور عظیم فکری و علمی تراث کو پیش نظر رکھے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی کمزوریوں، کوتاہیوں اور لغزشوں کا بھی تحلیل و تجزیہ کریں تا کہ اس کا مستقبل شاندار ہو۔

زیر نظر کورس تاریخ اسلام -I، بی ایس علوم اسلامیہ کا کورس ہے، جسے شعبہ مطالعات بین المذاہب کے چیئر مین نے مرتب کیا ہے۔ میں اس موقع پر کلیہ عربی و علوم اسلامیہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے نصاب کو ازسرنو ترتیب دیا ہے، ہماری کوشش ہے کہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کتب پر نظر ثانی ہو اور نصاب کو جدید عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے۔

ان شاء اللہ اس پر کام بڑی تیزی کے ساتھ جاری ہے۔ زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی کڑی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں علم کے نور سے منور فرمائے اور اس نور کو دوسروں تک پہنچانے کی توفیق اور صلاحیت عطا فرمائے (آمین)۔

پروفیسر ڈاکٹر ضیاء القیوم
وائس چانسلر
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

حرف آغاز

تاریخ علوم میں مسلمانوں کوتمام اقوام عالم پر برتری حاصل ہے، مسلمانوں نے جن علوم کوایجاد کیایا جن کوجدید تحقیقی بنیادیں عطا کیں، ان کی ایک طویل فہرست ہے مثلاً علم تفسیر، علم حدیث، علم اصول حدیث، علم الفقہ، علم اصول فقہ، علم الکلام، علم فلکیات، علم ارضیات، علم الہیات، علم الادیان وغیرہ۔ ان تمام علوم کی بنیادیں رکھنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں نے علم تاریخ میں جوعظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے وہ اس کے اندر نئے تحقیقی اصولوں کورواج دینا ہے۔ جن سے مسلمانوں سے ماقبل قومیں یہودی، عیسائی، مجوسی، ہندو، بدھ وغیرہ تو قطعاً نابلد تھیں لیکن یہ امر باعث حیرت ہے کہ ان تحقیقی اصولوں کی آج بھی یورپی اقوام دور حاضر میں مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ مسلمانوں نے تاریخ کی مخصوص بنیاد رکھ کرتمام دنیا کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ جس کی مثال دورقدیم یا دورجدید میں کسی سطح پر بھی موجودنہیں۔

مسلمانوں کے ان تاریخی تحقیقی اصولوں سے قبل دنیا میں اقوام کی تاریخ رطب و یابس، افسانوی اور دیومالائی کہانیوں کا مجموعہ تھی۔ اس حقیقت کو دورجدید کے تمام مصنفین چاہے ان کا تعلق کسی مذہب یا مکتب سے ہو اب تک تسلیم کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے مقابلے میں کوئی قوم اپنی سابقہ تاریخ کی حقانیت اور سچائی کی دعویدار نہیں اس کا اقرار خود دور جدید کے یورپی مورخین مثلاً گبن، ہٹی، لیبان، وغیرہ اور پنڈت جواہر لال نہرو نے برملا کیا ہے۔

مسلمانوں نے علم تاریخ کی تجدید کرنے کے ساتھ ساتھ اس علم کی مختلف اقسام کوبھی رواج دیا ہے۔ مثلاً حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم، سیرت صحابہؓ، سیرت خلفائے راشدینؓ، تاریخ الملوک، تاریخ الامم، تاریخ العلوم، تاریخ انساب، تاریخ کتب، تاریخ وزراء، شخصیات واعلام اور وضیات کی تاریخ اور اس کے علاوہ متعدد اقسام پائی جاتی ہیں۔ اس قسم کی تمام اقسام ہمیں دورجدید میں بھی یورپ یا دنیا کے کسی خطے میں نہیں ملتیں اور یہ بات مسلمانوں کی علمی برتری پر دورجدید میں بھی واضح دلالت کرتی ہے۔

زیرنظر کورس تاریخ اسلام-I بی ایس علوم اسلامیہ کے طلبہ وطالبات کے لئے پیش کیا جا رہا ہے اس کورس میں ایک طالب علم کے لئے یہ کوشش کی گئی ہے کہ وہ تاریخ اسلام کے سنہری دور اور اس سے قبل کے حالات سے بھی آگاہی حاصل کرلے۔ ایک طالب علم تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے کے بعد اس حقیقت سے آگاہ ہوجاتا ہے کہ مسلمانوں نے ایک ہزار سال تک دنیا پر اس طریقے سے حکمرانی کی ہے کہ آج بھی اس کی مثال دورحاضر کے مقتدر طبقے کیلئے ایک بہترین سبق ہے۔ اور اگر دنیا امن کی طرف گامزن ہونا چاہتی ہے تو اسے دوبارہ مسلمانوں کی فکری، علمی وسیاسی برتری کوتسلیم کرنا پڑیگا۔

زیرِنظر کورس میں سیرت طیبہ اور سیرت خلفائے راشدین سے متعلق مواد جمع کیا گیا ہے جو کہ ایک موثر تعارف جو طالب علم کی رہنمائی کیلئے کافی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ بی ایس اسلامیات کی سطح پر اس کورس کو متعارف کرانے کا مقصد ایک طالب علم کو تاریخ اسلام کی حقیقت سے آگاہ کرنا ہوتا ہے اور اگر طالب علم اس میں مزید دلچسپی لینا چاہیے تو اس کیلئے ایم فل اور ڈاکٹریٹ کی سطح پر اس علم میں مزید تعلیم کے حصول کے مواقع موجود رہتے ہیں اور اس سطح پر علم تاریخ میں اپنی علمی تشنگی کو سیراب کرسکتا ہے۔

اس کورس کی تیاری میں محترم وائس چانسلر جناب پروفیسر ڈاکٹر ضیاء القیوم صاحب اور اپنے رفقاء کار محترم ڈاکٹر محمد سجاد اور ڈاکٹر احمد رضا اور سابق چیئرمین شعبہ فکر اسلامی پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر خان خاکوانی صاحب کی شبانہ روز کوششوں کی داد دیئے بغیر بھی نہیں رہ سکتا کہ ان کی کوششوں نے اس خواب کو حقیقت کا روپ بخشا۔

میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور اس کورس کو طلبہ و طالبات اور اہل علم طبقہ کیلئے خیر کثیر کا باعث بنائے۔ (آمین)

پروفیسر ڈاکٹر محی الدین ہاشمی
ڈین، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس کا تعارف

مطالعہ تاریخ اسلام-I کا کورس بی ایس اسلامیہ کے طلبہ کیلئے پیش کیا جا رہا ہے، علم تاریخ اصطلاحاً اس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعے امراء، فاتحین، علماء، اولیاء، مصلحین اور مشہور شخصیات کے حالات اور ازمنہ رفتہ کے عظیم الشان واقعات تک رسائی حاصل ہو سکے۔ نیز اقوام سابقہ کی معاشرت، اخلاق اور تہذیب و تمدن وغیرہ سے واقف ہونے کا ذریعہ بن سکے۔

تاریخ کے ذریعے ہم اپنے اسلاف کے احوال اور کارہائے نمایاں سے واقف ہوتے ہیں اور ہمارے دلوں میں ان کیلئے عقیدت اور ارادت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ تاریخ کا مطالعہ حوصلے کو بلند کرتا ہے۔ نیکیوں کی ترغیب دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے بوجھل دل ہلکے ہوتے ہیں، قوت فیصلہ بڑھتی ہے، صبر و استقلال کی صفات پیدا ہوتی ہیں۔ اور دل و دماغ میں ہر وقت تازگی کی کیفیت موجود رہتی ہے۔ علم تاریخ ہزاروں واعظوں کا ایک واعظ اور عبرت آموزی کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ تاریخی مطالعہ کے ذریعہ انسان ہر وقت اپنے آپ کو حکام، فاتحین، مصلحین، حکماء اور علما کی مجلس میں پاتا ہے اور ان تمام شخصیات کے علم و عمل سے استفادہ کرتا ہے۔ تاریخ کا مطالعہ گونا گوں فوائد کا مجموعہ ہونے کے علاوہ نہایت دلچسپ اور دلکش بھی ہے۔

دنیا کی تمام اقوام میں صرف مسلمان ہی ایک ایسی قوم ہے جس کی تاریخ شروع سے لے کر آخر تک محفوظ و موجود ہے۔ مسلمان مورخین نے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلّم کے عہد مبارک سے لے کر آج تک مسلمانوں پر گزرنے والے حالات و واقعات کو قلم بند کرنے اور بذریعہ تحریر محفوظ کرنے میں مطلق کوتاہی اور غفلت سے کام نہیں لیا۔ مسلمان کو بجا طور پر فخر ہے کہ وہ اسلام کی مکمل تاریخ ہم عصر مورخین اور عینی شاہدوں کے بیان سے مرتب کر سکتے ہیں اور پھر ان مورخین اور با اعتماد راویوں کے بیانات میں تواتر کا درجہ بھی دکھا سکتے ہیں، غرضیکہ مسلمان ہی ایک ایسی قوم ہے جو اپنی مستند اور مکمل تاریخ رکھتی ہے۔

تاریخ اسلام پندرہ صدیوں کے واقعات، حادثات، نشیب و فراز اور احوال و حالات پر مشتمل ہے، اس حوالہ سے مسلمان مورخین نے بہت کچھ لکھا ہے۔ ابن جریر طبری، مسعودی، ابن اثیر، یعقوبی، ابن خلدون، ابن کثیر اور ابن خلکان اس فن کے مشہور نام ہیں۔ اس وسیع و عریض تاریخی مواد کے مطالعہ کیلئے بھرپور توجہ اور طویل وقت کی ضرورت ہے۔ اس کورس میں کوشش کی گئی ہے کہ تاریخ اسلام کے ان پہلوؤں کو متعارف کرایا جائے، جن کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور طلبہ کو اتنا مطالعہ کرا دیا جائے جس کی بنیاد پر انہیں اس موضوع کے ساتھ مناسبت اور دلچسپی پیدا ہو جائے۔

تاریخ اسلام-I کورس میں تین ادوار کو شامل کیا گیا ہے۔

1۔ اسلام سے قبل دنیا کی حالت حیات طیبہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم ،خلافت راشدہ

2۔ حیات طیبہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم

3۔ خلافت راشدہ

کورس کا پہلا یونٹ ''اسلام سے قبل دنیا کی حالت'' پر مشتمل ہے، دوسرے تیسرے اور چوتھے یونٹ میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی حیات طیبہ پر بحث کی گئی ہے۔ پانچواں یونٹ سیدنا ابوبکرؓ کی حیات مبارکہ کے دوران رونما ہونیوالے واقعات سے متعلق ہے۔ چھٹے یونٹ میں سیدنا عمرؓ فاروق کے دور کی فتوحات اور اصلاحات واقدامات کا تذکرہ ہے۔ ساتویں یونٹ میں سیدنا عثمان غنیؓ کے دور پر مبنی واقعات شامل ہیں اور آٹھویں یونٹ میں سیدنا علیؓ کی خلافت کے دوران پیش آمدہ واقعات سے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔نویں یونٹ میں عہد خلافت راشدہ کے نظام اور اداروں وخدمات کا مجموعی تعارف کروایا گیا ہے۔اس کورس کی بنیاد جن کتابوں پر رکھی گئی ہے، ان کے نام ذیل میں دیئے جا رہے ہیں۔طلبہ کو چاہیے کہ ان کتابوں کا مطالعہ، اس کتاب میں دی گئی ترتیب کے مطابق کریں۔

1۔	السیرۃ النبویہؐ	عبدالملک ابن ہشام
2۔	سیرت النبی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم	علامہ شبلی نعمانی، علامہ سید سلیمان ندوی
3۔	رحمتہ للعالمینؐ	قاضی سلیمان منصور پوری
4۔	نبی رحمتؐ	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
5۔	تاریخ اسلام	شاہ معین الدین احمد ندوی
6۔	تاریخ اسلام	اکبر شاہ خان نجیب آبادی
7۔	تاریخ الخلفاء (اردو ترجمہ)	علامہ جلال الدین سیوطی
8۔	الفاروق	علامہ شبلی نعمانی
9۔	تاریخ ملت	مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی
10۔	ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ	ثروت صولت

اس کتاب کا فائدہ یہ ہے کہ طالب علم کے سامنے اہم نکات، یونٹ کے اغراض ومقاصد اور یونٹ کے درسی مواد کا

خلاصہ آجائے (اور وہ با آسانی سمجھ سکے کہ دوران مطالعہ اس نے کن کن گوشوں پر زیادہ توجہ دینی ہے)۔ہمیں امید ہے کہ طلبہ اس کورس کو پوری توجہ، دلچسپی اور دلجمعی کے ساتھ پڑھیں گے اور نہ صرف یہ کہ خود اس سے مستفید ہونگے بلکہ اپنے احباب اور عزیز واقارب کو بھی اس مطالعہ میں شریک کرینگے،اس کورس میں تیاری کے لئے راقم پروفیسر ڈاکٹر محی الدین ہاشمی، ڈین و چیئرمین شعبہ فکر اسلامی اور پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر خان خاکوانی،سابق چیئرمین شعبہ فکر اسلامی اور ڈاکٹر احمد رضا سعیدی کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

کورس رابطہ کار

ڈاکٹر محمد سجاد

چیئرمین/ایسوسی ایٹ پروفیسر

شعبہ مطالعات بین المذاہب

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس کے مقاصد

امید ہے اس کورس سے متعلق درسی مواد کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ!

1۔ قبل از بعثت دنیا اور اہل عرب کے حالات و تاریخ سے واقف ہو سکیں۔

2۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہٖ وسلّم کی حیات طیبہ کے مختلف گوشوں کا مطالعہ کر سکیں۔

3۔ مطالعہ سیرت کی اہمیت کی اہم جہات کو جان سکیں۔

4۔ سیدنا ابوبکرؓ صدیق کے عہد خلافت میں جو واقعات رونما ہوئے ان پر روشنی ڈال سکیں۔

5۔ سیدنا عمرؓ فاروق نے اپنے دور میں جو اصلاحات اور اقدامات کئے ان پر بحث کر سکیں۔

6۔ سیدنا عثمان غنیؓ کے عہد خلافت اور آپ کی شہادت پر تبصرہ کر سکیں۔

7۔ سیدنا علی مرتضیٰؓ کے دور خلافت میں جنگ جمل اور جنگ صفین کے حوالے سے واقعات کا تجزیہ کر سکیں۔

8۔ خلفائے راشدین کے نظام حکومت کا جائزہ لے سکیں۔

یونٹ نمبر 1

حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی بعثت سے قبل دنیا کے سیاسی، معاشرتی، اور مذہبی حالات

تالیف: ڈاکٹر محمد سجاد
نظر ثانی: پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر خان خاکوانی

فہرست عنوانات

یونٹ کا تعارف 4

یونٹ کے مقاصد 5

(الف) قبل از بعثت دنیا کی صورت حال

1۔ قبل از بعثت دنیا کی سیاسی حالت 6

1.1 سلطنت روم کی سیاسی حالت 6

1.2 سلطنت ایران کی سیاسی حالت 7

1.3 ہندوستان کی سیاسی حالت 8

1.4 چین کی سیاسی حالت 8

2۔ قبل از بعثت نبویؐ دنیا کی معاشرتی واخلاقی حالت 9

3۔ قبل از بعثت نبویؐ دنیا کی مذہبی حالت 11

3.1 زرتشت 11

3.2 عیسائیت 11

3.3 ہندومت 12

3.4 یہودیت 13

خودآزمائی نمبر1 13

(ب) قبل از بعثت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم عربوں کے حالات 14

عربوں کا سیاسی نظام 14

4۔ قبل از بعثت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم عرب کی معاشرتی حالت 16

	4.1	مشترکہ سماجی خصائص	17
	4.2	معاشرتی برائیاں	17
5۔		عربوں کی مذہبی حالت	19
	5.1	ملحدین	19
	5.2	مشرکین (بت پرست)	19
	5.3	مجوس	20
	5.4	صابی	20
	5.5	حنیف	20
	5.6	یہود	20
	5.7	عیسائی	21
		خود آزمائی نمبر 2	21
6۔		کتب برائے مطالعہ	22
7۔		حواشی وحوالہ جات	23

یونٹ کا تعارف

بعثت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم سے قبل پوری انسانیت تاریکی وظلمت میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اللہ تعالی نے انبیاء کرام کے ذریعے جو تعلیمات انسانیت کی بہتری اور فلاح کے لیے عطا فرمائیں تھیں ان کو فراموش کر دیا گیا تھا۔ اب فقط تحریفات پر مبنی مذاہب، یہودیت و مسیحت وغیرہ پائے جاتے تھے، جنھوں نے الہامی کتابوں میں تحریف کر دی تھی اور ہدایت الٰہی کی جگہ اپنے من پسند عقائد و نظریات کو شامل کر دیا تھا۔ اور ان مذاہب میں کئی فرقے اور مسالک پیدا ہو گئے تھے۔ یہی صورتحال دیگر مذاہب مثلاً مجوسیت، ہندومت، بدھ مت، جین مت، کنفیوشس ازم وغیرہ کی تھی۔

سیاسی اعتبار سے بھی دنیا کی حالت ابتر تھی۔ اس زمانہ میں دنیا میں دو بڑی سلطنتیں روم اور ایران تھیں، باقی ممالک تقریباً انہیں دو کے زیر اثر تھے، ان دونوں سلطنتوں میں آپس میں اکثر لڑائیاں رہتی تھیں، اس لئے رومی اور ایرانی اقتدار زوال پذیر تھا۔ سلطنت روما جس کی بنیاد عیسائیت پر رکھی گئی تھی۔ آپس کے فتنوں اور فرقہ ورانہ آویزشوں سے دوچار تھی۔ جبکہ ایرانیوں کے ساتھ بھی خانہ جنگیوں میں مصروف تھی۔ عام عیسائی معاشرہ تجرد اور رہبانیت میں مبتلا تھا۔ ایران میں مزدکی عقائد و نظریات نے اباحیت پسندی کی وجہ سے پورے ایرانی معاشرہ کو اخلاقی گراوٹ میں مبتلا کر دیا تھا۔ جبکہ ہندوستان میں انسانی معاشرہ طبقہ واریت، نسلی تعصب اور مذہبی لحاظ سے ضلالت و گمراہی کی پستی میں مبتلا تھا۔

جزیرۃ العرب کی حالت بھی دگرگوں تھی۔ قبائل عرب میں بت پرستی عام تھی۔ قریش مکہ جو کہ اپنے آپ کو ملت ابراہیمی کے نمائندہ شمار کرتے تھے، شعار ابراہیمی سے بہت دور ہو گئے تھے۔ ان میں شرک اور بت پرستی جیسی برائیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ معاشرتی و تمدنی لحاظ سے ان کے اندر کئی اخلاقی برائیاں، مثلاً، زناکاری، سودخوری، ڈاکہ زنی، شراب نوشی، قتل و غارت اور کئی دیگر سماجی برائیاں پیدا ہو گئیں تھیں۔

الغرض، ظہور اسلام کے وقت سرزمین عرب جس طرح تمدنی، مذہبی، معاشی اور معاشرتی اعتبار سے **ظهر الفساد فی البر و البحر** کی تفسیر تھی اسی طرح سیاسی لحاظ سے بھی وہاں **ظلمات بعضها فوق بعض** کا مکمل ظہور تھا۔ ایسے میں اللہ تعالی نے اپنی مخلوق پر احسان فرمایا اور اپنے پیارے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول اور خاتم النبیین بنا کر بھیجا۔ آپ نے اس ظلمت کدہ جہاں کو نور ہدایت سے منور کر دیا۔

اس یونٹ میں حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی بعثت سے قبل کے دنیا کے سیاسی و معاشرتی و مذہبی حالات کا مطالعہ کیا جائے گا۔

یونٹ کے مقاصد

امید ہے کہ اس یونٹ کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

1۔ بعثت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے قبل دنیا کی سیاسی حالات سے آگاہ ہوسکیں۔

2۔ بعثت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے قبل دنیا کی معاشرتی حالت جان سکیں۔

3۔ بعثت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے قبل دنیا کے مذہبی حالات سے آگاہی حاصل کرسکیں۔

4۔ بعثت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے قبل عربوں کے مذہبی و معاشرتی حالات جان سکیں۔

5۔ قبل از بعثت دنیا کی عمومی صورت حال سے آگاہ ہو جائیں گے۔

1۔ بعثت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے قبل دنیا کی سیاسی حالت

بعثت نبوی سے قبل سیاسی اعتبار سے چھٹی صدی عیسوی، میں دنیا کی سیاسی حالت بہت ابتر تھی۔ آمریت اور مطلق العنانی بالکل عام تھی۔ مختلف علاقوں اور ملکوں میں مخصوص خاندان، سلاطین اور چھوٹے چھوٹے گروہ حکمرانی کر رہے تھے۔ عدل وانصاف کے بجائے ظلم و جبر، فتنہ وفساد عام تھا۔ حکمرانی کی غرض وغایت عوام کی خوشحالی اور فلاح و بہبود نہ تھی۔ بلکہ مقصود ستم ڈھانا اوران کی کمائی سے سامانِ عیش فراہم کرنا تھا۔ پوری دنیا میں ان ہی ''اصولوں'' کا دور دورہ تھا اوراس کے نتیجہ میں ایران وروم، چین و ہندوستان اور دوسری حکومتوں کا سیاسی نقشہ بگڑ چکا تھا۔ خانہ جنگیوں کا سلسلہ روز افزوں تھا۔ ذیل میں ہم اس دور کی سیاسی صورت حال کا جائزہ لیتے ہیں۔

1.1 سلطنت روم کی سیاسی حالت

روم کی سلطنت 335ء میں دوحصوں میں تقسیم ہوگئی تھی، ایک مشرقی اور دوسرا مغربی ۔مشرقی حصہ کا بادشاہ قسطنطینِ اعظم تھا جس کے مرنے (337ء) کے بعد وہاں سیاسی خانہ جنگیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔

اعیان سلطنت میں گروہ بندیاں قائم ہوگئیں اور باہمی نفاق اور فتنہ وفساد کا بازار گرم ہوگیا۔ بالآخر سلطنت روم مختلف صوبوں میں تقسیم ہو کر مختلف دعویداران سلطنت کے حصہ میں آئی نا اہل فرمانرواؤں کی کمزوری دیکھ کر ایک طرف گوتھ ونڈال وغیرہ بعض وحشی قوموں نے حملے شروع کئے اور دوسری طرف دور افتادہ صوبوں کی رعایا بغاوت پر آمادہ ہوگئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پانچویں صدی عیسوی کے آخر میں سلطنت روم کا مغربی بازو جو برطانیہ، فرانس وغیرہ پر مشتمل تھا بالکل کٹ گیا اور خود روم کا دارالحکومت دشمنوں کے حملوں سے محفوظ نہ رہ سکا۔(1)

سلطنت کی عدم مقبولیت کا عالم یہ تھا کہ خود رعایا حکمرانوں سے اس حدتک نفرت کرتی تھی کہ وحشی اقوام کو رومیوں پر ترجیح دیتی تھی، امراء وزراء اور سلاطین میں اتنی طاقت بھی نہیں تھی کہ عوام کی نفرت کے جذبات جب بغاوت کی شکل میں رونما ہوں تو ان کا سد باب کرسکیں غرض اندرونی بدانتظامیوں سے ملک کی یہ نوبت پہنچ گئی کہ گبن کے الفاظ میں:۔

''اگر اس وقت روم کے تمام بیرونی وحشی مخالفین فنا بھی ہو جاتے تب بھی ان کی مجموعی معدومیت بھی سلطنت کے مغربی بازو کو زوال سے نہیں بچا سکتی تھی۔''(2)

اہل روما کے زوال کا ایک اہم سبب یہ تھا کہ وہ حکمرانی کے لیے کسی خاص گروہ، جماعت کو بنیادی اصول قرار دیتے تھے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رقمطراز ہیں:۔

''وہاں رومی وطن اور رومی قومیت، بنیادی قانون کی حیثیت رکھتے تھے جب کہ دوسری قومیں اور ممالک اس قومیت کے غلام تھے۔ سلطنت روما ہر قانون اور ہر ایک کے حق کو نظر انداز کرسکتی اور ہر ایک کی عزت و ناموس کو پامال کرسکتی تھی۔ وہ ہر ظلم و ستم کو جائز سمجھتی تھی۔ رومیوں کا ہم عقیدہ اور ہم مذہب ہو کر اور حکومت کے ساتھ خلوص اور وفاداری کا اظہار کر کے بھی کوئی فرد یا قوم رومیوں کے ظلم و ستم سے نہیں بچ سکتا تھا۔ کسی قوم کو حکومتِ خود اختیاری اور اندرونی خود مختاری کا حق نہیں تھا اور نہ اس کا موقع تھا کہ اپنے ملک میں اپنے واجبی حقوق سے مستفید ہو سکے۔''(3)

الغرض چھٹی صدی عیسوی کے خاتمہ پر یعنی خاتم النبیین حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی ولادت سے دو چار سال بعد روم بقول گبن کے اپنے زوال کے پست ترین نقطہ تک پہنچ گیا تھا۔ گبن لکھتا ہے۔

''اس کی مثال بعینہٖ اس عظیم الشان درخت کی ہوگئی تھی جس کے سائے میں ایک وقت تک تمام اقوام عالم آباد تھیں مگر اب ایسی خزاں آئی کہ برگ و بار کے ساتھ ساتھ اس کی شاخیں اور ٹہنیاں بھی رخصت ہوگئی تھیں اور اب خالی تنا خشک ہو رہا تھا۔ خود پایہ تخت کے اندر غنیم کے گھس آنے کا خوف تمام آبادی پر اس طرح چھایا ہوا تھا کہ تقریباً کل کاروبار بند ہو گئے تھے وہ بازار اور تماشا گاہیں جہاں دن رات چہل پہل رہتی تھی اب ویران اور سنسان پڑی تھیں۔''(4) مذہبی فتنے بھی ان کے ہاں ناقابل بیان تھے۔ چنانچہ حضرت مسیحؑ میں خدائی طبیعت کا ہونا یا خدائی اور انسانی ہر دو طبیعتوں کا پایا جانا یا دو طبیعتوں مگر ایک مشیت کا پایا جانا وغیرہ نظریے فرقہ بندی پیدا کر رہے تھے اور ہر فرقہ انتہائی تنگ نظر تھا۔(5)

1.2 ایران کے سیاسی حالات

بعثت نبویؐ سے قبل ساسانی جاہ و جلال اب ماند پڑ گیا تھا۔ مسلسل بغاوتوں، سفاکانہ خوں ریزیوں اور سیاسی بدامنیوں سے نظام حکومت تہہ و بالا ہو چکا تھا۔ ایرانیوں کے یہاں بھی مطلق العنان بادشاہت قائم تھی جو ایرانی نظام سیاست میں بنیادی کی حیثیت رکھتی تھی۔ کیونکہ وہاں کے حکمرانوں کا دعویٰ تھا کہ

''ان کی رگوں میں خدائی خون ہے اور اہل ایران بھی انہیں اسی نظر سے دیکھتے تھے۔ گویا وہ خدا ہیں۔ ان کا اعتقاد تھا کہ ان سلاطین کی فطرت میں ایک مقدس آسمانی چیز ہے چنانچہ یہ لوگ ان کے آگے سربسجود ہوتے تھے ان کی الوہیت کے ترانے گاتے تھے اور انہیں قانون، تنقید اور بشریت سے بالاتر تصور کرتے تھے۔ بادشاہت و حکمرانی کے لیے ایک خاص گھرانہ (کیانی خاندان) معین تھا اگر اس خاندان میں سے کوئی عمر رسیدہ نہ ملتا یا تو بچہ ہی کو اپنا بادشاہ بنا لیتے، اگر کوئی مرد نہ ملتا تو عورت

کو حکمران بناتے تھے۔ چنانچہ شیرویہ کے بعد اس کے ہفت سالہ بچہ اردشیر کو شہنشاہ بنایا گیا اور خسرو پرویز کے بیٹے کو طفولیت کی حالت میں حکمراں بنایا گیا۔ اسی طرح بوران اور آرزمی دخت کو بھی تخت حکومت پر جلوہ افروز کیا گیا۔ (6)

پانچویں صدی کے اختتام سے ساتویں صدی کے شروع تک کا دور ایرانی تاریخ میں رومی سلطنت سے جنگی آویزش کی ایک طویل داستان ہے۔ اگر دونوں سلطنتوں کی سیاسی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو سوائے آپس کی جنگی آویزش کے اور کوئی نمایاں تعلقات نظر نہیں آتے۔

ایرانی حکمرانوں کی حالت یہ تھی کہ حکمراں اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لیے برسرِ اقتدار آتے ہی عموماً اپنے خاندان کے لوگوں کو قتل کر دیتے تھے تا کہ بعد میں کوئی دعویدار سلطنت نہ کھڑا ہو جائے۔ رعایا اور فوج کے لوگ جب اور جس حکمران کو چاہتے معزول یا قتل کر دیتے تھے۔ مثلاً بلاش (483ء۔487ء) اور قباد کو معزول کیا گیا جب کہ ہرمز چہارم اور خسرو پرویز (590ء۔628ء) قتل ہوئے۔ (7)

1.3 ہندوستان کی سیاسی حالت

پانچویں صدی عیسوی کے اختتام سے ساتویں صدی عیسوی کے آغاز تک کا زمانہ ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں ابتری اور گمنامی کا زمانہ شمار کیا جاتا ہے۔ اسی زمانے میں عظیم گپت خاندان کی حکومت کی بنیاد پڑی۔ پھر یہ بھی زوال کا شکار ہوئی۔ گپت سلطنت کا زوال بہت سے ناگزیر نتائج کا سبب بنا۔ صوبائی گورنروں اور جاگیردار ریاستوں نے اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا۔ پورا شمالی ہندوستان بہت سی آزاد ریاستوں میں منقسم ہو گیا۔ جو خودمختار ریاستیں گپت سلطنت کے کھنڈرات پر قائم ہوئیں ان میں سے کسی ایک کو بھی مرکزی حیثیت حاصل نہیں تھی۔ صرف وسط ہندوستان میں 9 خودمختار ریاستیں قائم تھیں۔ بنگال کئی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا۔

1.4 چین کی سیاسی حالت

ایران اور ہندوستان کی طرح چین میں بھی آمریت اور مطلق العنانیت کا دور دورہ تھا۔ بقول مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ''اہل چین اپنے بادشاہ کو ''شہنشاہ فرزند آسمان'' کہتے تھے کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ آسمان نر ہے اور زمین مادہ اور کائنات کو انہیں دونوں نے جنم دیا ہے اور شہنشاہ خشا اول زمین و آسمان کے جوڑے کی سب سے پہلی اولاد ہے۔ اسی بنا پر شاہ وقت کو قوم کا تنہا باپ تصور کیا جاتا تھا۔ اس کو حق تھا کہ جو چاہے کرے، لوگ کہا کرتے تھے کہ آپ ہی قوم کے مائی باپ ہیں۔ شہنشاہ لی یان یا تائی تسنگ جب مرا ہے تو اہل چین نے سخت ماتم کیا، کسی نے اپنے بال کاٹے اور کسی نے جنازہ سے اپنے کان مار مار کر زخمی کر لئے۔'' (8)

2۔ بعثت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے قبل دنیا کی معاشرتی واخلاقی حالت

بعثت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے قبل معاشرتی اور اخلاقی لحاظ سے دنیا کی حالت انتہائی پستی کو پہنچ گئی تھی۔ انسانی معاشرہ مختلف طبقات میں بٹ چکا تھا۔ اخلاقی امراض نے انسانی جسم کو بے جان کر دیا تھا۔ معاشرہ انسانی عیش وعشرت، حرص وہوس اور لذت نفس کی تسکین میں مبتلا ہو چکا تھا۔ معاشرہ انسانی کا ایک طبقہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا درندوں سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور تھا۔ غرض ہر طرف اجتماعی بدنظمی و انتشار اور اخلاقی تنزل وزوال برپا تھا۔

''حکمراں اور مقتدر طبقہ کی عیش پرستی اور دولت مندی نے پورے انسانی معاشرہ کو مختلف طبقوں میں تقسیم کر دیا۔ انہوں نے ساری لذتوں اور راحتوں کو اپنے لیے مخصوص کرنے کے لیے قوانین بنائے، ظلم وتشدد کیا۔ لوگوں کو حقوق سے محروم رکھا اور انہیں ذلیل وکمتر سمجھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اونچ نیچ کا فرق، طبقوں کا تفاوت اور پیشوں کی تقسیم انسانی معاشرہ اور نظام زندگی کا اٹل قانون بن گیا مثلاً ایران میں حکومت کی طرف سے عوام الناس کو ممانعت تھی کہ وہ طبقہ امراء میں سے کسی کی جائیداد کو خرید سکیں۔ سیاست ساسانی کا یہ محکم اصول تھا کہ کوئی شخص اپنے اس رتبہ سے بلند تر رتبہ کا ہرگز خواہاں نہ ہو جو اس کو پیدائشی طور پر یعنی ازروئے نسب حاصل ہے۔ کوئی شخص مجاز نہ تھا کہ سوائے اس پیشہ کے جس کے لیے خدا نے اسے پیدا کیا ہے کوئی دوسرا پیشہ اختیار کر سکے۔ شاہان ایران حکومت کا کوئی کام کسی نیچ ذات کے سپرد نہ کرتے تھے سوسائٹی میں ہر شخص کی ایک جگہ معین تھی''۔(9)

ہندوستان میں انسانوں کو مختلف طبقات میں تقسیم کیا گیا۔ منوشاستر میں چار ذاتیں بیان کی گئی ہیں۔

1) برہمن یعنی مذہبی پیشوا

2) کھشتری، لڑنے والے

3) ویش، زراعت وتجارت پیشہ اور

4) شودر، جن کا کوئی خاص پیشہ نہیں تھا جو دوسری ذاتوں کے صرف خادم تھے

ایسے قوانین وضع کئے گئے جس سے اعلی ذاتوں کی پاسداری وحمایت اور بعض پر جبر وستم مقصود تھا۔ مثلا ایسے چند قوانین درج ذیل ہیں

(الف)۔ برہمن کوکسی حالت میں خواہ وہ کتنے ہی سنگین جرائم کا مرتکب رہ چکا ہو سزائے موت نہیں دی جاسکتی۔

(ب)۔ کسی اونچی ذات کے مرد کا نیچی ذات کی عورت کے ساتھ زنا کرنا کوئی جرم نہیں۔

(ج)۔ کسی بودھ راہبہ تک کی عصمت دری کی سزا میں کچھ جرمانہ کافی ہے۔

(د)۔ اگر کوئی اچھوت ذات کا شخص کسی اعلیٰ ذات والے کو چھولے تو اس کی سزا موت ہے۔

(ہ)۔ اگر کوئی نیچی ذات والا اپنے سے اونچی ذات والے کو مارے تو اس کے اعضا کاٹ ڈالنا چاہیئے۔ اگر اسے گالی دے تو اس کی زبان کاٹ ڈالنا چاہیئے اور اگر اس کو تعلیم دینے کا دعویٰ کرے تو گرم تیل اس کے منہ میں ڈالنا چاہیے۔''(10)

3۔ بعثت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے قبل دنیا کی مذہبی حالت

بعثت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے قبل جو اہم مذاہب دنیا میں موجود تھے،ان میں سے زرتشت،عیسائیت، یہودیت، ہندومت اور بدھ مت قابل ذکر ہیں۔مجوسی مذہب ایرانیوں کا تھا جس کا دائرہ عراق سے لے کر ہندوستان کی سرحدوں تک محیط تھا۔عیسائیت رومیوں کا مذہب تھا جو یورپ، ایشیا اور افریقہ تینوں براعظموں کو گھیرے میں لئے ہوئے تھا، ہندومت ہندوستان اور اس کے گرد ونواح میں پھیلا ہوا تھا۔ بدھ مت بھی ہندوستان، چین، تبت اور جنوبی ایشیا کی اقوام کا مذہب تھا۔ یہودیت کا کہیں ٹھکانہ نہ تھا۔ یہودی مختلف علاقوں میں تھوڑے تھوڑے بکھرے ہوئے تھے۔

3.1 زرتشت

زمانہ قدیم میں ایرانی قوم مظاہر قدرت کی پوجا کرتی تھی ۔ساتویں صدی قبل مسیح میں زرتشی مذہب کا آغاز ہوا۔(11) زرتشت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کی تعلیمات عمدہ تھی بعدازاں اس کے مذہب میں تحریف کردی گئی اور یہ مجوسیت میں تبدیل ہوگیا۔

بعدازاں اس میں ایک اور مذہب ''مزدک'' پیدا ہوا،اس مذہب کی خاص تعلیم یہ تھی کہ زمین دولت اور عورت (زن۔زر۔زمین) کسی خاص شخص کی ملک نہیں بلکہ ان کو تمام جماعت میں مشترک ہونا چاہئے چنانچہ مزدکی عقائد کی رو سے ایک شخص کی بیوی ہر شخص سے ہم بستر ہوسکتی تھی۔عیش پرست اور ہوس ران دونوں نے اس مذہب کو خوشی سے قبول کیا اور بہت جلد اس مذہب کو حکمراں وقت قباد(487ء۔531ء) کی سرپرستی حاصل ہوگئی۔نتیجہ یہ ہوا کہ پورا ملک جنسی بحران میں ڈوب گیا۔مگر اہل ایران بہت جلد اس سے پریشان ہوگئے اور نوشیرواں عادل نے تخت نشین ہونے کے فوراً بعد اس مذہب کے تقریباً ایک لاکھ سے زائد پیروں کو قتل کرکے اس کا زور توڑ ڈالا۔

3.2 عیسائیت

بعثت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے قبل عیسائیت کئی فرقوں میں بٹ چکی تھی۔حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ اور روح القدس کی شخصیت اور مرتبہ کے تعین نے بیسیوں فرقے پیدا

کیئے۔ جن میں زبانی مناظروں سے گزر کر جنگ وجدال کی نوبت آ گئی تھی۔ عیسائیت میں تجرد کی زندگی اور رہبانیت بھی معروف تھی۔ ہر قسم کے آرام وآسائش سے جسم کو محروم کرکے ہر قسم کی تکلیف وعذاب میں تمام عمر مبتلا رکھنا بہترین عبادت تھی۔ کسی نے تمام عمر غسل نہ کرنے کی قسم کھالی تھی۔ کسی نے اپنے کو دلدل میں ڈال دیا تھا۔ کوئی اپنے آپ کو بوجھل زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھا کسی نے سایہ میں بیٹھنے کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔ کسی نے اپنے آپ کو اندھیری کوٹھری میں بند کرلیا تھا۔ ماں باپ، عزیز واقارب، اہل وعیال دینداری وتقویٰ شعاری کی راہ کے کانٹے تھے۔ ان سے پرہیز' بلکہ ان سے نفرت کمال تقویٰ سمجھا جاتا تھا اور اسی پر فخر کیا جاتا تھا۔''

3.3 ہندومت:

ہندوستان کی مذہبی حالت نہایت خراب وخستہ تھی۔ یہاں ہندومت، بدھ مت اور جین مت جیسے مذاہب پائے جاتے تھے۔ ان میں بت پرستی اور کثرت پرستی عام تھی۔ بدھ مت جو صدیوں سے ہندوستان کا کم وبیش سرکاری مذہب بنا ہوا تھا اب بڑی تیزی سے روبہ زوال تھا' برہمنیت کا دوبارہ مزید خرابیوں کے ساتھ احیاء ہو رہا تھا۔ جین مت کے مردہ رگوں میں تقریباً سات سوسال کے بعد دوبارہ حیاتِ نو کے آثار دکھائی دیتے تھے۔ غرض جو سرزمین کسی زمانہ میں علم وتمدن اور اخلاقی تحریکات کا مرکز تھی وہ اب مذہبی گورکھ دھندوں کا مخزن اور چوں چوں کا مربہ بن گئی تھی۔

ہندوستان کی تاریخ میں چھٹی صدی عیسوی کا زمانہ معبودوں کی کثرت کا زمانہ ہے وید میں دیوتاؤں کی تعداد 33 تھی لیکن اس زمانے میں 33 کروڑ ہوگئی تھی۔ دنیا کی ہر پسندیدہ شے ہر قوت والی چیز اور ہر ناقبل تسخیر طاقت اہل ہندوستان کے نزدیک عبادت اور پرستش کے لائق تھی۔ اسی طرح بتوں' دیوتاؤں' دیویوں کا کوئی شمار نہیں تھا۔ اور قابل پرستش اشیاء میں معدنیات وجمادات' اشجار ونباتات' پہاڑ' دریا' حیوانات' حتیٰ کہ اعضائے مخصوصہ سب ہی شامل تھے۔ اس طرح یہ قدیم مذہب افسانوی روایات اور عقائد وعبادات کا ایک دیومالا بن کر رہ گیا تھا۔ (12)

ہندوستانی معاشرہ میں بت پرستی بنیادی حیثیت رکھتی تھی۔ عوام کا مذاق اور مزاج کسی ایسے مذہب کو قبول کرنے پر تیار ہی نہیں ہوتا تھا۔ جس میں بت پرستی نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ روز افزوں بت پرستی سے متاثر ہو کر مجبوراً جین مت اور بودھ مت نے بھی بت پرستی کو اپنے مذہب کا جز قرار دیا۔ اور اپنی ترقی اور استحکام کا ذریعہ سمجھا۔ چنانچہ راجہ ہرش جس کا مذہب بدھ مت تھا اس نے باقاعدہ بت پرستی کو فروغ دیا۔ چینی سیاح جس نے (630 تا644) ہندوستان کا سفر کیا تھا۔ اس نے ہندوستان میں بت پرستی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہر شخص آزاد تھا خواہ وہ کسی مذہب کا پیرو ہو کہ وہ جس چیز کی چاہے

پرستش کرے چنانچہ کوئی وشنو کی پوجا کرتا تھا کوئی سورج کی، کوئی دیوی دیوتا کی اور جو چاہے سب کی پوجا کرے۔(13)

3.4 یہودیت:

یہودیت قدیم ترین مذہب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم میں انبیا کرامؑ کو مبعوث فرمایا تھا۔ اس کے پاس دیگر اقوام کے مقابلے میں سب سے زیادہ دینی سرمایہ موجود تھا۔ دین فہمی کی صلاحیت بھی سب سے زیادہ اسی کو حاصل تھی۔ لیکن اس نے اپنی سرکشی، غرور وتکبر سے خدا کی اس نعمت کو ہمیشہ ٹھکرایا، پیغمبروں کی تعلیمات کا مذاق اڑایا۔ خدا کی اطاعت سے منہ موڑ کر نفس کی بندگی کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان سے دنیا کی قیادت چھین لی گئی اور دردر کی ٹھوکر، غلامی اور ظلم وستم ان کا مقدر کر دیا گیا۔

چھٹی صدی عیسوی میں ان کا دنیا کے تمدن اور سیاست میں کوئی مقام نہیں تھا۔ اخلاقی اعتبار سے اتنے گر چکے تھے کہ اصلاح کی کوئی صورت ہی نہیں تھی۔ مذہب کو بالکل مسخ کر ڈالا تھا۔ قرآن میں ان کی اخلاقی اور مذہبی حالت کے ساتھ ساتھ ان کے زوال کے اسباب پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

خلاصہ یہ کہ ساتویں صدی عیسوی میں روئے زمین پر کوئی قوم ایسی نظر نہیں آتی تھی جو مزاج کے اعتبار سے صالح کہی جاسکے اور نہ ایسی کوئی سوسائٹی تھی جو شرافت اور اخلاق کی اعلیٰ قدروں کی حامل ہو، نہ ایسی کوئی حکومت تھی جس کی بنیاد عدل وانصاف اور رحم پر ہو اور نہ ایسی قیادت تھی جو علم وحکمت اپنے ساتھ رکھتی ہو اور نہ کوئی ایسا صحیح دین تھا جو انبیاءِ کرام کی طرف صحیح نسبت رکھتا ہو اور ان کی تعلیمات وخصوصیات کا حامل ہو۔ اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں کہیں کہیں عبادت گاہوں اور خانقاہوں میں اگر کبھی کبھی کچھ روشنی نظر آجاتی تھی تو اس کی حیثیت ایسی ہی تھی جیسے برسات کی اندھیری رات میں جگنو چمکتا ہے۔(14)

خود آزمائی نمبر 1:

1۔ بعثت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے قبل دنیا کی سیاسی حالات کیسے تھے؟ مفصل جائزہ لیں؟

2۔ بعثت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے قبل دنیا میں کون کون سے مذاہب پائے جاتے تھے؟

3۔ بعثت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے قبل دنیا کی سماجی حالت پر روشنی ڈالیں؟

(ب) قبل از بعثت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہِ واصحابہ وسلّم عربوں کے حالات

لفظ عرب کے لغوی معنی ہیں صحرا اور بے آب وگیاہ زمین۔ عہد قدیم سے یہ لفظ جزیرہ نما عرب اور اس میں بسنے والی قوموں پر بولا گیا ہے۔ عرب کے مغرب میں بحر احمر اور جزیرہ نمائے سینا ہے۔ مشرق میں خلیج عرب اور جنوبی عراق کا ایک بڑا حصہ ہے۔ جنوب میں بحر عرب ہے۔ جو درحقیقت بحر ہند کا پھیلاؤ ہے۔ شمال میں ملک شام اور کسی قدر شمالی عراق ہے۔ کل رقبے کا اندازہ دس لاکھ سے تیرہ لاکھ مربع میل تک کیا گیا ہے۔

مورخین نے نسلی اعتبار سے عرب اقوام کی تین قسمیں قرار دی ہیں۔

(1) عرب بائدہ۔ وہ قدیم عرب اور قومیں جو اب ناپید ہوگئیں اور ان کے بارے میں تفصیلات دستیاب نہیں۔ مثلاً: عاد۔ ثمود، طَسم، جدِیس، عَمالِقہ، وغیرہ

(2) عرب عارِبہَ۔ وہ عرب قبائل جو یعرُب بن یشجب بن قحطان کی نسل سے ہیں۔ انہیں قحطانی عرب کہا جاتا ہے۔

(3) عرب مُستَعرِبہ۔ وہ قبائل جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ انہیں عدنانی کہا جاتا ہے۔

عرب کا سیاسی نظام:

عرب کے لوگ بہت سے قبیلوں میں منقسم تھے، اور ہر قبیلہ کا سردار الگ الگ ہوتا تھا۔ یہ سردار اگرچہ بادشاہ نہیں ہوتے تھے مگر اپنے اپنے قبیلہ میں انہیں وہی رتبہ اور اختیارات حاصل ہوتے تھے جو بادشاہوں کو حاصل ہوتے ہیں۔

حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہِ واصحابہ وسلّم کی پیدائش کے وقت مکہ معظّمہ کے سردار آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب تھے۔ اس کے علاوہ روم اور ایران کی سرحدوں پر بسنے والے بعض عرب قبیلوں میں باقاعدہ ریاستیں بھی قائم تھیں، مگر ان کے رئیس روم اور ایران کے بادشاہوں کے ماتحت ہوتے تھے۔

تاریخ سے اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ اسلام سے پہلے عرب کے جزیرہ نما میں کبھی بھی ایک ملک گیر اور مرکزی حکومت قائم ہوئی ہو۔ البتہ کبھی خاصی وسیع سلطنتیں وجود میں ضرور آئیں۔ کندہ والوں نے حضر موت سے حیرہ تک یعنی عرب کے جنوب سے شمال تک کچھ دنوں تک ایک حکومت قائم کر لی تھی۔ یا دوسری قدیم ترین حکومتیں مثلاً معینی سبائی، حمیری، قتبانی یا نابتی وغیرہ جن کا غلبہ اور وجود ایک عرصہ تک قائم رہا۔

ظہور اسلام کے وقت یہ تمام حکومتیں تباہ و برباد ہو چکی تھیں صرف عراق و شام کی سرحدوں پر دو حکومتیں آل منذر اور

آل غسان موجود تھیں۔ مگر ان دونوں حکومتوں کا ملک کے اندرونی نظم ونسق کی تاریخ پر کوئی اثر نہیں پڑا۔

عرب میں بعض مقامات پر ایران وروما کے باجگذار حکمران اور بعض جگہوں پر خودمختار اور آزاد چھوٹی چھوٹی شہری مملکتیں قائم تھیں۔ چنانچہ مکہ، مدینہ، طائف، ینبوع، جرش، صنعا، عدن، صحار، دبا، یمامہ، فید، نجد، دومتہ الجندل، خیبر، فدک، ایلہ اور مشرق ساحل پر اچھی خاصی بستیاں تھیں جو کم وبیش شہری مملکتیں کہی جا سکتی تھیں۔(15)

مگر ان سب سے زیادہ مشہور ومعروف اہم اور منظّم ترین مکہ کی شہری مملکت City State of Mecca تھی جسے حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کے جدِامجد قصی بن کلاب نے مکہ پر قبضہ کر کے 440ء میں قائم کی تھی۔ قصی نے مملکت کے نظم ونسق کو بہترین حالت میں قائم رکھنے کے لیے مختلف محکموں کو قائم کیا۔ ان کے زمانے میں مندرجہ ذیل عہدوں کا پتہ چلتا ہے۔

حجابہ (کعبہ کی دربانی) سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانا) رفادہ (حاجیوں کے لیے کھانے کا انتظام) لواء (جھنڈا، جنگی عہدہ)، ندوہ (شوریٰ)۔ قیادہ (جنگ میں لشکر کی قیادت) قبہ (شامیانہ، جنگی عہدہ) اعنہ (گھوڑے کی لگام) اموال المجر ہ (چڑھاوے کا مال) حکومہ، اسفارہ، اعقاب جھنڈا، سدانہ (کعبہ کی رکھوالی) اعمارۃ (حرم کعبہ کا عام انتظام) افاضہ، اجازہ، نسی (مہینے بدل دینا)(16)

یہ تمام عہدے قریش کی مختلف شاخوں میں تقسیم تھے۔ اس کی وجہ سے مختلف شاخوں کو مختلف شاخوں پر سیاسی، مذہبی برتری حاصل تھی۔ خصوصاً تولیت کعبہ ایک ایسا معزز عہدہ تھا جس کی وجہ سے حامل عہدہ کی نہ صرف مکہ بلکہ پورے عرب میں مذہبی وسیاسی برتری تسلیم کی جاتی تھی۔ ظہور اسلام کی وقت بھی یہی حال تھا۔ تولیت کعبہ کی وجہ سے قریش کو پورے عرب پر مذہبی برتری حاصل تھی۔ یوں عقاب کا عہدہ، بنی امیہ میں، سقایہ اور عمارہ، بنی ہاشم میں، رفادہ، بنی نوفل میں اور سفارت وغیرہ بنی عدی میں اور اسی طرح مختلف عہدے مختلف قبائل میں بٹے ہوئے تھے۔

ملک میں بیسوں قبائل آباد تھے۔ چنانچہ شمالی عرب میں مختلف قبائل کی الگ الگ ٹولیاں تھیں۔ جو دن رات خانہ جنگیوں میں مبتلا رہتی تھیں بکر وتغلب کی چالیس سالہ جنگ کا ابھی خاتمہ ہی ہوا تھا۔ اور حضرموت کے قبائل کٹ کٹ کر فنا ہو چکے تھے۔ خاص حرم اور شہر حرام میں بنو قیس اور قریش کے درمیان حرب فجار کا سلسلہ جاری تھا۔ آبادی میں بدوی اور حضری کی تقسیم تھی۔ پہاڑوں اور صحراؤں میں خودمختار اور جرائم پیشہ قبائل آباد تھے۔ اور تمام قبائل جنگ کی نہ ختم ہونے والی زنجیروں میں جکڑے تھے، جس طرح گھر گھر کا الگ الگ خدا تھا اسی طرح قبیلے قبیلے کا جدا جدا رئیس تھا۔(17)

موالی بنانے اور قبائل کو حلیف بنانے کا طریقہ رائج تھا۔ کسی قبیلہ کے خلاف کوئی بیرونی حاکم کس طرح کا اختیار سماعت نہ رکھتا تھا۔ بعض قومی قبیلے کمزور قبیلوں کو زیر کر کے ان سے خراج وصول کرتے تھے۔ قبائل پر بیرونی اثرات بھی ہوتے تھے مگر ایک بہترین قبیلہ بیرونی اثر سے بالکل آزاد ہوتا تھا۔

4۔ قبل از بعثت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم عرب کی معاشرتی حالت

جزیرۃ العرب کے باشندے اسلام سے قبل وہاں سینکڑوں برس سے رہتے بستے آئے تھے۔ ایران، روم اور مصر جیسے متمدن ملکوں کی ہمسائیگی حاصل تھی اور اردگرد کی مذہبی اقوام سے تجارت وسفارت کا سلسلہ قائم تھا۔ لیکن تہذیب وتمدن کی دوڑ میں ابھی بہت پیچھے تھے۔ اس معاشرتی پستی کا سبب غالباً عرب کے خاص جغرافیائی حالات تھے کیونکہ جس ملک کا تین چوتھائی حصہ لق دق تپتے ہوئے صحراؤں، بے آب وگیاہ ریگستانوں، خشک پہاڑوں اور ندی نالوں پر مشتمل ہو وہاں وسائل زندگی بھلا آسانی سے کہاں میسر آسکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عربوں کی بڑی تعداد خانہ بدوشانہ زندگی گزارنے پر مجبور تھی اور کسی ایک جگہ مستقلاً رہائش اختیار کر کے متمدن اقوام کی طرح صنعت وحرفت یا زراعت میں مشغول ہونے کی خواہش مشکل سے ہی پوری ہو سکتی تھی۔ پھر رہائش کے اعتبار سے بھی عرب کی آبادی دو حصوں میں منقسم تھی۔ حضری اور بدوی، شہروں میں رہنے والوں کو حضری اور صحراؤں میں بسنے والوں کو خانہ بدوش یا بدوی کہا جاتا تھا۔

شہری ایسی جگہوں پر آباد تھے جہاں کچھ نخلستان تھے وہ لوگ عموماً تجارت کیا کرتے تھے۔ چونکہ وسائل معاش کی تنگی پورے عرب میں تھی اس لیے خانہ بدوش قبائل اور ایک مقام پر مستقل رہنے والوں میں معاشرتی اعتبار سے زیادہ فرق نہیں تھا۔ بودوباش، رہن سہن، رسم ورواج وغیرہ سب یکساں تھے۔ اہل عرب میں سے بڑی تعداد بدویانہ طریق زندگی کو اپنائے ہوئے تھی۔ بدو قبائل کے مقابلہ میں شہری قبیلوں کی سماجی زندگی زیادہ مہذب ومتمدن تھی۔ اس میں ان کے اقتصادی نظام کی لائی ہوئی خوشحالی کو دخل تھا۔ تجارت، حرفت اور زراعت کے سبب ان کے پاس کافی دولت جمع ہوگئی تھی۔ بعض لوگ تو سودی کاروبار کرنے لگے تھے، ان میں مکہ، مدینہ اور طائف وغیرہ کے عرب اور یہودی تاجر دونوں لگے ہوئے تھے۔ وہ کچے پکے مکانات میں رہتے تھے۔ جو بڑے اور کشادہ ہوتے تھے۔ اوسط درجہ اور غریب لوگوں کے کچے اور چھوٹے۔ ان کی غذا میں دودھ، مکھن، گوشت، اناج، کھجور وغیرہ شامل تھیں۔ امیر لوگ گیہوں استعمال کرتے تھے، جب کہ دوسرے طبقہ کے لوگ جو وغیرہ پر گذارا کرتے تھے۔ امیروں کا لباس عمدہ سوتی اور ریشمی کپڑے کا ہوتا تھا اور دوسرے لوگ موٹے کھردرے اونی کمبل کا بنا ہوا لباس استعمال کرتے۔ ان کے گھروں میں ضرورت اور آسائش کی کافی چیزیں ہوتی تھیں، چارپائی یا تخت اور گدے لحاف، تکیے اور کمبل سونے کے لیے ہوتے تھے، کھانے کے کئی برتن ہوتے تھے اور پکانے کے لیے بھی، وہ پتھر، لکڑی اور دھات کے بنے ہوئے تھے، گھروں میں دروازے ہوتے تھے، جن پر پردے لٹکائے جاتے تھے، رات میں روشنی کے لیے چراغ جلاتے تھے۔ سواری

کے لیے عام جانور اونٹ تھا۔لیکن ان کے علاوہ خچر' گدھا' اور گھوڑا بھی استعمال ہوتا تھا۔ان کی قیمتیں زیادہ ہوتی تھیں' اور کم بھی۔آمدنی کے لحاظ سے عرب سماج کے طبقات ان کا استعمال کرتے تھے۔

4.1 مشترکہ سماجی خصائص:

بدوی اور شہری قبیلوں میں رہن سہن کے بعض اختلافات کے باوجود ان میں بہت سی چیزیں مشترک تھیں۔ان کا قبائلی نظام یکساں تھا۔عربی زبان جو مقامی بولیوں میں بٹی ہوئی ہونے کے باوجود بطور فصیح زبان یکساں تھی اور پورے جزیرہ نما عرب میں بولی جاتی تھی۔ان کے نزدیک قبائلی اتحاد سب سے اہم چیز تھی۔فرد اپنے قبیلہ کا ہر حال میں پابند رہتا تھا۔قبیلہ کی عزت و جان کے لیے اپنی آن و زندگی قربان کر دیتا تھا۔زندگی اور مال و آبرو کی حفاظت کے لیے قصاص اور دیت کی روایت اور قبیلہ کی اجتماعی ذمہ داری دوسری اہم سماجی قدر تھی۔

فیاضی و سخاوت اور مہمان نوازی عربوں کی ضرب المثل خصوصیت تھی۔اسی طرح بہادر اور شجاعت ان کا انفرادی اور اجتماعی وصف تھا۔وفاداری' عہد و وعدہ کی پابندی اور سچ بولنا عربوں کی دوسری امتیازی خصوصیات تھیں' باہمی تعاون اور قبیلے والے کی حق اور ناحق میں فوری مدد کرنا ان کے خون میں تھا۔ان کے معاشرے میں امانتداری بھی ایک اہم وصف تھا۔ایسی ہی اور بعض صفات و خصوصیات تھیں جن میں تمام عرب مشترک حصہ رکھتے تھے۔

4.2 معاشرتی برائیاں:

بعثت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم سے قبل عربوں میں بعض سماجی اور اخلاقی خرابیاں بھی پیدا ہوگئی تھیں۔شراب نوشی عام تھی۔جوئے اور قمار بازی کی بہت سی قسمیں تھیں۔بدکاری اور زناکاری اگرچہ ان کے سماج میں موجود تھی۔لیکن زیادہ عام نہ تھی۔شریف خاندان عام طور پر اس سے بچے ہوئے تھے۔

اسی طرح نومولود لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کی لعنت' بعض قبائل اور افراد تک محدود تھی۔اور عام طور سے ان میں بدوی قبائل مبتلا تھے۔شہری قبائل بڑی حد تک اس سے محفوظ تھے مگر عورت کی عزت ان کے سماج میں کم تھی اور اس کو حقوق نہیں ملتے تھے۔

شادی بیاہ میں یہ افراط تھی کہ ایک مرد جتنی بیویاں چاہتا کر سکتا تھا۔اور بے شمار باندیاں رکھ سکتا تھا۔نکاح کے دو اور خراب پہلو بھی تھے۔جو زیادہ عام نہ تھے لیکن بہر حال تھے وہ یہ کہ اپنی سوتیلی ماں سے باپ کے مرنے کے بعد شادی کر لینا اور

بیک وقت دو یا زیادہ سگی بہنوں کو نکاح میں جمع کر لینا اور بعض اور محرمات سے بھی شادی کر لینے کا رواج تھا۔

بیوہ' یتیم' بے سہارا' اجنبی اور کمزور عام طور پر ظلم وستم کا شکار ہوتے' کھانے پینے میں حلال وحرام کا تصور نہ تھا۔ جو کچھ جی چاہتا کھا لیتے' مردہ جانور' کیڑے مکوڑے' درندے وغیرہ کھا جاتے تھے۔

عربوں میں سب سے زیادہ بت پرستی کا رواج تھا۔ کہا جاتا ہے کہ قبیلہ خزاعہ کے ایک سردار عمرو بن لحی نے صدیوں پہلے مکہ میں سب سے پہلے بت پرستی کو عام کیا۔ خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ بت پرستی کے سوا وہ سورج' چاند' ستاروں کی پوجا یعنی مظاہر پرستی میں بھی مبتلا تھے۔ دین ابراہیم کی چند باقیات کا رواج تھا' نماز' روزہ اور حج کا تصور موجود تھا۔ عملی بھی اگرچہ وہ خام تھا۔ سب سے اہم بات یہ کہ وہ اپنے آپ کو دین ابراہیمی کا پیرو کار کہنے اور سمجھنے کا شعور رکھتے تھے۔

5۔ عرب کی مذہبی حالت

عرب کے علاقہ میں مشرکین، ملحدین، بت پرست، آتش پرست، صابی کے علاوہ حنفاء، یہود، عیسائی بھی آباد تھے۔

5.1 ملحدین

عرب میں بھی ملحدین تھے جو نہ خالق کائنات کو تسلیم کرتے تھے، نہ بعث بعد الموت کے قائل تھے اور نہ ہی آخرت پر یقین رکھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ہمیں فطرت نے پیدا کیا اور زمانہ (دہر) ہمیں فنا کر دے گا۔

انہی ملحدین کا ذکر قرآن حکیم میں ان لفظوں میں کیا گیا ہے:

﴿وَقَالُوا مَاهِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ﴾ (18)

(یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری اس دنیوی زندگی کے علاوہ اور کوئی زندگی نہیں ہے۔ ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں۔ اور ہمیں صرف زمانہ سے موت آتی ہے)۔

کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو خالق اور ابتدائے خلق کے تو قائل تھے مگر بعث بعد الموت کے منکر تھے۔ ان کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلاً وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ﴾ (19)

(اس نے ہماری لیے ایک مثل بیان کی، اور اپنی اصل کو بھول گیا، کہتا ہے کہ ہڈیوں کو جب وہ بوسیدہ ہو گئی ہوں، کون زندہ کرے گا)۔

5.2 مشرکین (بت پرست)

عرب کی اقوام میں عرب بائدہ (عاد، ثمود، جرہم، لحیان، طسم اور جدلیس) کا مذہب بت پرستی تھا اور عرب، عراق، شام و مصر جہاں یہ لوگ گئے اپنے ساتھ اس مذہب کو لے گئے۔ (20) عرب عاربہ (بنو قحطان۔ یعرب، حضر موت سبا اور حمیر) جن کا زمانہ عروج پندرہ سو سال قبل مسیح سے 525ء تک ہے۔ بت پرست اور ستارہ پرست تھے۔ یغوث، یعوق، نسر، عمیانس، مدان، کعیت، جلد اور ذریح ان کے بتوں کے نام تھے اور آخری تبابعہ یمن کے قبول یہودیت کے باوجود یمن میں ستاروں کے ہیکل اور بت کی پرستش عام تھی۔ (21) اسی طرح عرب مستعربہ (مدین، دوان، بنو ادوم اور آل اسمعیل) میں بھی زمانہ کے ساتھ کواکب پرستی اور بت پرستی عام ہو گئی تھی۔ الغرض بت پرستی عرب کا مقبول ترین مذہب تھا۔

5.3 مجوس

مجوسیت ایرانیوں کا سرکاری مذہب تھا۔ اہل ایران کے سیاسی اثرات سرزمین عرب پر کافی گہرے تھے۔ یمن، حضر موت، بحرین اور حیرہ ان کی حکومت کے براہ راست یا بالواسطہ زیراثر رہے مگر مذہبی اثرات ایران کے عربوں پر بہت کم پڑے۔ صرف قبیلہ بنو تمیم کے کچھ لوگ مجوسی ہو گئے تھے۔

5.4 صابی

ستارہ پرستی قدیم اہلِ بابل کا مذہب تھا۔ بابل کے یہ قدیم باشندے بھی سامی الاصل ہی تھے۔ عربوں میں بالعموم اور یمن کے قحطانیوں میں بالخصوص ستارہ پرستی کا رواج تھا بہت سے ہیکل مختلف ستاروں کے نام پر قائم تھے۔ عربوں نے تمام طبعی کاروبار ان ستاروں کے طلوع وغروب سے وابستہ کر رکھے تھے۔ قرآن حکیم کی یہ آیت

﴿فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ﴾ (22)

پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں تاروں کے مواقع کی۔

اس عقیدے کی تردید کرتی ہے۔ اگرچہ صابی عرب میں موجود نہ تھے مگر ان کے معتقدات کا عربوں پر گہرا اثر تھا۔ چنانچہ یمن کے حمیری آفتاب پرست تھے۔ شمال کے بنو کنانہ قمر پرست تھے۔

5.5 حنیف

عربوں کے نزدیک حنیف حضرت ابراہیمؑ کا لقب تھا۔ اس لیے دینِ ابراہیمی کو حنیف کا انہوں نے نام دیا تھا۔ عربوں نے حضرت ابراہیم خلیلؑ اللہ کی تعلیمات کو طاق نسیاں کی نذر کر دیا اور بت پرستی میں مبتلا ہو گئے۔ اس کے باوجود عرب میں بعض ایسے نیک دل افراد موجود تھے جو تلاشِ حق میں بیتاب اور ملتِ ابراہیمی کے عقائد حقہ کی جستجو میں سرگرداں رہتے تھے۔ آغاز اسلام کے وقت عرب میں قس بن ساعدہ ایادی، ورقہ بن نوفل قرشی اور زید بن عمرو بن نفیل قرشی تلاش حق میں نکلے تو انہیں ملتِ حنفی ہی کے دامن میں پناہ ملی۔ مگر ملت حنفی کے عقائد سے واقف کوئی نہ تھا۔ باوجود تلاش بسیار کے اس دین ابراہیمی کے عقائد واصول عربوں کو صحیح طور پر معلوم نہ ہو سکے تھے۔

5.6 یہود

یہود کے بعض قبائل مدینہ منورہ میں آباد تھے۔ عرب میں بھی یہود کی آبادی تھی۔ یمن کے تبابعہ نے یہودیت اختیار کر لی تھی۔ بنو کنانہ، بنی حارث بن کعب اور کندہ کے قبائل میں بھی یہودی موجود تھے۔ یثرب سے شام تک یہود کے قلعے اور

منظّم آبادیاں تھیں۔ حجاز و تہامہ میں ان کے مضبوط قلعے اور تجارتی گودام تھے۔ خیبر، فدک وغیرہ ان کی مشہور بستیاں تھیں۔

5.7 عیسائی:

سلطنت روم وحبشہ کا سرکاری مذہب عیسائیت تھا۔ اس لیے عیسائیت عربوں میں رومی حکومت کے اثر ورسوخ سے آئی تھی۔ شام کی سرحد پر آباد عرب قبائل نے بالعموم عیسائیت قبول کر لی تھی غسان، لخم، جذام اور مذحج عیسائی تھے۔ عراق میں تنوخ اور تغلب کے قبائل نے بھی عیسائیت قبول کر لی تھی۔ حیرہ کے آل منذر میں بھی بعض فرماں روا عیسائی تھے۔ یہاں عیسائیوں کے گرجے تھے اور ان کی خاصی آبادی تھی۔ طے کا قبیلہ جو نجد میں آباد تھا عیسائی تھا۔ یمن کے علاقہ نجران عیسائیت کا مرکز تھا۔ جس میں ان کا گرجا اور دوسرے شعبے تھے۔ اور ان کے اثر سے عیسائیت جزیرۃ العرب کے بعض دوسرے باشندوں میں بھی پہنچی تھی۔

الغرض جزیرہ نما عرب میں بھی سیاسی، معاشی اور مذہبی حالت بہت ابتر تھی۔ تاہم اہل عرب کی کچھ ایسی خصوصیات ضرور تھیں کہ جس کی بنا پر وہ پوری انسانیت کی امامت کے اہل تھے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغام اور اپنے آخری نبی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو عربوں میں مبعوث فرمایا۔

خود آزمائی نمبر 2:

1۔ بعثت نبوی سے قبل عربوں کا سیاسی نظام کس نوعیت کا تھا؟ وضاحت کریں۔

2۔ بعثت نبوی سے قبل عربوں کا مذہبی نظام کیا تھا؟ اور عرب میں کون کون سے مذاہب تھے۔

3۔ بعثت نبوی سے قبل اہل عرب کے مشترکہ معاشرتی خصائص اور معائب کی نشاندہی کریں۔

6۔ کتب برائے مطالعہ

1۔ علامہ سید سلیمان ندوی، سیرت النبی، جلد۴ ص ۲۱۹ تا ۲۳۳

2۔ علامہ سید سلیمان ندوی، تاریخ ارض قرآن جلد۱،۲

3۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عرج وزوال کا اثر

4۔ مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی، مفتی انتظام اللہ شہابی، تاریخ ملت جلد۱

5۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی سیاسی زندگی

7۔ حواشی وحوالہ جات

1۔ علامہ سید سلیمان ندوی،، سیرت النبی ج ۴ ص ۲۱۹، ۲۲۰ بحوالہ تاریخ زوال وانحطاط سلطنت روم از گبن

2۔ ایضاً

3۔ سید ابوالحسن علی ندوی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنو طبع چہارم ۱۹۶۳ء ص ۵۰

4۔ علامہ سید سلیمان ندوی، سیرت النبی ج ۴، ص ۲۲۱ بحوالہ تاریخ زوال وانحطاط روم۔ از گبن

5۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، دارالاشاعت، کراچی ۱۹۸۰ء ص ۲۸

6۔ سید ابوالحسن علی ندوی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ص ۵۰، ۵۱

7۔ ڈاکٹر غلام سرور، تاریخ ایران قدیم، مکتبہ خورشید جہاں، ۱۹۶۵ء ج ا ص ۱۴۶

8۔ سید ابوالحسن علی ندوی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر۔ ص۔ ۶۷

9۔ سید ابوالحسن علی ندوی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر۔ ص ۵۲، بحوالہ ارتھر کرسٹن سین

10۔ علامہ سید سلیمان ندوی، سیرت النبی ج ۴، ص: ۲۳۱، بحوالہ آر۔ سی دت، ہندوستان قدیم ص ۳۴۲

11۔ زرتشت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کا تعلق انبیاء بن اسرائیل سے تھا۔ اکثر مسلم مئورخین نے یہی لکھا ہے، تفصیل کے لیے دیکھیے، تاریخ طبری، مروج الذھب للمسعودی،

12۔ سید ابوالحسن علی ندوی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر۔ ص: ۵۷

13۔ ایضاص: ۵۹

14۔ ایضاص: ۵۹

15۔ مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی ص: ۲۳۳، علامہ سید سلیمان ندوی، تاریخ ارض قرآن، ج ا، ص ۲۰۴، ۲۱۵

16۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ص: ۳۳ تا ۷۵

17۔ علامہ سید سلیمان ندوی، سیرت النبیؐ۔ ج: ۲، ص: ۱

18۔ الجاثیہ: ۲۴

19۔ یٰسین:۷۸

20۔ علامہ سید سلیمان ندوی، تاریخ ارض القرآن، ج:۱، ص:۱۳۰

21۔ علامہ سید سلیمان ندوی، تاریخ ارض القرآن، ج:۲، ص:۱۶۳

22۔ الواقعہ:۷۵

یونٹ نمبر 2

مطالعہ سیرت نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کی ضرورت واہمیت

تالیف: ڈاکٹر محمد سجاد

نظر ثانی: پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر خان خاکوانی

فہرست عنوانات

	یونٹ کا تعارف	28
	یونٹ کے مقاصد	29
1۔	سیرت کا مفہوم اور آغاز وارتقاء	30
1.1	سیرت کا مفہوم	30
1.2	سیرت کا اصطلاحی مفہوم	31
1.3	مغازی کا مفہوم	31
1.4	مغازی وسیر میں فرق	34
2۔	سیرت کا آغاز وارتقاء	35
3۔	سیرت نبوی کی اہمیت	36
4۔	حفاظتِ سیرت	38
4.1	حفاظت سیرت کے دو ذرائع	39
4.2	حفظ سیرت کا اہتمام	39
5۔	سیرت کے اولین مصادر ومراجع	43
5.1	قرآن	43
5.2	عہد نبوی کا تحریری سرمایہ	44
5.3	خطوط کی صورت میں سرمایۂ سیرت	47
5.4	عہد ومواثیق کی صورت میں سرمایۂ سیرت	50
5.5	عہد خلفائے راشدین کا تحریری سرمایۂ سیرت	51
5.6	عہد صحابہ وتابعین کا تحریری سرمایۂ سیرت	52
6۔	سیر ومغازی کی ابتدائی شخصیات	56
7۔	اہم کتب مغازی وسیر	59

7.1	پہلی صدی ہجری میں کتب سیر ومغازی	59
7.2	کتاب المغازی لابان بن عثمان	60
7.3	کتاب المغازی ابن شہاب الزہری	61
8۔	دوسری صدی ہجری میں سیرت کا ارتقاء	62
8.1	امتیازی القابات وخطابات	64
8.2	دوسری صدی ہجری کے اہم سیرت نگار	64
8.3	تیسری صدی ہجری میں سیرت کا ارتقاء	66
8.4	تیسری صدی ہجری کے اہم سیرت نگار	67
9۔	سیرتِ نبویؐ کے مطالعہ کی اہمیت وافادیت	68
9.1	مطالعہ سیرت کی دینی ومذہبی اہمیت	68
9.2	مطالعہ سیرت کی تشریحی اہمیت	69
9.3	مطالعہ سیرت کی اخلاقی اہمیت	70
9.4	مطالعہ سیرت کی علمی اہمیت	72
9.5	مطالعہ سیرت کی بین الاقوامی اہمیت	74
9.6	مطالعہ سیرت کی اہمیت، دین اسلام کے آسان ہونے کے حوالے سے	75
10۔	خود آزمائی	76
11۔	لازمی کتب برائے مطالعہ	76
12۔	ماخذ ومصادر	77

یونٹ کا تعارف

کائنات ارض وسماء میں انسان اللہ تعالی کی ایک عمدہ تخلیق ہے۔ جسے اللہ تعالی نے عقل وشعور کے ساتھ ساتھ حسن سیرت وصورت سے نوازا ہے۔انسانیت کی ہدایت ورہنمائی کے لیے اللہ تعالی نے اپنی کتابیں نازل فرمائیں، لاکھوں انبیاء کرام تشریف لائے جو اپنے اپنے زمانے اور اپنی اپنی اقوام کو اللہ تعالی کا پیغام پہنچاتے رہے۔اور ان کو حکمت ودانائی کی تعلیم دیتے رہے۔تاکہ انسان دیناوآخرت میں کامیاب وکامران ہوسکے۔

جب انسانی معاشرہ ترقی کی منازل طے کرتا ہوا بلوغت کے مقام پر پہنچا تو اللہ تعالی نے اپنے احکام کی تکمیل کے لیےاور پوری انسانیت کے لیے اپنے آخری پیغمبر ورسول جناب محمد رسول اللہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو خاتم النبین اور رحمت للعالمین بنا کر بھیجا۔حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی ذات گرامی جملہ اوصاف حمیدہ کا مجموعہ ہے۔آپ ؐ کی سیرت میں صادق وامین تاجر، اولو العزم مبلغ وداعی،اعلی ترین معلم انسانیت، بے مثال مربی ومزکی، عظیم سپہ سالار، مدبر ومنتظم، بے مثال قانون ساز، عدیم النظیر منصف وقاضی، قابل تقلید سربراہ خاندان، اعلی اخلاق کے مالک انسان اور رسول رحمت جیسی صفات کا مجموعہ ہے۔جس طرح شاعر کہتا ہے:

حسن یوسف دم عیسی ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی سیرت طیبہ کا گوشہ گوشہ محفوظ ہے، حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی بعثت پوری انسانیت کے لئے ہے۔ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی تعلیمات ہمہ گیر اور آفاقی ہیں اور انسانی زندگی کے تمام گوشوں اور شعبوں پر محیط ہیں۔اسی لیے اللہ تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

بے شک تمہارے لیے اللہ کے رسول کی زندگی میں عمدہ نمونہ ہے۔

اس یونٹ میں ہم سیرت کا مفہوم، آغاز وارتقاء اور تاریخ مطالعہ سیرت کا بھی جائزہ لیں گے،اور مختلف ادوار میں سیرت نگاری کے مناہج پر بھی گفتگو کریں گے۔ نیز مطالعہ سیرت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی ضرورت واہمیت اور افادیت بھی پیش نظر ہوگی۔

یونٹ کے مقاصد

اس یونٹ کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

1۔ سیرت کا معنی ومفہوم جان سکیں۔

2۔ مطالعہ سیرت طیبہ کے آغاز وارتقاء کے بارے میں جان سکیں

3۔ سیرت طیبہ کے ماخذ ومصادر سے آگاہ ہوسکیں۔

4۔ مختلف ادوار میں مطالعہ سیرت طیبہ پر ہونے والے کام کا جائزہ لے سکیں۔

5۔ مطالعہ سیرت طیبہ کی ضروت واہمیت اورافادیت سے آگاہ ہوسکیں۔

1۔ سیرت کا مفہوم اور آغاز وارتقاء

1.1 سیرت کا مفہوم:

لفظ ''سیرت'' سار یسیر (باب ضرب یضرب) سیراًو مسیراً سے مشتق ہے۔اس کے حروف اصلیہ (س ی ر) ہیں اس کے معانی ہیں ''جانا، لے جانا، چلنا، چلانا، منزل اور مسافت''۔

السیر : " الذھاب نھارا ولیلا، واما السری فلا یکون الا لیلا ، کالمسیر ،یقال : سار القوم (---) اذاامتد بھم السیر فی جھة توجھوا لھا ، ویقال : بارک اللہ فی مسیر ک ای سیر ک" (1)

''سیر (کا معنی ہے) دن اور رات کو چلنا، (اس سے لفظ) سریٰ ہے جس کا مطلب فقط رات کو چلنا ہے کہا جاتا ہے (سار القوم) یعنی لوگ چلے۔جب اپنی منزل کی جانب ان کی سیر (چلنا) لمبی ہو جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ اللہ پاک تیرے جانے میں برکت دے''۔

قرآن مجید میں ہے:

1. ﴿**وقد رنا فیھا السیر**﴾ (2)

''ہم نے منزلیں مقرر کر دی تھیں ان میں آنے جانے کی''۔

2. ﴿**وتسیر الجبال سیراً**﴾ (3)

''اور پہاڑ (اپنی جگہ چھوڑ کر) تیزی سے چلنے لگیں گے''۔

3. ﴿**فلما قضی موسی الاجل وسار باھلہ**﴾ (4)

''پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے مقررہ مدت پوری کر دی اور وہاں سے چلے اپنی اہلیہ کو ساتھ لے کر''۔

4. ﴿ **افلم یسیر وا فی الارض** ﴾ (5)

''کیا یہ (منکر) لوگ سیر و سیاحت نہیں کرتے زمین میں''۔

یہ جملہ قرآن پاک میں سات مقامات پر بیان ہوا ہے۔

5. ﴿ **فسیروا فی الارض** ﴾ (6)

''تم زمین میں چل کر دیکھو''۔

یعنی سار یسیر سیراًو مساراًو مسیراً، سے ان تمام مصادر کا اسم ''سیرۃ'' ہے۔

1.2 سیرت کا اصطلاحی مفہوم:

سیرت کے اصطلاحی معانی میں سے سنت ،طریقہ ، ہیئت و حالت ،خصلت و عادت ،کردار ،طریقہ ،طرز زندگی، عزت وناموس، معاملہ، مغازی، جہاد، طریقۂ جنگ، قواعد وضوابط، بین الاقوامی معاملات، سوانح حیات، کہانی، مذہب، تذکرۂ اسلاف اور سیرت نبوی ہیں۔

ابن منظور اپنی لغت میں رقم طراز ہیں

" السيرة :السنة ،وقد سارت وسرتها (---)السيرة:

الطريقة،يقال:ساربهمسيرةحسنةوالسيرة:الهيئة، وفي التنزيل العزيز : سنعيدها سيرتها الاوليٰ .

وسير سيرة: حدث احاديث الاوائل " (7)

''سیرت کے معانی سنت اور طریقہ کے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ وہ ان کے اچھے طریقے پر چلا۔سیرت کا معنی ھیئت وحالت بھی ہے۔قرآن مجید میں ہے'' ہم اسے عنقریب پہلی حالت میں لوٹا دیں گے۔اس نے پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں بیان کیں''۔

1.3 لفظ مغازی کا مفہوم:

" غـزا يـغزوً غزواًوغزاةً و غزواناً ' کے معانی ارادہ کرنا اور طلب کرنا کے ہیں۔شرعی اصطلاح میں اس سے مراد کفار سے جنگ کا ارادہ کرنا ہے۔

ابن حجر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

" واصـل الـغـرو الـقـصـد ومـغزى الكلام مقصده ،والمراد با الغازى هنا ما وقع من قصد النبيﷺ الكفار بنفسه او بجيش من قبله وقصد هم اعم من ان يكون الي بلاد هم او الي الاماكن التي حلوها"(8)

''غزوہ کا لغوی معنی قصد وارادہ کے ہیں۔یہاں مغازی سے مراد حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہٖ وسلّم کا بذات خود اپنے لشکر کے ساتھ کفار کی طرف نکلنا ہے۔آپ کا یہ قصد عام ہے خواہ انکے شہروں کی طرف نکلیں یا ان مقامات کی طرف جہاں وہ کافر قیام پزیر ہوں''۔

ابتداًلفظ مغازی اپنے محدود معنی میں مستعمل تھا۔بعد اس کے معنی میں وسعت پیدا ہوگئی حتیٰ کہ کتب سیرت پر بھی

اس کا اطلاق ہونے لگا۔ چنانچہ مغازی عروہ بن زبیر، مغازی ابان بن عثمان، مغازی محمد بن شہاب زھری، مغازی ابن اسحاق، مغازی موسیٰ بن عقبہ اور مغازی واقدی وغیرہ میں مغازی کی راوایات کے ساتھ ساتھ دیگر راوایات بھی شامل ہیں۔

صاحب تاج العروس لکھتے ہیں

" وقال شیخنا : والسیرۃ النبویۃ وکتب السیر ،ماخوذۃ من السیرۃ بمعنی الطریقۃ وادخل فیھا الغزوات وغیر ذالک الحاقاً وتاویلاً" (9)

لفظ ''سیرت'' (جمع سیر) کو مغازی کے اصطلاحی مفہوم کا جامہ اس لئے پہنایا گیا ہے کہ امور مغازی میں سے سب سے پہلا کام ''سیر الی العدو'' یعنی دشمن کی طرف چلنا ہے۔ اسی لفظ مغازی کو جب قرآن مقدس کی اصطلاح ''جہاد'' عطا کی گئی تو یہ لفظ (سیرت) جہاد کے معنی کے لئے بھی بولا جانے لگا۔

صاحب ''الکفایۃ'' سیر و مغازی کے تعلق کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" وسمیت المغازی سیرا لان اول امور ھا السیر الی العدو ،وا ن المراد بھا سیر الامام ومعاملاتہ مع الغزاۃ والانصار ومنع العداۃ والکفار" (10)

''مغازی کو ''سیر'' کا نام اس لئے دیا گیا ہے کہ اس کے اولین امور میں سے دشمن کی طرف جانا ہے۔ بے شک اس سے ،امام کا چلنا، غازیوں اور مددگاروں کے ساتھ اس کے معاملات اور دشمنوں اور کافروں سے دفاع (جیسے تمام امور) مراد ہیں''۔

محدثین وفقہا کے ہاں لفظ ''سیرت'' مغازی اور جہاد کے معانی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ امام مسلم نے اپنی ''صحیح'' میں "کتاب الجھاد والسیر" (11) علامہ ابن حجر عسقلانی نے "فتح الباری فی شرح البخاری" میں "کتاب المغازی" (12) اور علامہ ابن الہمام حنفی نے ''فتح القدیر'' میں "کتاب السیر" (13) کے عنوانات قائم کئے ہیں۔

علامہ ''بابرتی'' (صاحب شرح عنایۃ) ''المغرب'' کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

" اصل السیرۃ حالۃ السیر الا انھا غلبت فی لسان الشرع علی امور المغازی ومایتعلق بھا کا لمناسک علی امور الحج " (14)

''سیرت اصل میں سیر کی حالت کو کہتے ہیں۔ شریعت میں عام طور پر سیرت کا اطلاق غزوات اور ان کے متعلقہ امور پر ہوتا ہے۔ جس طرح مناسک (کے لفظ کا اطلاق) حج کے امور پر ہوتا ہے''۔

صاحب ''ھدایہ'' لکھتے ہیں۔

"السير جمع سيرة وهي الطريقة في الامور ،وفي الشرع بسير النبي ﷺ في مغازيه" (15)

''سیر، سیرت کی جمع ہے۔ سیرت کاموں میں طریقے (کو کہتے) ہیں''۔ اور شریعت میں یہ (لفظ) حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے جنگوں میں طریقوں سے متعلق خاص ہے''۔

قاضی عبد النبی سیرت کے اصطلاحی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:

" السير بكسر الاول وفتح الثاني جمع السيرة وهي الحالة من السير كا لجلسة والركبة للجلوس والركوب ،ثم نقلت اليٰ معنيٰ الطريقة والمذهب ،ثم غلبت في الشرع عليٰ امور المازى ،وقال الفقهاء "كتاب السير" وانما سموا الكتاب بذالك لانه يجمع سير وطرقه عليه الصلوٰة و السلام في مغازيه وسير اصحابه رضي الله عنهم وما نقل عنه ﷺ في ذالك " (16)

''لفظ ''سیر'' پہلے حرف کسرہ اور دوسرے حرف کی فتح کے ساتھ سیرت کی جمع ہے۔ یہ سیر (س ی ر) سے (مشتق ہے)، حالت کے بیان کے لئے آتا ہے۔ جس طرح ''جلسۃ'' اور ''رکبۃ'' بیٹھنے اور سوار ہونے کی حالت کو بیان کرتے ہیں۔ پھر اس سے ''طریقۃ و مذہب'' کی طرف انتقال معنی ہوا۔ پھر اس کا غالب استعمال شرعِ اسلامی میں امور مغازی کے لئے ہوا۔ فقہاء نے ''کتاب السیر'' سے عنوان قائم کئے۔ انھوں نے کتاب کا یہ نام اس لئے رکھا کہ اس میں انھوں نے حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے مغازی اور آپ کے طریقے، صحابہ کرام کے طریقے اور اس سلسلے میں جو کچھ آپ سے منقول تھا بیان کیا''۔ اسی لئے ''سیر'' سے ''بین الاقوامی قانون'' بھی مراد لیا جاتا ہے۔ (17) ''امام محمد بن الحسن الشیبانی'' (18) کی کتاب ''السیر الکبیر'' کا یہی موضوع ہے۔

ابتداً لفظ ''سیرت'' اپنے اصلاحی مفاہیم مختلفہ میں سے ''مغازی'' کے مفہوم کے ساتھ خاص رہا۔ اسی لئے اولین کتب مغازی کو ''کتب سیرت'' بھی کہا جاتا ہے۔ مثلاً ''ابن اسحاق'' (م 150ھ) اور ''واقدی'' (م ھ) کی کتب مغازی کو کتب سیرت بھی کہا جاتا ہے۔ (19) رفتہ رفتہ یہ لفظ اپنے معنوی اقتضاء کے پیش نظر ترقی کرتا رہا اور اس کے ضمن میں قصص، اسلاف کے تذکرے اور بالخصوص سیرت نبوی کے تمام گوشے بیان کئے جانے لگے۔ سیرت کے اس وسیع اصطلاحی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے صاحب ''القاموس الاسلامی'' رقم طراز ہیں:

"السيرة : اذا جاء لفظها مفردامعرفا قصد به تخصيصا "السيرة النبوية "اى تاريخ حياة الرسول من مولده الى وفاته عليه السلام ،مع ذكر آبائه واهل بيته وصحابته ،فضلا عن ذكر خصاله عليه السلام واحواله وعاداته،ثم الاحداث المرتبطة بالدعوة كالوحي والهجرات والغزوات والوفود"(20)

''سیرت کا لفظ جب مفرد معرفہ آئے تو اس سے بالخصوص سیرت نبوی مراد ہوئی ہے۔یعنی رسول کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے آباء، اہل بیت اور صحابہ کرام کے تذکرے سمیت آپ کی حیات کا ذکر، ولادت سے وفات تک، نیز حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے فضائل، احوال اور عادات، پھر وہ واقعات جن کا تعلق دعوت (توحید ورسالت) سے ہے، مثلاً وحی، ہجرت، غزوات اور وفود (بھی اس میں شامل ہیں)''۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی لکھتے ہیں:

''آنچہ متعلق بود پیغمبر حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم وصحابہ کرام وآں عظام است واز ابتدائے تولد آں جناب تا غائت وفات، آں را سیرت گویند''۔(21)

''جو کچھ ہمارے پیغمبر حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم، حضرات صحابہ اور آں عظام کے مبارک وجود کے ساتھ متعلق ہو اور آں جناب کی پیدائش سے وفات تک واقعات پر مشتمل ہو، سیرت کہتے ہیں''۔

1.4 مغازی و سیر میں فرق:

دراصل لفظ ''سیرت'' (چلنے اور جانے) کے معانی کا حاصل ہے۔اس سے ''طریقہ'' کی طرف انتقال معنیٰ ہو۔اس طرح یہ لفظ معنوی طور پر کسی کے طریقے اور روش کو اپنانے اور اس کے اتباع کے معانی میں استعمال کیا جانے لگا کیونکہ اس میں بھی آدمی ایک طریقے سے ہٹ کر دوسرے طریقے کی طرف (چلتے ہوئے) جاتا ہے۔

علامہ ابن الھمام لکھتے ہیں

"وقد استعملت كذالک في السير المعنوی حيث قالوا في عمر بن عبدالعزيز " سار فينا بسيرة العمرين" لكن غلبت في لسان اهل الشرع علي الطرائق المامور بها في غزوالكفار وكان سبب ذالک كونها تستلزم السير وقطع المسافة " (22)

''کبھی یہ لفظ سیر معنوی میں استعمال ہوتا ہے، جیسے کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز ہمارے مابین عمرین (ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنھما) کے طریقے پر چلے۔اہل شرع کی زبان میں یہ (معنی) کفار کے ساتھ جنگوں میں مامور طریقوں میں غالب ہو گیا۔اس کا سبب یہ ہے کہ یہ (جنگیں اور طریقے) سیر اور قطع مسافت کو مستلزم ہیں''

علامہ ''جرجانی'' لکھتے ہیں:

"السیر جمع سیرۃ وھی الطریقۃ سواء کانت خیرا او شرا ،یقال فلان محمود السیرۃ ، فلان مذموم السیرۃ " (23)

''سیرت'' کا لفظ اپنے ابتدائی اصطلاحی مفہوم کے اعتبار سے ''فن مغازی'' کے ساتھ خاص تھا۔اس میں بتدریج وسعت ہوئی۔فضائل ومحاسن اور خصائص کے ساتھ ساتھ ،مستشرقین کی طرف سے عائد کردہ الزامات کے دفاعی جوابات بھی اس میں شامل ہوتے چلے گئے'' حاجی خلیفہ'' کے الفاظ میں ہم اسے یوں بیان کرسکتے ہیں۔

" علم السیر مشتمل علی فنون ،فن اسمائہ ،فن خصائصہ،فن فضائلہ،فن شمائلہ،فن مغازیہ ،فن مولدہ ومبعثہ " (24)

''سیر'' کا علم چند فنون پر مشتمل ہے۔حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے اسماء،خصائص،فضائل،شمائل،مغازی اور مولد مبعث کے فنون (اس میں شامل) ہیں۔

2۔ سیرت کا آغاز وارتقاء

عام طور پر علم سیرت کو،علم حدیث کا ہی ایک شعبہ اوراس کی ایک نوع قرار دیا جاتا ہے کیونکہ اس میں بھی نبی کریم ﷺ کے اقوال،افعال اور تقریرات کا بیان ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ امام حاکم نے ''النوع الثامن والاربعون'' کے ماتحت لکھا ہے۔

" ھذا النوع من ھذہ العلوم معرفۃ مغازی رسول اللہ ﷺ و سرایاہ و بعوثہ و کتبہ الی ملوک المشرکین وما یصح من ذالک وما یشذ " (25)

''علوم حدیث کی اقسام میں یہ (اڑتالیسویں) قسم ان امور کی معرفت ہے کہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے مغازی وسرایا بعوث اور مشرک بادشاہوں کی طرف خطوط میں کیا صحیح ہے اور کیا شاذ ہے''۔

اسی طرح دیگر اصحاب علم وفن نے فن سیر ومغازی کو علم حدیث کی ایک نوع قرار دیا ہے۔جب ان کے بیانات میں غور کیا جاتا ہے تو یہ بات واضح سمجھ آتی ہے کہ انھوں نے امور شرعیہ میں سے ایک امر خاص یعنی مغازی وسرایا کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسے فن حدیث کا ایک شعبہ گردانا ہے۔اب جب فن سیر ومغازی اپنے معنوی ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچ چکا ہے کہ شاہ عبدالعزیز دہلوی کے بیان کے مطابق جو کچھ ہمارے پیغمبر حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم

النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم، حضرات صحابہ کرام اور ان مبارک ہستیوں کے وجود کے ساتھ متعلق ہوا اور حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی پیدائش سے وفات تک کے واقعات پر مشتمل ہوا سے سیرت کہتے ہیں۔(26) لہذا حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کا ہر ہر قول، فعل ،اور تقریر سیرت ٹھہرا آپ کے اقوال، افعال، اور تقاریر پر حدیث کا اطلاق صادق ہے، لہذا حدیث اور سیرت میں زیادہ تفاوت نہیں۔ البتہ ان کے مابین عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔

اس بات کی توضیح یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ وہ امور شرعیہ جن کو احکام وفرائض کا نام دیا جاتا ہے مثلاً نماز، روزہ، حج، اور زکوۃ وغیرہ۔ ان کا حکم منجانب اللہ ہے مگر ان کے شرائط وارکان اور ادائیگی کا طریقہ سیرت رسول حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم سے میسرہ آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متاخرین کی کتب سیرت میں ارکان اسلام سمیت آپ کی ذات سے نسبت رکھنے والی ہر ہر چیز کو بیان کیا جاتا ہے۔

3۔ سیرت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی اہمیت

سیرت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی تعلیم ومعرفت کی غرض وغائت فقط تاریخی حالات وواقعات سے آگاہی نہیں بلکہ اصل مقصود یہ ہے کہ وہ دینی احکام اور اصول ومبادی جو ہمیں قرآن وسنت سے تفہیم ہوتے ہیں، ان کا علمی نمونہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی ذات عالی میں مجسم پیکر کی صورت میں دیکھا جاسکے۔ یہی اسلام کی روح اور حقیقت ہے۔ دراصل شرعی احکام وقواعد کو عملی جامہ پہنانا اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک نبی رحمت حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی سیرت طیبہ کو پیش نظر نہ رکھا جائے، گویا قرآن سے سنت کی عملی مطابقت کا ہی دوسرا نام سیرت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم ہے۔ درج ذیل نکات کی صورت میں سیرت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی ضرورت واہمیت کو مزید واضح کیا جاسکتا ہے۔

1- حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم اپنی امت کے فقط سردار ہی نہیں بلکہ للہ پاک کے ایسے رسول ہیں جن کو وحی الٰہی کے ساتھ توفیق وتائید حاصل ہے۔

2- زندگی کے جملہ معاملات میں ہادیٔ اعظم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی ذات اعلیٰ ایسا کامل نمونہ فراہم کرتی ہے کہ جسے دستور بنا کر انسان اپنی زندگی کے شب وروز عمدہ طریق پر بسر کر سکتا ہے، کیونکہ اللہ پاک نے آپ کو پوری انسانیت کے لئے مقتدا بنایا ہے۔

3- سیرت مصطفوی ہی انسان کو قرآن فہمی اور اپنے روحانی و مادی اسرار و معارف کے حصول و آگہی پر مدد کرتی ہے کیونکہ بہت سی آیات قرآنیہ ایسی ہیں جن کی وضاحت وتفسیر ان واقعات سے ہوتی ہے جو رسول اللہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کو اپنی زندگی میں پیش آئے۔

4- سیرت مصطفوی ﷺ سے ہی تہذیب وتمدن کی صحیح اور اعلیٰ اسلامی قدریں میسر آتی ہیں جن کا تعلق احکام واخلاق اور عقیدے سے ہے۔

5- معلمین ومبلغین اسلام کے لئے بھی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی تعلیم وتربیت میں زندہ جاوید نمونے موجود ہیں، کیونکہ آپ ایسے عظیم معلم، ناصح اور مربی ہیں کہ اپنی دعوت کے مختلف مراحل میں آپ نے عمدہ ترین طریقوں کو اختیار فرمایا۔

6- سیرت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کا سب سے عظیم پہلو یہ ہے کہ یہ انسانیت کے انفرادیٔ واجتماعی تمام اطراف وجوانب کو محیط ہے۔

البوطی کے اپنے الفاظ مندرجہ بالا مندرجات کی ترجمانی کرتے ہیں۔

"ا ن دراسة سيرةالنبي ﷺ ليست الا ابرازاً لهذه الجوانب الا نسانية كلها مجسدة في ارفع نموذج و اتم صورة"(27)

''انسانیت کے ارفع واعلیٰ پہلوؤں کے تمام عملی نمونے سیرت النبی کی معرفت سے ہی واضح ہوتے ہیں

علامہ حلبی شافعی سیرت مصطفیٰ کی اہمیت کو یوں واضح کرتے ہیں''۔

" ان سيرةالمصطفي عليه افضل الصلوٰة والسلام من اهم ما اهتم به العلمائالاعلام وحفاظ ملة الاسلام ،كيف لا، وهو الموصل لعلم الحلال والحرام والحامل علي التخلق بالاخلاق العظام وقد قال الزهري رحمه الله تعاليٰ في علم المغازي خير الدنيا والآخرة " (28)

''بے شک سیرۃ مصطفیٰ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی اہمیت (اس بات سے عیاں ہے کہ) بڑے عظیم الشان علماء دین اور حفاظ ملت اسلامیہ نے اس کی (تدوین کا) اہتمام کیا، ایسا کیوں نہ ہوتا، کیونکہ اس علم سے حلال وحرام کی پہچان ہوتی ہے اور یہ (علم سیرت) عظیم اخلاق کے ساتھ متصف ہونے پر برانگیختہ کرنے والا ہے''۔

امام زھری علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ علم (سیرو) مغازی میں دنیا وٓآخرت کی خیر اور بھلائی ہے۔

4۔ حفاظت سیرت

اللہ پاک نے اہل ایمان کو نبی پاک حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی سیرت واتباع کا حکم فرمایا ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

﴿لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ﴾ (29)

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی﴾ (30)

اتباع قدم بقدم چلنے کا نام ہے۔صحابہ کرام اتباع نبوی کا کامل ترین نمونہ تھے۔یہ حضرات ھادیٔ اکرم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے ہر قول اور تقریر کا عملی پیکر تھے۔اس طرح ابتداً ایک دو نہیں بلکہ سیرت کے ہزاروں عملی نسخے ترتیب پائے۔مناظر احسن گیلانی کے الفاظ میں ''پس تدوین حدیث (وسیرت) کی پہلی صورت تو خود صحابہ کرام کی زندگی تھی اور یہ تھی حفاظت حدیث یا اس تاریخ کو محفوظ کرنے یا ہونے کی پہلی صورت''۔(31)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

" کان اقرب الناس ھدیاً و دلاو سمتاًبرسول اللہ ﷺ ابن مسعود" (32)

''آنحضرت ﷺ سے طرز وروش چال ڈھال وضع وانداز میں سب سے زیادہ قریب ترین آدمی ابن مسعود ہیں''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما کے بارے منقول ہے:

" کان یتبع آثارہ فی کل مسجد صلیٰ فیہ وکان یعترض براحلتہ فی طریق رای رسول اللہ حضرت نبی کریم حضرت محمدرسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم عرض ناقتہ " (33)

جن مقامات پر حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے راستوں میں نمازیں پڑھیں تھیں ابن عمر ان مقامات کو تلاش کرتے تھے اور نمازیں پڑھتے تھے۔راستے میں جہاں کہیں حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے اپنی ناقہ مبارک کا رخ پھیرا آپ بھی ان مقامات پر اسی طرح کرتے۔حفظ سیرت اور عمل سنت کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال پیش کی جا سکتی ہے۔

4.1 حفاظت سیرت کے دو ذرائع:

1۔ حفظ: اللہ پاک نے اپنے نبی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی بعثت سے متعلق فرمایا۔

﴿هوالذی بعث فی الا میین رسولا﴾ (34)

''اللہ کی ذات وہ ہے جس نے خواندہ لوگوں میں انہی میں سے (عظمت والا) رسول بھیجا''۔اس قرآنی جملہ میں عرب اقوام کے لئے امیین کالفظ،ان کے پڑھنے لکھنے کی عدم صلاحیت پر دلالت کررہا ہے۔جسم انسانی کی یہ خصوصیت ہے کہ جس قوت کو زیادہ استعمال کیا جاتا ہے،وہ مزید ہوتی ہے لہذا عربوں کا ناخواندہ ہونا ان کے قوت حافظہ کی جلا کا باعث ہوا۔

2۔ کتابت: عرب فطری طور پر بدوی تھے لہذا نتیجتاً امی بھی تھے۔ان علاقوں میں پڑھنے لکھنے کا رواج تھا جہاں لوگ تہذیب وتمدن سے آشنا تھے۔مثلاً یمن وغیرہ۔فن کتابت یمن سے منتقل ہوکر حیرہ میں پہنچا پھر یہاں سے حرب بن امیہ کے ذریعے مکہ پہنچا۔(35)اسلام آیا تو شہر مکہ میں فقط سترہ آدمی فن کتابت سے آشنا تھے۔اہل مدینہ میں سے اوس اور خزرج کے قبائل میں کتابت کا رواج تھا،جب اسلام آیا تو اوس وخزرج کے کچھ لوگ لکھنا جانتے تھے۔مؤرخ بلاذری نے گیارہ نام ذکر کئے ہیں۔(36)اسلام سے قبل عربوں میں فن کتابت کا رائج ہونا قرآن وسنت اور سیرت طیبہ کی حفاظت کا مضبوط ترین سبب ٹھہرا۔اسلام اور بانی اسلام نے اس فن کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔یہی وجہ کہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے وحی کی حفاظت کے لئے کاتبین مقرر کئے اور فن کتابت سے آشنا بدری قیدیوں کا فدیہ دس مدنی بچوں کی تعلیم قرار پایا۔

4.2 حفظ سیرت کا اہتمام:

بعث نبوی نے اپنے ماننے والوں کی زندگیوں میں ایک عظیم انقلاب برپا کردیا تھا۔ان کا اوڑھنا بچھونا قرآن وسنت کے مطابق تھا۔اگر وہ بولتے تو قرآن،اگر ہم کلام ہوتے تو سیرت نبوی کی باتیں۔جس قسم کے ظاہری وباطنی خصوصیات اور ماحول میں وہ رنگے ہوئے تھے۔اس لحاظ سے ان کے لئے احادیث وسیر کی لمبی لمبی روایات یاد کرلینا اور یاد رکھنا مشکل نہ تھا۔ آج کے ناموافق حالات میں،جبکہ قلوب واذھان پر دن بدن دینی گرفت کمزور سے کمزورتر ہوتی چلی جارہی ہے،حفظ بہ تکلف کے عام قانون کے تحت چند اوراق کے نہیں بلکہ پورے قرآن کے حفاظ کرام پیدا ہورہے تو اس زمانہ وحالات میں حدیث

وسیرت کی روایتوں کو گوشۂ ذہن میں محفوظ رکھنا کون سا دشوار تھا۔(37)

بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین زراعت وتجارت اور دیگر مصروفیات کی وجہ سے ہمہ وقت حاضری سے معذور تھے۔ جب واپس آتے تو حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے اقوال وافعال سے متعلق اپنے ساتھیوں سے جستجو کرتے اور انہیں یاد کرتے، بلکہ بعض صحابہ کرام نے بارگاہ مصطفٰے میں حاضری کی باری بنا رکھی تھی، جو دیکھتے اور سنتے وہ ایک دوسرے کو بتا دیتے، جیسا کہ حضرت عمر فاروق اوران کے پڑوسی کے بارے منقول ہے کہ دونوں باری باری حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی مجلس میں حاضر ہوتے اور جو کچھ سنتے یا دیکھتے ایک دوسرے کو بتا دیتے۔(38)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنھم میں سے ایک خاص گروہ جنہیں اصحاب صفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جنھوں نے دنیاوی لذتوں کو خوشی سے ترک کر رکھا تھا تاکہ شب وروز مسجد نبوی میں رہ کر آپ کے ارشادات سنیں اور یاد کریں۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ اسی گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔

حفظ سیرت وحدیث کے اہتمام میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے قلب وذہن میں ہمہ وقت یہ نوید سعید رہتی ہوگی۔

" قال رسو ل الله ﷺ نضر الله امرأ سمع مقالتي فوعا ها فاداها كما سمعها " (39)

''حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا اللہ پاک اس شخص کے چہرے کو بارونق بنائے جس نے میری بات سنی پھر اسے خوب یاد کیا اس کے بعد جیسے سنا ویسے ہی دوسرے لوگوں تک پہنچا دیا''۔

خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

" الا ليبلغ الشاهد منكم الغائب فلعل بعض من يبلغه ان يكون اوعیٰ له من بعض من سمعه"(40)

''جو لوگ اس جگہ موجود ہیں ان پر ضروری ہے کہ وہ یہ احکام ان لوگوں تک پہنچائیں جو اس وقت موجود نہیں ممکن ہے جن کو یہ احکام پہنچائے جائیں وہ سننے والوں سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوں''۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے رسول اکرم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے اقوال وافعال اور روایات سیرت کو یاد کرنے اور پھر آگے پہنچانے کا خوب حق ادا کیا۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (41) فرماتے ہیں کہ میں ایک مسکین آدمی تھا۔ جو کھانے کو مل جاتا اسی پر قناعت کرتا۔ لوگ اپنے کاموں میں مشغول رہتے اور میں بارگاہ نبوی میں حاضر رہتا۔ ایک دن حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا جو شخص اپنی چادر بچھائے رکھے اور پھر اسے اکٹھا کرے، جو کچھ مجھ سے سنے گا کبھی نہ بھولے گا۔

" ... فبسطته ثم قال ضمه الي صدرک فضممته فما نسيت حديثا بعد ..." (42)

"مجھے اس خدا کی قسم جس نے میرے نبی کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اس کے بعد میں نے حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کی زبان سے جو سنا کبھی نہ بھولا"۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (43) نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا۔

" انت کنت الزمنا لرسول الله ﷺ و احفظنا لحديثه " (44)

اے ابوھریرہ! تجھے ہم سے زیادہ رسول اللہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کی صحبت میسر آئی ہے، اس لئے تجھے آپ کی احادیث بھی ہم سے زیادہ یاد ہیں۔

اصحاب رسول تو حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم سے سنے ہوئے الفاظ کو یاد کر کے اسی طرح نقل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ بعض اوقات صحابہ ایک دوسرے کا امتحان لیتے کہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کے ارشاد کے بیان میں کسی سے کوئی تساہل تو واقع نہیں ہوا۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (45) کو ایک حدیث کے الفاظ میں کچھ اشتباہ واقع ہوا۔ اس حدیث کے سننے میں فقط ایک صحابی حضرت عقبہ بن عامر (م 58ھ) (46) شامل تھے جو مصر میں تھے۔ آپ عازم سفر ہوئے۔ ایک ماہ بعد مصر پہنچے۔ ان سے حدیث سنی، حضرت عقبہ کہنے لگے۔

" سمعت رسول الله ﷺ يقول: من ستر مؤمناً في الدنيا علي عورته ستره الله يوم القيامة" (47)

حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن کر تصدیق کی اور فرمایا مجھے اس حدیث کا علم تھا لیکن اس کے الفاظ میں وہم سا ہو گیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (48) حج کرنے کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا (49) نے اپنے بھانجے زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی خدمت میں بھیجا، چند احادیث پوچھیں۔ ان میں سے ایک حدیث یہ بھی تھی کہ آخر زمانے میں علم لوگوں کے درمیان سے اس طرح اٹھالیا جائے گا کہ علماء کو وفات دے دی

جائے گی۔ جاہل باقی رہ جائیں گے جو بلا دلیل و برھان فتویٰ دیں گے...... حضرت ابن عمرو اگلے سال جب دوبارہ آئے تو اسی حدیث کے بارے دوبارہ پوچھا گیا آپ نے پچھلے سال والے الفاظ کو بعینہ بیان کیا حضرت عائشہ رضی اللہ توالیٰ عنھا نے فرمایا کہ ان کی بیان کردہ حدیث درست ہے کیوں کہ انہوں نے اس کے الفاظ میں کمی بیشی نہیں کی۔(50)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ(51) فرمایا کرتے تھے۔

" اکثروا ذکر الحدیث فا نکم ان لم تفعلوا یندرس الحدیث " (52)

''حدیث کو بار بار دھراتے رہو، اگر ایسا نہ کرو گے تو تمہارا علم مٹ جائے گا''۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ(53) فرماتے ہیں:

" تذ اکروا ھذا الحدیث فان حیاته مذاکرته " (54)

''بار بار حدیث کو دھراتے رہو کیونکہ اس کی زندگی اس کے دھرانے میں ہے''۔

حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" غائلةالعلم النسیان وترک المذاکرة " (55)

''علم کی آفت اس کا بھول جانا ہے اور دہرانے کو چھوڑ دینا ہے''۔

حضرت عطاءؒ نقل کرتے ہیں:

' کنا نأتي جابر بن عبدالله فاذا خرجنا من عند ہ تذاکرنا " (56)

''ہم (حضرت) جابر بن عبداللہ(57) کے پاس ہوتے، وہ ہمیں حدیثیں بیان کرتے جب ہم ان کے پاس سے باہر آتے تو ان کی حدیثوں کو دھراتے''۔

حضرت علقمہ(58) شاگرد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بارے میں فرماتے ہیں:

" ما حفظت وانا شاب فکأني انظر الیه في قرطاس او ورقة " (59)

''اپنی جوانی کے زمانے میں جو چیزیں میں نے زبانی یاد کر لی تھیں، گویا میں کاغذ یا ورق میں ان کو دیکھ رہا ہوں''۔

اس بیان میں زبانی حفظ کے ساتھ ساتھ اپنے علوم کو صفات قرطاس پر مرتسم کرنے کا اشارہ موجود ہے۔ آئندہ صفات میں واضح ہوگا کہ صحابہ کرام خود بھی اور بالخصوص ان کے شاگرد تابعین بھی احادیث وسیر کی روایات کو محفوظ رکھنے کے لیے حفظ کے ساتھ ساتھ کتابت کا کس قدر اہتمام کرتے تھے۔

قرآن مجید کے حفظ کا اہتمام تو آغاز اسلام سے ہی ہو چکا تھا۔ مگر صحابہ کرام رضون اللہ علیھم اجمعین حدیث وسیرت

کے حفظ کا بھی اہتمام کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (60) اپنے غلام حضرت عکرمہ کو رسی سے باندھ کر قرآن وسنت کی تعلیم دیتے تھے۔

حضرت عکرمہ (61) مولیٰ عباس نقل کرتے ہیں:

" کان ابن عباس یضع الکبل فی رجلی علی تعلیم القرآن والسنن " (62)

''ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن اور احادیث کے لئے میرے پاؤں میں بیڑی ڈال دیتے تھے''

سید معظم حسین "معرفۃ علوم الحدیث" کے اول میں اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''ابتداً علوم کو لکھ کر محفوظ کرنے کی بجائے ،قلوب واذھان میں محفوظ کرنے پر اعتماد کیا جاتا تھا۔جس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کتاب کو محفوظ کیا جاتا تھا۔جب اسلام پھیل گیا، امصار و بلاد میں وسعت ہوگئی۔صحابہ اطراف واکناف میں چلے گئے۔اکثر صحابہ وفات پا گئے اور ضبط واتقان میں کمی واقع ہوگئی تو حدیث (وسیرت) کو کتابت کے ساتھ محفوظ ومدون کرنے کی ضرورت پیش آئی''۔(63)

5۔ سیرت کے اولین مصادر ومراجع

5.1 قرآن:

قرآن مجید سیرت کے مآخذ میں سے سب سے پہلا اور مستند ترین مصدر ہے۔جسے اللہ پاک نے حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کے قلب اقدس پر نازل فرمایا۔ ﴿فانہ نزلہ علی قلبک﴾ (64) پورا قرآن پاک آپ کی سیرت طیبہ پر شاھد عادل ہے۔اس میں جابجا سیرت سے متعلق معلومات موجود ہیں۔بے شمار آیات اور ان کا شان نزول آپ کی حیات طیبہ کے ان گنت گوشوں کو بے نقاب کرتی ہیں۔جسے ﴿انک لعلیٰ خلق عظیم﴾ (65) کے اجمال میں بیان فرمایا اور ''کان خلقہ القرآن" (66) سے اس کی تفصیل کی طرف اشارہ کیا گیا۔بعثت وہجرت کے علاوہ غزوات وسرایا ،غنائم ،انفال ،فیٔ اور جہاد وقتال سے متعلق امور مختلفہ کا بیان جن میں کفار ومشرکین کے ساتھ عہد ومیثاق بھی شامل ہیں آپ کی سیرت پر دال ہیں۔

5.2 عہد نبوی کا تحریری سرمایہ:

رسول معظم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی سیرت تحریری طور پر محفوظ کرنے کا آغاز غیر ارادی طور پر آغاز ہجرت سے ہی ہو جاتا ہے۔ سفر ہجرت میں آپ نے سراقہ بن جعشم کو امان نامہ لکھ کر دینے کا حکم فرمایا کتب سیرت وحدیث میں خود سراقہ سے منقول ہے:

" فسألته ان يكتب لي كتاب موادعة آمن به ،قال:(اكتب له يا ابا بكر)(67)وفي رواية : فأمر عامر بن فهيرة فكتب في رقعة من أديم " (68)

''میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو اپنے لئے امان نامہ لکھ کر دینے کے لئے عرض کیا تو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ اسے لکھ دو۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا تو انہوں نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر لکھ دیا''۔

ہجرت کے بعد جلد ہی مہاجرین وانصار اور یہود کے مابین تحریری معاہدہ طے پایا جسے مؤرخین ومحققین نے دنیا کا پہلا تحریری دستور قرار پایا ہے۔ علامہ ابن ھشام نے ابن اسحاق کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

" وكتب رسول الله ﷺ كتابا بين المهاجرين والانصار ،وادع فيهم يهود وعاهدهم... " (69)

''رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین وانصار کے مابین ایک معاہدہ لکھا اس صلح نامہ میں آپ ﷺ نے یہودیوں کو بھی شامل فرمایا''۔

مدینہ منورہ تشریف لانے سے کچھ عرصہ بعد حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے مردم شماری کرائی، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل اسلام کے اسماء گرامی نقل تحریر کئے جو پندرہ سو تھے۔

" عن حذيفة قال قال النبي ﷺ: اكتبوا لي من يلفظ بالاسلام من الناس فكتبنا له الف خمس مأةرجل " (70)

حضرت عباس بن عبدالمطلب جو بدر الکبری سے پہلے اسلام قبول کر چکے تھے کفار مکہ کے ناپاک عزائم سے تحریراً (خط بھیج کر) آگاہ کرتے تھے۔

" اسلم العباس بمكة قبل بدر(...)وانه كان لا يعمي على رسول الله ﷺبمكة من خبر يكون الا كتب به اليه (71)

جہاد کے بعد حاصل ہونے والے مال غنیمت کا باقاعدہ حساب رکھا جاتا۔ آمدن اور خرچ کا اندراج ہوتا۔ یہ خدمت حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ اوسی انجام دیتے تھے۔ جہشیاری لکھتے ہیں۔

" كان يكتب غنائم رسول الله ﷺ " (72)

حضرت محمد بن مسلمہ اوسی انصاری (م) بھی اسی شعبہ سے منسلک تھے چنانچہ غزوۃ بنوقینقاع سے حاصل شدہ مال غنیمت کا حساب ان کے سپرد تھا۔

" وكان الذى ولي قبض اموالهم محمد بن مسلمة " (73)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے بارے تو صراحتاً یہ بات ملتی ہے کہ ہادی اعظم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے آپ کو اپنے ارشادات عالیہ نہ صرف تحریر کرنے کی اجازت بخشی بلکہ ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

" عن عبد الله بن عمرو قال كنت اكتب كل شيء اسمع من رسول الله ﷺأريد حفظه فنهتني قريش فقالوا انک تكتب كل شيء تسمعه من رسو ل الله ﷺ ورسول الله بشر يتكلم في الغضب فامسكت عن الكتاب فذكرت ذالک لرسول الله ﷺ فقال: ("اكتب فوالذى نفسي بيده ما خرج مني الاحق) " (74)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے کہا کہ میں حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی زبان سے جو کچھ سنتا تھا اسے لکھ لیا کرتا تھا، اس ارادے سے کہ اسے یاد کروں گا۔ لیکن قریش نے مجھے منع کر دیا اور کہا تم رسول اللہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے سنتے ہو لکھ لیتے ہو اور حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم تو بشر ہیں، کبھی غصہ میں بھی کچھ فرما دیتے ہیں۔ میں نے لکھنا ترک کر دیا۔ اس بات کا ذکر میں نے حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم ی خدمت میں کیا تو آپ نے فرمایا جو مجھ سے سنو ضرور لکھو، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میری زبان سے حق کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا''۔

" عن مجاهد قال :رأيت عند عبد الله بن عمرو بن العاص صحيفة فسألت عنها فقال:هذا الصادقة فيها ما سمعت من رسول الله ﷺ ليس بيني و بينه فيها احد " (75)

''مجاہد کہتے ہیں کہ ہم نے عبداللہ بن عمرو صحابی کے پاس ایک کتاب دیکھی تو دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ آپ نے

فرمایا یہ ''الصادقہ'' ہے جسے میں نے خود حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم سے سنا ،جس میں میرے اور آپ کے درمیان کوئی دوسرا نہیں''۔

دارمی کے الفاظ ہیں:

" اما الصادقة فصحيفة كتبتها عن من رسول الله ﷺ " (76)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص کے سوا مجھ سے زیادہ کسی کو احادیث یاد نہ تھیں۔ کیونکہ وہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم سے جو کچھ سنتے تھے لکھ لیتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا۔

" ... ليس احد من اصحاب رسول الله ﷺ اكثر حد يثا عن رسول الله ﷺ الا عبد الله بن عمرو فانه كا ن يكتب و كنت لا اكتب ... " (77)

زمانۂ نبوی میں جو حضرات احادیث مبارکہ کو احاطہ تحریر میں لاتے تھے ان میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ثانی الذکر کے بارے میں حضرت ابوھریرہ سے منقول ہے۔

" لم يكن من اصحاب رسول الله ﷺ اكثر حديثا مني الا عبد الله بن عمرو فانه كا يكتب و لا تكتب " (78)

دارمی کی ایک روایت سے ظاہر ہے کہ یمن والوں کو حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے مختلف قسم کے احکام ایک رسالہ کی شکل میں لکھ کر بھیجے تھے۔

ان رسول اللـه ﷺ كتب الى اهل اليمن ان لا يمس القرآن الا طاهر و لا طلاق قبل ملاك و لا عتاق حتى يبتا ع " (79)

''حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے یمن والوں کو لکھوا بھیجا کہ قرآن پاک کو پاک آدمی کے سوا کوئی مس نہ کرے اور نکاح سے پہلے طلاق نہیں اور غلام کی خریداری سے پہلے آزادی نہیں''۔

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (80) کو حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے جب یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرائض ،صدقات اور دیات وغیرہ کے احکام لکھوا کر عطا فرمائے۔

" وكتب لهم كتاباً فيه الفرائض و السنن والصدقات والديات " (81)

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شوہر کی دیت کے بارے میں مجمع عام سے پوچھا تو حضرت ضحاک بن سفیان نے جواب دیا کہ مجھے معلوم ہے اور حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے

یہ ہمیں لکھوا کر بھیجا تھا۔(82)

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ(83) نے یمن سے خط لکھ کر سبزیوں کی زکوۃ کے بارے سوال کیا تو حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وسلّم نے فرمایا کہ سبزیوں پر زکوۃ نہیں۔

" عن معاذانہ کتب الی النبی ﷺ یسألہ عن الخضروات وھی البقول فقال لیس فیھا شئی "(84)

زکوۃ کے مفصل احکام جو دو صفحات پر مبنی ہیں، وہ لکھوا کر امراء کی طرف بھیجے گئے حضرت ابوبکر بن عمرو بن حزم کے خاندان میں، زکوۃ کے محصلین اور دیگر متعدد اشخاص کے پاس یہ تحریری احکام موجود تھے۔(85)

خطبہ حجۃ الودع کے موقع پر ایک یمنی شخص ابوشاہ نے یہ آخری خطبہ لکھنے کی درخواست کی تو حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وسلّم نے فرمایا:

" اکتبوہ لابی شاہ " (86)

الجہشیاری نے حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وسلّم کے کاتبین کی ذمہ داریوں کو یوں بیان کیا ہے کہ عثمان بن عفان اور علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحی کی کتابت کے فرائض انجام دیتے، اگر یہ نہ ہوتے تو ابی بن کعب اور زید بن ثابت یہ خدمت انجام دیتے۔

خالد بن سعید بن عاص اور معاویہ بن ابی سفیان حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وسلّم کے ذاتی اخراجات کا حساب لکھتے۔ مغیرہ بن شعبہ اور حصین بن نمیر تمام لوگوں کے قرضہ جات اور معاملات وقضایا لکھتے۔ عبداللہ بن ارقم بن عبدیغوث اور علاء بن عقبہ قبائل عرب کے پانی کے چشموں اور انصار کے زن وشوئی کے معاملات لکھتے۔ زید بن ثابت امراء کے نام خط اور دعوت نامے لکھنے کی خدمت بھی انجام دیتے تھے۔ حنظلہ بن ربیع کاتبین کی عدم موجودگی میں ان کی نیابت کرتے۔ والے وفود کے حالات لکھے تو ان تحریروں سے خوب استفادہ کیا۔(87)

5.3 خطوط کی صورت میں سرمایۂ سیرت:

عہد رسالت مآب حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وسلّم میں روایات سیرت نبوی کی حفاظت کا دارومدار اکثر وبیشتر قوت حفظ پر تھا، لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا صحیح نہیں کہ زمانۂ نبوی میں آپ کے ارشادات بالکل ہی قلم بند نہیں کئے گئے۔

ابن عباس وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے متعدد طرق واسناد سے مروی ہے کہ جب حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم ذوالحجہ ٦ھ میں حدیبیہ سے واپس تشریف لائے تو قاصدوں کو سلاطین کے پاس دعوت اسلام دینے کیلئے بھیجا، ان کے نام فرمان تحریر فرمائے۔

" عن ابن عباس وغيرهم رضي الله عنهم (...) قالوا ان رسول الله ﷺ لما رجع من الحديبية في ذي الحجة سنة ست ارسل الرسل الي الملوک يد عوهم الي الاسلام و کتب اليهم کتباً..."(88)

آپ ﷺ نے نجاشی کو دو دعوت نامے تحریر فرمائے تھے، ایک میں انہیں دعوت اسلام دی تھی اور قرآن پاک کی آیات تحریر فرمائیں دوسرے میں آپ نے حکم دیا تھا کہ وہ ام حبیبہ بنت سفیان بن حرب کا نکاح حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم سے کر دے۔

" فلما کان شهر ربيع الاول سنة سبع من هجرةرسول الله ﷺ الي المدينة کتب رسول الله ﷺ الي النجاشي کتابا يدعو فيه الي الاسلام (...)وکتب اليه رسول الله ﷺ ان يزوجه ام حبيبة بنت ابي سفيان بن حرب ... " (89)

اسی طرح حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے روم میں ہرقل کو، ایران میں کسریٰ کو، اسکندریہ میں مقوقس کو، بحرین میں منذر بن ساوی (90) کو، یمامہ میں ہوذہ بن علی کو اور دمشق میں حارث بن ابی شمر غسانی کو خود خطوط لکھوائے جو سیرت کا عظیم تحریری سرمایہ ہیں۔(91)

مدائنی سے منقول ہے کہ زید بن ثابت وحی لکھتے تھے۔ معاویہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم اور قبائل کے مابین خط وکتابت کی خدمت سرانجام دیتے تھے۔ حضرت علی نے صلح نامہ حدیبیہ لکھا ،عبداللہ بن ارقم سلاطین کے نام خطوط لکھتے تھے۔ ابی بن کعب نے عمان کا خط لکھا تھا۔(92)

صحیح بخاری میں تعلیقاً مذکور ہے کہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے حضرت زید سے فرمایا کہ یہودیوں کی تحریر سیکھ لو۔ انہوں نے چند دنوں میں ان کی تحریر کو سیکھ لیا۔ اس لئے وہی ان کو خط لکھتے اور ان کے خطوط کا جواب دیتے۔(93)

علامہ ابن قیم نے اپنی تالیف میں ان خطوط کا ذکر کیا جو حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے اہل ایمان کو تحریر فرمائے:

" فمنها کتابه في الصدقات الذی کان عند ابي بکر وکتبه ابو بکر لانس بن مالک لما وجهه الي

البحرين وعليه عمل الجمهور ،و منها كتابه الى اهل اليمن وهو الكتاب الذى رواه ابو بكر بن عمرو بن حزم عن ابيه عن جده وهو كتاب عظيم فيه انواع كثير من الفقه في الزكاة والديات والاحكام وذكر الكبائر والطلاق والعتاق واحكام الصلوة في الثوب الواحد والاحتباء فيه ومس المصحف وغير ذالك ،قال الامام احمد لاشك ان رسول الله ﷺ كتبه واحتج الفقهاء كلهم بمافيه من مقادير الديات ،ومنها كتابه الى بنى زهير ،ومنها كتابه الذى كان عند عمر بن الخطاب في نصب الزكوة وغيرها " (94)

''ان خطوط میں سے ایک زکوۃ کے متعلق تھا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس محفوظ تھا، اسے (حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کے حکم سے) حضرت ابوبکر نے حضرت انس بن مالک کے لئے لکھا تھا جب انہیں بحرین کی طرف روانہ کیا اسی خط کے مطابق آج جمہور کا عمل ہے۔

ایک خط اہل یمن کی طرف بھیجا، اس خط کو ابوبکر (تابعی) نے اپنے والد عمرو سے اور انہوں نے اپنے والد حزم سے روایت کیا ہے۔ یہ بہت عظیم الشان خط ہے۔ اس میں فقہ کے کثیر التعداد مسائل درج ہیں مثلاً زکوۃ، دیت اور احکام کے علاوہ کبیرہ گناہوں، طلاق، غلاموں کی آزادی، ایک کپڑے میں نماز پڑھنے، ایک ہی کپڑا اوڑھنے مصحف کو چھونے وغیرہ کے مسائل درج ہیں''۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ یہ خط حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے لکھوایا۔ عام فقہاء اس میں درج شدہ دیتوں کی مقدار پر عمل پیرا ہیں۔ عبداللہ بن الحکیم کے پاس نبی اکرم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کا دعوت نامہ پہنچا، جس میں مردہ جانور کے بارے حکم درج تھا۔

" عن عبد الله بن حكيم قال اتانا كتاب رسول الله ﷺ ان لا تنتفعوا من الميتة با هاب ولا عصب" (95)

رسول اکرم، ہادی برحق حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کے مکاتیب مبارکہ کو قبائل عرب نہایت احترام کی نظر سے دیکھتے تھے اور اس کی بے ادبی کو اپنے لئے وبال جان خیال کرتے تھے۔ چمڑے کے ایک ٹکڑے پر تحریر شدہ نامہ مبارک سمعان بن عمرو بن قریط عرنی کے پاس پہنچا تو اس نے اس سے اپنے ڈول کی پیوندکاری کر دی۔ اس کی بیٹی نے دیکھ کر کہا۔

" ما اراک الا ستصیبک قارعة،اتاک کتاب سید العرب فرقعت به دلوک " (96)

''میرا خیال ہے کہ عنقریب تجھے کوئی مصیبت پہنچے گی، کیونکہ آپ کے پاس سید العرب کا خط آیا تم نے ڈول کی پیوند کاری کردی''۔

خدا داد عظمت وہیبت کی وجہ سے اہل عرب آپ کے نامہ مبارک کو ایک عظیم ہستی کا نوشتہ سمجھتے ہوئے محفوظ رکھتے۔ چنانچہ مغازی کے مشہور عالم مجالد بن سعید بن عمیر ھمدانی (144ھ) کے دادا کے نام نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے نامہ مبارک بھیجا، اس کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

" کتاب رسول الله ﷺ الی جدی عندنا " (97)

''میرے دادا کے نام حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کا نامہ مبارک ہمارے پاس موجود ہے''۔

5.4 عہد و مواثیق کی صورت میں سرمایہ سیرت:

ہجرت مدینہ کے بعد رسول کریم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے اپنی ہجرت گاہ کو امن کا گہوارہ بنانے کیلئے قرب وجوار میں بسنے والے عرب قبائل سے تحریری معاہدے کئے جو آج تاریخ وسیرت کی معتبر کتابوں میں محفوظ ہیں اور سیرت کا عظیم سرمایہ ہیں۔

تاریخ اسلام کا سب سے پہلا معاہدہ جو انصار ومہاجرین اور یہود کے مابین طے پایا (اس مقالہ کے صفحہ ۶ پر مذکور ہے) یہ وہ تحریری دستاویز ہے جسے میثاق مدینہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حدیبیہ کے مقام پر جو صلح نامہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم اور کفار مکہ کے درمیان حضرت علی نے لکھا تھا اس کی ایک نقل قریش نے لی اور ایک حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے اپنے پاس رکھی۔

" وکتب علیّ صدر ھذا الکتاب فکان ھذا عند رسول الله ﷺ وکانت نسخته عند سھیل بن عمرو " (98)

ابن ہشام کے الفاظ ہیں

" ثم دعا رسول الله ﷺ علی بن ابی طالب رضوان الله علیه ،فقال :اکتب ... " (99)

بنی عقیل قبیلہ کے تین افراد ربیع بن معاویہ، مطرف بن عبداللہ اور انس بن قیس نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر اپنے قبیلہ کی طرف سے بیعت اسلام کی۔ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے سرخ چمڑے پر بنی عقیل کا علاقہ بطور جاگیر لکھ کر دیا۔ یہ نامہ مبارک مطرف کے پاس تھا۔

" ... وفد منا من بني عقيل على رسول الله ﷺ ربيع بن معاوية (...)ومطرف بن عبد الله (...)وانس بن قيس (...)فبايعوا واسلمو او بايعوه على من ورآء هم من قومهم فاعطاهم النبي ﷺ العقيق عقيق بني عقيل ،وهي ارض فيها عيون و نخل ،وكتب لهم بذالک کتابا في اديم احمر (...)فكان الكتاب في يد مطرف ... " (100)

اسی طرح حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے قبیلہ جعد بن کعب سے رقادہ بن عمرو کو مقام فلج میں ایک قطعہ اراضی عطا فرمایا اور تحریر لکھ کر دی جو ان کے خاندان میں رہی۔

" واعطاه رسول الله ﷺ بالفلج ضيعة وكتب له كتابا ،وهو عند هم " (101)

عداء بن خالد بن ہوذہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پانی کا ایک چشمہ عطا فرمایا اور سند لکھ دی۔

" وفد على النبي ﷺ واقطعه مياها كانت لبني عمرو بن عامر " (102)

یوحنّہ بن رؤبہ، صاحب ایلہ کو صلح نامہ لکھ کر دیا۔ اہل خیبر سے بٹائی کا معاملہ تحریری ہوا۔ اہل جرباء اور اذرح کو ایک صلح نامہ لکھ کر دیا۔

صالح رسول الله ﷺ اهل اذرح على مآة دينار في كل رجب وصالح اهل الجرباء على الجزية وكتب لهم كتابا (103)

اکیدر صاحب دومۃ الجندل کو صلح نامہ لکھ کر دیا۔ (104) اور اہل فدک سے تحریری صلح ہوئی۔ (105)

ڈاکٹر حمید اللہ (مرحوم) کا مجموعہ الوثائق السیاسیہ جس میں تقریباً 382 خطوط و معاہدات شامل ہیں، اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ اسی طرح بے شمار تحریرات زمانہ نبوی و متصل مابعد میں موجود تھیں جو سیرت کے تحریری سرمایہ پر دال ہیں۔

5.5 عہد خلفائے راشدین کا تحریری سرمایۂ سیرت:

عہد خلفاء راشدین میں فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوتا چلا گیا۔ نت نئے ممالک و مناطق احاطۂ اقتدار میں آتے چلے گئے اقوام عالم کے ساتھ تعامل کا ظہور امرِ ناگزیر تھا۔ چنانچہ مختلف قوموں اور حکومتوں کے ساتھ تحریری معاہدات ہوئے حتیٰ کہ خود اسلامی لشکر میں امراء و خلفاء کے مابین خط و کتابت کا سلسلہ چلتا رہا۔ اس طرح پہلی ہجری کے نصف اول میں ہی سیرت کا

وہ عظیم سرمایہ تحریر کی صورت میں معرض وجود میں آیا جس سے کتب سیرت وتواریخ بھری پڑی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل خفاش کے نام ایک خط بھیجا تھا جس میں انہیں جزیہ دینے کا حکم تحریر تھا جو دوسری صدی ہجری تک محفوظ رہا۔(106) عہد صدیقی میں جب حیرہ کا علاقہ فتح ہوا تو حضرت خالد بن ولید (حاشیہ) (خالد بن ولید بن المغیرہ القرشی المخزومی، زمانے نبوت سے جن کو سیف اللہ کا لقب عطا ہوا۔ اشرافِ قریش میں سے تھے۔ فتح خیبر کے بعد سن سات ہجری میں اسلام لائے۔ سن اکیس ہجری میں شہرِ حمص یا شہرِ مدینہ میں فوت ہوئے۔ دیکھئے: الاصابہ ۲/ ۲۶،۲۳) نے ان کے ساتھ جو معاہدہ کیا اسے لکھ کر دیا۔ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ایلہ کے ساکنان سے تحریری معاہدہ ہوا۔

" ان ابا العباس عبد الله بن محمد قد اشترى معاهدة ايله من اهلها بثلاث مأة دينار " (107)

''ایلہ کے معاہدہ والانسخہ اہل ایلہ سے (خلیفۂ عباسی) ابوالعباس عبداللہ بن محمد نے تین سو دینار میں خریدا''۔

عتبہ بن فرقد سلمیٰ نے موصل کے قریب قلعہ تکریت 20ھ میں فتح کیا اور اہالیان تکریت کو امان نامہ لکھ کر دیا۔ اہل رہا کے پاس خلافت فاروقی کے زمانہ کی ایک تحریر تھی جو انہیں عیاض بن غنم نے لکھ کر دی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابوعبداللہ نافع بن حارث بن کلاہ نے بصرہ کے قریب ایک قطۂ اراضی طلب کیا جس کی سند آپ نے انہیں لکھ دی اور اپنے امراء حضرت ابوموسیٰ اشعری اور مغیرہ بن شعبہ کو بھی خطوط کے ذریعے اطلاع دی۔(108)

5.6 عہد صحابہ وتابعین کا تحریری سرمایۂ سیرت:

عام طور پر اہل عرب جنگی واقعات کی زبانی روایات کرتے تھے مگر فن تحریر سے آشنا بعض لوگ انہیں لکھ بھی لیتے تھے بشیر بن سعد بن ثعلبہ انصاری کے بارے منقول ہے:

" وكان بشير يكتب بالعربية في الجاهلية وكانت الكتابة في العرب قليلاً " (109)

''زمانۂ جاہلیت میں بشیر بن سعد عربی زبان میں لکھا کرتے تھے جب کہ عربوں میں کتابت کا فن قلیل تھا''۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک ساتھی کو اپنے ہاں لائے اور تحریری صورت میں اپنی مرویات دکھائیں۔ راوی کے بیان کے مطابق وہ ان کے ہاتھ سے نہیں بلکہ کسی اور کے ہاتھ سے لکھے ہوئے تھے۔

" الحسن بن عمرو بن امية قال :تحدث عند ابي هريرةبحديث ،فاخذ بيدى الي بيته فأرانا كتباًمن حديث النبي ﷺ وقال :هذا هو مكتوب عندى قال ابن عبد البر (...)وقد ثبت انه لم يكن يكتب

،فتعین ان المکتوب عندہ بغیر خطہ " (110)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات کا ایک مجموعہ ہمام بن منبہ (م) نے تیار کیا جو کتب احادیث میں ان کے نام سے موسوم ہے۔امام احمد بن حنبل نے اسے اپنی سند میں بیان کیا ہے۔

بشیر بن نہیک نے بھی آپ کی روایات کا مجموعہ تیار کیا، پھر آپ سے اجازت لی۔

" عن بشیر بن نھیک قال کتبت کتابا عن ابی ھریرۃ فقلت ارویہ عنک قال نعم " (111)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس مجموعہ احادیث تھا جس کے بارے آپ بتاتے تھے کہ یہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم پر پیش کی ہوئی کتاب ہے۔آپ اپنے بیٹوں کو فرمایا کرتے تھے میرے بچو علم کو تحریر کی قید و بند میں لاؤ۔

" ... انہ قال لبنیہ : یا بنی قیدوا العلم بالکتاب " (112)

سعید بن جبیر (تابعی) کا بیان ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس سے رات کو روایات سنتا اور پالان پر لکھ لیتا، پھر صبح ان کو اتار لیتا۔ براء بن عازب صحابی کے پاس بیٹھ کر تابعین ان کی روایات نقل کرتے تھے۔(113)

حضرت نافع وحضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما کی خدمت میں تیس سال رہ کر علم حاصل کرتے رہے وہ اپنے شاگردوں کو اپنے سامنے بٹھا کر احادیث لکھوایا کرتے تھے۔(114)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک صحیفہ تھا جو ان کی نیام میں موجود رہتا تھا۔اس میں احکام سے متعلقہ متعدد احادیث لکھی ہوئی تھیں۔زیارت کے خواہش مند حضرات کو آپ نے دکھایا۔(115)

صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیھم اجمعین کے مابین خط وکتابت کی صورت میں بھی سوال وجواب کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ابن ابی ملیکہ نے حضرت عبداللہ بن عباس کی خدمت میں لکھ کر عرض کیا کہ مجھے دینی احکام پر مشتمل ایک رسالہ لکھ بھیجیں، جو بات چھپانے کے لائق ہو اسے چھپائیں۔

" فدعا بقضاء علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجعل یکتب منہ اشیاء ویمر بہ الشیء " (116)

''آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاوی طلب کیے ان سے لکھنا شروع کیا بعض کو نظر انداز کر دیا''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما کے اپنے روایات کے متعدد مجموعے تھے۔اہل طائف میں بعض لوگ ان کا ایک مجموعہ ان کو سنانے کے لئے لائے۔

" ان نفرا قدموا علی ابن عباس من اھل الطائف بکتاب من کتبہ فجعل یقرأ علیھم "(117)

سلمیٰ خاتون کہتی ہیں کہ انہوں نے عبداللہ بن عباس کو دیکھا کہ وہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے غلام ابورافع سے حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے کارنامے لکھا کرتے تھے۔(118) واقدی کے قول کے مطابق، رئیس عمان، منذر بن ساوی کو حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے خط بھیجا تھا وہ ابن عباس کی کتابوں کے ساتھ انہوں نے دیکھا۔(119) صحابہ کرام میں آپ سیر ومغازی کے مشہور عالم ومعلم تھے۔آپ اکابر صحابہ کی خدمت میں حاضر رہتے اور بڑی محنت کے ساتھ ان سے علم مغازی حاصل کرتے۔

آپ کا فرمان ہے:

" كنت الزم الا كابر من اصحاب رسول الله ﷺ من المهاجرين والانصار فأسألهم عن مغازى رسول الله ﷺ وما نزل من القرآن " (120)

امام مغازی موسیٰ بن عقبہ سے منقول ہے کہ کریب نے عبداللہ بن عباس کی کتابیں ایک اونٹ کے وزن کے برابر ہمارے پاس رکھیں۔(121)

حضرت سمرہ بن جندب کے بیٹے سلیمان بن سمرہ اپنے باپ سے ایک بڑا نسخہ روایت کرتے تھے۔

" روى عن ابيه نسخة كبيرة " (122)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی روایات مرتب ہو چکی تھیں۔لفظ کبیرۃ سے اس کی وضاحت ہو رہی ہے ورنہ چند احادیث پر نسخہ کبیرۃ کا لفظ اطلاق درست نہیں۔(123)

حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت کا ایک مجموعہ حضرت وہب (تابعی) نے تیار کیا تھا جو اسماعیل بن عبدالکریم کے پاس تھا'' والصحیفۃ التی یرویھا عن وہب عن جابر''(124) اور دوسرا مجموعہ سلیمان بن قیس یشکری نے تیار کیا تھا اور ان سے ابو الزبیر، ابوسفیان اور شعبی نے سماعت کیا۔(125)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ (87ھ) نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے عمر بن عبداللہ کے نام ایک مکتوب بھیجا جو مغازی سے متعلق تھا۔(126)

قاضی مدینہ ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے منقول ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے مجھے لکھ بھیجا کہ کتیبہ کے بارے تحقیق کرو کہ وہ خیبر میں حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کا خمس تھا یا خالصہ، میں نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے معلومات حاصل کر کے تحریر روانہ کی۔

" عن ابي بكر بن محمد بن حزم قال : كتب اليَّ عمر بن عبدالعزيز في خلافته ان افحص لي عن الكتيبة أكانت خمس رسول الله ﷺ من خيبر ام كانت لرسول الله ﷺ خاصة ؟(...) قال ابو بكر : فكتبت الي عمر بن عبد العزيز بذالک " (127)

ابن عون کہتے ہیں کہ میں نے نافع مولیٰ بن عمر کو انفال کے بارے لکھا تو انہوں نے مجھے جواب میں تفصیل لکھ بھیجی۔ نیز ایک تحریری سوال یہ بھی تھا کہ قتال سے پہلے دعوت اسلام دی جائے۔انہوں نے جواب میں لکھا کہ دعوت اسلام ابتدائی دور میں تھی جبکہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے بے خبری میں ہی مصطلق پر حملہ کیا۔

" عن ابن عون قال کتبت الي نافع اسئله عن الدعاء قبل القتال قال فكتب الي ... " (128)

ضحاک بن قیس نے نعمان بن بشیر صحابی کے خدمت میں لکھ کر بھیجا کہ رسول الله ﷺ نماز جمعه میں کون سی سورت پڑھتے تھے ،تو انهوں نے جواب میں لکھا.

" كتب الضحاک بن قيس الي النعمان بن بشير يسئله اى شيئ قرأرسول الله ﷺ يوم الجمعة سوى سورة الجمعة فقال کا ن يقرأهل اتاک حديث الغاشية " (129)

حضرت عمر نے عتبہ بن فرقد کو خط لکھا کہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے۔

" عن ابي عثمان قا ل كتب الينا عمر ونحن بأذر بيجان يا عتبة بن فرقد (...)وايا كم والتنعم وزىّ اهل الشرک ولبوس الحرير ... " (130)

حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے زمانہ سے مابعد متصل صحابہ و تابعین کا زمانہ شروع ہوتا۔ابتدائی چند سال چھوڑ کر،علوم وفنون کو احاطۂ تحریر میں لانے کا عام مذاق پیدا ہو چکا تھا۔حضرت حسن بصری(م)اپنے بھتیجوں کو لکھنے کی نصیحت کرتے تھے۔حضرت عمر فاروق فرماتے تھے:''قیدوا العلم باالکتاب''(131)حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما فرمایا کرتے تھے:''قیدوا ھذا العلم باالکتاب''(132)

6۔ سیر ومغازی کی ابتدائی شخصیات

مدینہ منورہ علم سیر ومغازی کا اولین مرکز اور سب سے پہلی درس گاہ ہے۔اس علم وفن کی تحصیل کا شوق رکھنے والے طلباءکواساتذہ ومشائخ خاص طور پر مدینہ شریف جانے کا مشورہ دیتے تھے۔

امام سفیان بن عیینہ کا قول ہے۔

" من اراد المغازی فالمدینة ... " (133)

''جومغازی سیکھنا چاہے پس وہ مدینہ کا رخ کرے''۔

یہی وہ سب سے پہلا مرکز ہے جہاں سے علم سیر ومغازی کو مستقل فن کی حیثیت حاصل ہوئی اور اسی مرکز سے تعلق رکھنے والی تین اہم شخصیات نے تقریباً پہلی صدی کے نصف میں سب سے پہلے اس فن میں کتابیں مدون کیں۔ان کے نام درج ذیل ہیں۔

1۔ عروہ بن زبیر (م ۹۴ھ)

2۔ ابان بن عثمان (م ۱۰۵ھ)

3۔ محمد بن شہاب زہری (م ۱۲۴ھ)

صحابہ کرام میں ایسے حضرات موجود تھے جوسیر ومغازی کی روایات کو بالخصوص بیان کیا کرتے تھےان میں سے چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

1۔ حضرت صہیب بن سنان رومی تقریباً تمام غزوات میں حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے ساتھ رہے۔اس لئے آپ صرف غزوات واسفار کی حدیثیں بیان کرتے تھے آپ کا بیان ہے۔

" لا احدث عن رسول اللہ ﷺ ولكن ان شئتم حدثتكم عن مغازيه واسفاره " (134)

''میں حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی حدیث بیان نہیں کروں گا،اگرتم چاہوتو آپ کے غزوات واسفار بیان کردوں''۔

2۔ غزوہ بدر میں ابوجہل کے قتل کے واقعہ یعنی عفرآ کے بیٹے معاذ اور معوذ کی بہادری کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف خصوصی طور پر بیان کرتے تھےاوران کی اولاداس واقعہ کوخاندانی روایت کےطور پر بیان کرتی تھی۔

امام بخاری یوں لکھتے ہیں۔

" حدثني علي بن عبد الله ،قال كتبت عن يوسف بن الماجشون ،عن صالح بن ابراهيم (بن عبد الرحمن بن عوف)عن ابيه عن جده يعني حديث ابني عفرآء " (135)

''مجھ سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا کہ غزوہ بدر میں عفرآء کے دونوں لڑکوں کا واقعہ میں نے یوسف بن ماجشون سے لکھا انہوں نے صالح بن ابراہیم سے انہوں نے اپنے والد ابراہیم، انہوں نے صالح کے دادا یعنی عبدالرحمٰن بن عوف سے بیان کیا ہے''

3۔ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کو غزوۂ احد میں لگنے والے زخموں کے علاج کے بارے میں اختلاف ہوا کہ وہ علاج کس چیز سے ہوا۔ اہل مدینہ نے حضرت سعد بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جوان صحابہ میں آخری صحابی زندہ تھے) سے دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا:

" اما والله اني لاعرف من كان يغسل جرح رسول الله ﷺ ومن كان يسكب الماء وبمادوى..."(136)

''اللہ کی قسم میں خوب جانتا ہوں جو حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کا زخم دھو رہا تھا اور جو پانی ڈال رہا تھا اور جس چیز کے ذریعے علاج کیا گیا''۔ (پھر مزید تفصیل بیان کی)

4۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سیر کے بہت سے واقعات منقول ہیں۔ بالخصوص واقعہ افک کی لمبی حدیث آپ سے حضرت عروہ بن زبیر، سعید بن مسیّب، علقمہ بن ابی وقاص اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنھم اجمعین نے نقل کی ہے۔

5۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو غزوہ تبوک میں حاضر نہ ہو سکے، مگر اس غزوہ کے متعلق مفصل حالات آپ نے بیان کئے ہیں۔

6۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سترہ غزوات میں حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کے ساتھ رہے اکثر ان غزوات کے احوال بیان کرتے تھے۔

" قد اخبر زيد عن اكثر الاحوال التي شهدها " (137)

''حضرت زید نے جن غزوات میں شمولیت کی ان کے اکثر واقعات بیان کئے''۔

7۔ حضرت عقیل بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے منقول ہے۔

" كان قريش بالنسب واعلهم بايامهم وكانت له طنفسة تطرح له في مسجد رسول الله ﷺ

ویجتمع الناس الیه فی علم النسب و ایا م العرب " (138)

''آپ قریش کے نسبوں اور ایام و مآثر کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔آپ کے لئے مسجد نبوی میں تکیہ لگایا جاتا لوگ آپ کے پاس نسب اور ایام عرب کا علم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوتے''۔

8۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما مسجد نبوی میں بیٹھ کر ایک روز فقہ کا، ایک روز تفسیر کا، ایک روز مغازی کا، ایک روز شعر کا اور ایک روز تاریخ کا درس دیتے تھے۔''**ولقد کان یجلس یوما مایذکر فیه الا الفقه ویوما التاویل ویوما الشعر یوما ایا م العرب...**''(139)

صلاح الدین منجد نے ان کی ایک تالیف" قصۃالحلیمۃ السعدیۃ فی رضاعۃ خیر البریۃ" کا ذکر کیا ہے۔(140)

9۔ مغیرہ بن عبدالرحمٰن بن حارث مخزومی (م۱۰۱ھ/ ۱۰۵ھ) نے ابان بن عثمان سے سیر و مغازی کی تعلیم حاصل کی، ان کے بارے میں ان کے بیٹے یحییٰ ابن مغیرہ لکھتے ہیں۔

" **فکان کثیراً ما تقرأ علیه و امرنا بتعلیمها** " (141)

''یہ کتاب ان کے پاس بہت زیادہ پڑھی جاتی تھی اور وہ ہمیں اس کی تعلیم کا حکم دیتے تھے''۔

10۔ ابوعمرو عامر بن شراحیل شعبی حمیری کوفی (م۱۰۴ھ/ ۱۰۵ھ) علیہ الرحمہ نے پانچ سو صحابہ کا زمانہ پایا۔صحابہ کے بعد اپنے زمانے میں دینی علوم کے مرجع تھے۔قتیبہ بن مسلم باہلی نے ۹۴ھ میں جب فرغانہ کے علاقہ میں قلعہ جات فتح کئے تو اس دوران امام شعبی نے ''کتاب الفتوح'' کا املاء کرایا۔آپ کا بیان ہے۔

" **فجعلت املی علیه وهو ینظر حتیٰ فر غ من کتاب الفتح** " (142)

''پھر میں اس کے کاتب کو املاء کرانے لگا وہ دیکھ رہا تھا حتی کہ وہ کاتب ''کتاب الفتح'' لکھ کر فارغ ہوا''۔

11۔ محمد بن سعد بن ابی وقاص قریشی زہری (م۸۲ھ) جن کو حجاج بن یوسف نے شہید کیا ان کے بیٹے اسماعیل (134ھ) سے منقول ہے۔

" **کان ابی یعلمنا المغازی و السرایا و یقول یا بنی انها شرف آبا ئکم فلا تضیعوا ذکرها**"(143)

''ہمارے باپ ہمیں سیر و مغازی کی تعلیم دیتے تھے اور فرماتے تھے اے میرے بچو! یہ تمھارے آباؤاجداد کا شرف ہے اسے مت بھولو''

12۔ عکرمہ مولیٰ عبداللہ بن عباس (م۱۰۵ھ) اپنے مولیٰ کے فقہ، فتوی اور تفسیر میں عظیم ترجمان اور سیر و مغازی کے بہترین عالم۔سفیان بن عیینہ کا بیان ہے۔

" **کان عکرمة اذا تکلم فی المغازی فسمعه انسان ، قال کانه مشرف علیهم یرا هم** " (144)

’’جب عکرمہ مغازی پر گفتگو کرتے تو سننے والا شخص کہتا، گویا وہ مجاہدین اسلام کو میدان جہاد میں دیکھ رہا ہے‘‘۔

13۔ زین العابدین علی بن حسین بن علی (م ۹۴ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنھم، خاندان نبوت کے چشم و چراغ، قرآن مجید کی سورتوں کی طرح مغازی کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ کا قول ہے: ’’کنا نعلم مغازی النبی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کما نعلم السورۃ من القرآن‘‘ (145)

’’ہم لوگ مغازی کی تعلیم دیتے تھے جس طرح قرآن مجید کی سورۃ کی تعلیم دیتے تھے‘‘۔

صلاح الدین منجد نے اپنی تالیف میں مندرجہ ذیل اسماء بھی سیر و مغازی کے حوالے سے نقل کئے ہیں۔

	نام مصنف	وفات	نام کتاب	صفحہ کتاب
14۔	ابوذر غفاری (منسوب)	(۳۲ھ)	قصۃ المعراج	42
15۔	سھل بن ابی حثمہ	(۴۱ھ)	المغازی	135
16۔	عبیداللہ بن کعب بن مالک انصاری	(۹۷ھ)	المغازی	135
17۔	جبیر بن مطعم	(۵۸ھ/۵۹ھ)	احادیث شجرۃ النبی وذکر اسمائہ	37
18۔	دغفل بن حنظلہ السدوری	(۶۵ھ)	السیرۃ	113

7۔ اہم کتب مغازی و سیر

7.1 پہلی صدی ہجری میں کتب سیر و مغازی:

حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے سیر و مغازی کو احاطہ تحریر میں لانے کا کام پہلی صدی ہجری (عہد صحابہ) میں ہی شروع ہو چکا تھا صحابہ کے شاگرد تابعین نے اس سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے تصنیف و تالیف کا آغاز کیا۔ اسی طرح پہلی صدی ہجری میں جو کتب سیرت

منصۂ شہود پر آئیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ **مغازی الرسول لعروۃ بن الزبیر**

حضرت عروہ بن زبیر (م ۹۴ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس تحریری صورت میں ذخیرہ حدیث و سیرت موجود تھا آپ کے بیٹے ہشام سے منقول ہے کہ ہمارے والد کی مرویات دو ہزار اجزاء پر مشتمل تھیں۔ ہم ان میں سے ایک جزو بھی نہ

سیکھ سکے۔(146) کیونکہ واقعہ حرہ میں (...) نذر آتش ہوگئی تھیں۔جس کا انہیں زندگی بھر افسوس رہا۔(147)

عروہ بن زبیر بنیادی طور پر فقیہ اور محدث تھے مگر انہوں نے احادیث نبوی جمع کرنے کے ساتھ ساتھ اس زمانے کے اخبار و آثار بھی نقل کئے ہیں۔خلفاء راشدین کے عہد کے حالات بھی بیان کئے ہیں۔ان سے مغازی کی روایات دیگر تلامذہ کے علاوہ بالخصوص ابوالاسود یتیم عروہ (137ھ) نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں مصر جاکر کی ابوالاسود کی روایات سے معتدبہ حصہ یکجا ہوکر، ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی کی تحقیق وتخریج کے ساتھ چھپ چکا ہے۔

حاجی خلیفہ کے قول کے مطابق سیرت کی پہلی کتاب ان کی ہی تصنیف ہے۔اگر چہ اس قول کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

" **یقال اول من صنف فیها عروة ابن الزبیر** " (148)

''کہا جاتا ہے کہ سیرت میں سب سے پہلی تصنیف عروہ بن زبیر کی ہے''۔

بعض قرائن اس کے مؤید ہیں کہ عروہ بن زبیر کو اس بارے میں اولیت حاصل ہے۔

واقدی سے منقول ہے۔

" **کان فقیهاً، عالماً ،مأمونا ،حافظا ،ثبتا ،حجة ،عالما با لسیرة وهو اول من صنف المغازی** " (149)

''وہ عالم، مامون، ثبت، حجت اور سیر کے عالم تھے اور مغازی تصنیف کرنے والوں میں انہیں اولیت حاصل ہے''۔

ہشام بن عروہ کے بیان سے بھی اس موقف کو تقویت پہنچتی ہے۔

" **انه احترقت کتبه یوم الحرة وکان یقول :وددت لو ان عندی کتبی باهلی ومالی** " (150)

ان کی کتابیں حرہ کے روز جل گئی تھیں اور کہتے تھے کاش! میرے اہل عیال کے بدلے میری کتابیں میرے پاس ہوتیں۔واقعہ حرہ ۶۳ھ میں وقوع پزیر ہوا، لہذا اس واقعہ سے پہلے ان کا مرتب شدہ نسخہ ان کتابوں میں موجود ہوگا نیز مذکورہ عبارت میں ''احترقت کتبہ'' اور ''لوان عندی کتبی'' کے الفاظ بھی ان کی کتب متعددہ پر دال ہیں۔

7.2 کتاب المغازی لابان بن عثمان:

پہلی صدی ہجری کے نصف آخر میں ابان بن عثمان بن عفان اموی (م105ھ) کی کتاب المغازی کا سراغ ملتا ہے۔82ھ میں خلیفہ سلیمان بن عبدالملک اپنی ولی عہدی کے زمانہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا۔متبرک مقامات ومشاہد کی زیارات کی۔قبا پہنچ کر اس نے ابان بن عثمان کو کہا کہ اس کے لئے سیرت ومغازی پر ایک کتاب لکھ دے تو ابان نے جواب دیا۔

" قد اخذتها مصححة ممن اثق به ،فامر بنسخها والقیٰ فیها الی عشرۃ من الکتاب فکتبوھا فی رق " (151)

''میں پہلے ہی معتبر راویوں کے ذریعے ایک صحیح نسخہ جمع کر چکا ہوں ۔سلیمان نے اسے نقل کرنے کا حکم دیا اور دس کاتب مقرر کیئے ۔انہوں نے اس کتاب کو کھال پر نقل کر دیا''۔

ابان بن عثمان کی کتاب المغازی ،خلیفہ عبد الملک بن مروان کے عتاب کی وجہ سے ضائع کر دی گئی اور اس کی روایت بھی نہ ہوسکی ۔صرف مغیرہ بن عبدالرحمٰن مخزومی نے جرأت کر کے اس کی روایت کی اور اپنے شاگردوں کو اس کے پڑھنے کی تاکید کی ۔(152)

7.3 کتاب المغازی ابن شہاب الزہری:

پہلی صدی ہجری کے تیسرے مصنف سیر و مغازی ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب الزہری المدنی (م ۱۲۴ھ) ہیں ۔خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے ان کے علوم کو مدون کرنے کے لئے کاتب مقرر کیئے ، جنہوں نے دو سال تک ان کے علوم کو کتابی صورت میں جمع کیا ۔اسی زمانے میں آپ نے اپنے علوم مغازی کو کتاب کا جامہ عطا کیا ہوگا ۔

دائرہ معارف اسلامیہ میں سیرت کے مقالہ نگار نے لکھا ہے ،''اس زمانے میں (عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں) زہری نے پہلی کتاب تصنیف کی ۔انہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ہدایت کے مطابق ''کتاب المغازی'' لکھی اور ۱۲۴ھ میں وفات پائی ۔(153)

علامہ شبلی نعمانی نے بھی امام سہیلی کے حوالے سے مذکورہ موقف کو اختیار کرتے ہوئے اس بات کی صراحت کی ہے کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں مغازی پر مشتمل کتاب لکھی جو اس فن کی پہلی تصنیف تھی ۔

" وھی اول سیرۃ الفت فی الاسلام " (154)

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے عاصم بن عمرو بن قتادہ کو جامع مسجد دمشق میں بیٹھ کر مغازی کی تعلیم دینے کا حکم دیا ہے تو کیا اس فن کے اساطین کو اس کی تدوین کا حکم نہ دیا ہوگا ۔

صحیح بخاری میں ایک روایت ان الفاظ میں مذکور ہے ۔

" عن موسی بن عقبہ ،عن ابن شہاب قال ھذہ مغازی رسول اللہ ﷺ فذکر الحدیث ... " (155)

ابن حجر نے ''ھذہ'' کا مشارالیہ زہری کی کتاب المغازی کو بنایا ہے۔(156)

امام زہری کی کتاب المغازی کی روایت میں دیگر تلامذہ کی نسبت موسیٰ بن عقبہ ممتاز نظر آتے ہیں یحییٰ بن معین کے قول کے مطابق

" كتاب موسي بن عقبه عن الزهري من اصح الكتب " (157)

''امام زہری سے موسیٰ بن عقبہ کی کتاب المغازی (کی روایت) صحیح ترین کتب (مغازی) سے ہے''۔

امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی کتاب المغازی کے باب میں چالیس احادیث سے زائد، امام زہری سے بیان کی ہیں ،جن میں اکثر ''موسیٰ بن عقبہ عن الزہری'' والی سند سے مذکور ہیں۔(158)

حافظ ابن حجر نے بھی اس بات کی وضاحت کی ہے کہ موسیٰ بن عقبہ کے مغازی امام زہری کی روایات کا مجموعہ ہیں۔

8۔ دوسری صدی ہجری میں سیرت کا ارتقاء

پہلی صدی ہجری کے اختتام اور دوسری صدی ہجری کے آغاز پر تدوین علوم کے سلسلے میں دو نام نمایاں نظر آتے ہیں۔

1۔ عمر بن عبدالعزیز (م ۱۰۱ھ)

2۔ محمد بن مسلم ابن شہاب الزہری (م ۱۲۴ھ)

خلیفۃ المسلمین عمر بن عبدالعزیز نے مدینہ کے قاضی ابوبکر بن محمد بن حزم (م ۱۱۷ھ) کو حکم نامہ جاری کیا کہ احادیث لکھ لو۔(159) علوم کو احاطۂ تحریر میں لانے کے لئے ایسے حکم نامے تمام ممالک اسلامیہ میں جاری کئے گئے اور علماء کو اپنے علوم قلم بند کرنے پر مجبور کیا گیا۔امام زہری سے منقول ہے۔

" كنا نكره كتاب العلم حتي اكرهنا عليه هؤلآء الامرآء فرأينا الا يمنعه احد من المسلمين"(160)

''ہم علم کو لکھنا پسند نہیں کرتے تھے مگر ان امراء نے ہمیں مجبور کر دیا،تو ہم نے فیصلہ کر لیا کہ اب کسی مسلمان کو اس سے محروم نہ رکھا جائے''۔

معمر کی روایت سے امام زہری کے علمی خزانوں کی نشاندہی ہوتی ہے۔

" كنا نرمي انا قد اكثرنا عن الزهري حتي قتل الوليد فاذا لدفاتر قد حملت علي الدوآب من

خزائنه ،يقول (معمر) من علم الزهری " (161)

''یہ خیال گزرا کہ ہم نے امام زہری سے بہت علم حاصل کرلیا، جب ولید قتل ہوا تو اس کے خزانے سے ذخیرہ کتب چوپایوں پر لاد کر لایا گیا۔ معمر کے بقول یہ سب زہری کے علم پر مشتمل تھا''۔ امام زہری سے منقول ہے کہ خلیفہ کے حکم کے مطابق علوم کو علیحدہ علیحدہ دفاتر میں لکھا گیا۔ تو انہوں نے یہ دفاتر بلاد اسلامیہ میں ہر جگہ بھجوائے۔(162)

عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری (م ۱۲۱ھ) کو حکم دیا گیا، جو اس فن میں کمال رکھتے تھے کہ جامع مسجد دمشق میں بیٹھ کر لوگوں کو مغازی کا درس دیں

. امره عمر بن عبد العزيز ان يجلس في مسجد دمشق فيحدث الناس بالمغازی و مناقب الصحابة ففعل " (163)

شبلی نعمانی لکھتے ہیں ''امام زہری کی وجہ سے مغازی و سیرت کا عام مذاق پیدا ہو گیا، ان کے حلقۂ درس سے اکثر ایسے لوگ نکلے جو خاص اس فن میں کمال رکھتے تھے ان میں یعقوب بن ابراہیم، محمد بن صالح تمار اور عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز فن مغازی میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ زہری کے تلامذہ میں سے دو شخصوں نے اس فن میں نہایت شہرت حاصل کی اور یہی دو شخص ہیں جن پر اس سلسلہ کا فن ختم ہوتا ہے، موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحاق۔(164)

ابن شہاب کی ''کتاب المغازی'' کا اکثر و بیشتر حصہ ان کے تلامذہ مثلاً موسیٰ بن عقبہ، محمد بن اسحاق اور معمر بن راشد نے بالخصوص اپنی کتب میں لے لیا ہے۔ معمر بن راشد کی روایات مصنف عبدالرزاق کی ''کتاب المغازی'' میں اس کثرت سے ہیں گویا وہ ابن شہاب کی ''کتاب المغازی'' ہے۔(165)

امام زہری کے شاگردوں نے ہی ''سنن اور سیرت'' کو دو فنون کے طور پر نمایاں کیا ہے۔ ایک طرف امام مالک اور سفیان بن عیینہ جیسے آئمہ حدیث ان کے شاگرد تھے جنہوں نے علم حدیث کی بنیاد کو مستحکم کیا اور دوسری طرف امام السیر والاخبار محمد بن اسحاق بن یسار اور موسیٰ بن عقبہ جیسے آئمہ فن، جن کی بدولت علم سیرت ایک مستقل فن کے طور پر نمایاں ہوا۔ اور سیرت کی طرف لوگوں کو عام رغبت پیدا ہوئی۔(166)

یہی وہ دور ہے جب تصنیف و تالیف کا عام آغاز ہوتا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے تالیفات اس قدر منظر عام پہ آتی ہیں کہ ایک ایک فرد کئی کئی کتابوں کی تصنیف کی خدمت انجام دیتا نظر آتا ہے۔(167) عبداللہ بن وہب قریشی مصری (م ۱۹۷ھ) نے دس کتابیں تصنیف کیں۔ ولید بن مسلم دمشقی (م ۱۹۵ھ) نے ستر کتابیں تصنیف کیں (168) وارثان علم نے روایات کو

مضامین کے لحاظ سے مرتب کیا۔عقائد وعبادات اور فقہی احکام سے تعلق رکھنے والی روایات سے کتب حدیث مدون ہوئیں اور حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے غزوات اور حالات زندگی سے متعلق روایات سے کتب سیرت مرتب ہوئیں ۔غزوات کو تاریخی لحاظ سے خاص اہمیت حاصل ہے۔اس لئے ابتدا میں سیرت کے لئے مغازی کا لفظ استعمال ہونے لگا۔

8.1 امتیازی القابات وخطابات:

اسی دور میں تدوین احادیث کے ساتھ ساتھ جب ان کی ترتیب وتبویب کا کام شروع ہوااور مسائل کے استنباط و استخراج کی ضرورت پیش آتی تو آئمہ وعلماء نے مختلف انداز میں کام کا آغاز کیا۔روائت ودرائت کے اصولوں پر احادیث کو جمع کرنیوالے محدثین کے نام سے موسوم ہوئے۔احادیث سے استنباط واستخراج کرنے والے فقیہ کے نام سے یاد کئے جانے لگے اور سیرت رسول اور آپ کے غزوات وسرایا کو جمع کرنے والے اخباری ،مؤرخ اور اصحاب السیر والمغازی کے القابات سے پکارے جانے لگے۔(169)نسابین اور مفسرین کے طبقے بھی اسی دور میں پیدا ہوئے۔

8.2 دوسری صدی ہجری کے اہم سیرت نگار:

1۔ ابو محمد موسی بن عقبہ بن ابوعیاش مدی اسدی (م ۱۴۱ھ) زبیر بن عوام کے خاندان کے موالی تھے۔ان کا شمار مغازی کے ماہر علماء میں ہوتا ہے۔مالک بن انس کا قول ہے۔

" علیکم بمغازی موسی بن عقبه فانه ثقه ... " (170)

’’تم موسی بن عقبہ کی مغازی سیکھو، وہ ثقہ ہیں‘‘۔

امام ذہبی کے الفاظ ہیں۔

" صاحب المغازی ،ثقه حجة ،من صغار التابعین " (171)

’’آپ صغار تابعین میں سے مغازی کے مصنف ثقہ حجت ہیں‘‘۔

موسی بن عقبہ کی مغازی عرصہ دراز سے مفقود ہے،مگر متاخرین نے اپنی کتب میں متفرق طور پر اسے محفوظ کیا ہے۔(172)

2۔ ابو بکر محمد بن اسحاق بن یسار بن خیار بن کوتان مطلبی (م ۱۵۱ھ) یہ وہ خوش نصیب ہیں جن کی کتاب اقتباسات کی

شکل میں نہیں بلکہ ایک ضخیم کتاب کی صورت ملتی ہے۔اسے بہت شہرت نصیب ہوئی۔اسی کتاب کو ابن ہشام نے تہذیب و تنقیح اور اضافے کے ساتھ مرتب کیا۔اصل کتاب مفقود ہے مگر اس کی یادگار ''سیرت ابن ہشام'' کی شکل میں موجود ہے۔حاجی خلیفہ نے اس کے لئے ''جمعھا محمد بن اسحاق اولا''(173) کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔شاید اس لئے کہ اس کا وجود کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے۔

3۔ ابوعبداللہ وہب بن منبہ بن کامل صنعانی (م ۱۱۰/۱۱۴ھ) جو متعدد کتب کے مصنف ہیں۔حاجی خلیفہ نے ان کی کتاب ''فتوح اور مغازی'' کا ذکر کیا ہے ''مغازی رسول اللہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم (...) جمعھا ایضا وہب بن منبہ''(174) سی ایچ بیکر (C.H.Becker) نے شوٹ رائن ہارڈ کے ذخیرہ اوراق بردی میں (جواب ہائیڈل برگ میں محفوظ ہے) ایک مجموعہ دریافت کیا ہے، جس سے متعلق دعوی کیا گیا ہے کہ یہ اسی کتاب المغازی کا حصہ ہے۔(175)

4۔ ابوعبداللہ محمد بن عمر بن واقد اسلمی واقدی (م ۲۰۷ھ) مدینہ میں ۱۳۰ھ میں پیدا ہوئے اور پچاس سال تک یہاں رہ کر حدیث و روایت کی خدمت انجام دیتے رہے۔آپ حدیث، فقہ، تفسیر، سیرت، مغازی، تاریخ، فتوح، اخبار اور رجال وطبقات کے علوم کے جامع تھے۔(176) بغداد جانے سے پہلے مسجد نبوی میں سیر و مغازی کا درس دیتے تھے ۱۸۰ھ میں بغداد جانا پڑا وہاں ۲۰۷ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

صلاح الدین المنجد نے اپنی ''معجم ماالف عن رسول اللہ ﷺ'' میں جن اصحاب المغازی والسیر کا تذکرہ کیا ہے ان میں چند مندرجہ ذیل ہیں۔

نمبر شمار	نام مصنف/مؤلف	وفات	نام کتاب	صفحہ
1	عاصم بن عمر بن قتادہ	120ھ	السیر والمغازی	113
2	یزید بن رومان	120ھ	المغازی	135
3	محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل	131ھ	المغازی	135
4	سلیمان بن طرخان التیمی	143ھ	المغازی	136
5	جعفر الصادق	148ھ	اسئلۃ النبی التی سأل ربہ بھالیلۃ المعراج (روی عنہ)	79

6	معمر بن راشد	152/153	المغازی	136
7	نجیح بن عبدالرحمٰن الندی	170ھ	المغازی	136
8	عبدالملک بن محمد بن ابی بکر بن حزم مدنی	172ھ	لمغازی	136
9	معمر بن سلیمان بن طرخان	178ھ	المغازی	136
10	براہیم بن محمد الفرازی	188ھ	السیر فی الاخبار والاحداث	113
11	یحیٰی بن سعید بن ابان اموی	193ھ	المغازی	136
12	ولید بن مسلم دمشقی	195ھ	المغازی	136
13	ابی فید مؤرج بن عمر السدوسی	195ھ	حذف من نسب قریش	47
14	محمد بن الحسن		اخبار المدینہ	93
15	الکلبی، ہشام بن محمد	204ھ	نسب قریش	48
16	ابن الکلبی، ہشام بن محمد	206ھ	کنیٰ آباء الرسول ﷺ	50
17	البجلی، ابان بن عثمان		لمبدأ والمبعث والمغازی والوفاۃ والسقیفۃ	124

مذکورہ بالا فہرست سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دوسری صدی ہجری میں کس سرعت کے ساتھ فن سیرت اپنے ارتقائی منازل طے کر رہا تھا۔

8.3 تیسری صدی ہجری میں سیرت کا ارتقاء:

تیسری صدی ہجری کا دور اپنے سابقہ ادوار کی نسبت سیرت کی تدوین کے سلسلے میں بہت زیادہ مبارک ومسعود ثابت ہوا اس صدی میں عظیم حفاظ حدیث اور آئمہ روائت دنیا میں جلوہ گر ہوئے۔ جن کی بدولت علوم کو حیات جاودانی نصیب ہوئی۔ اس مبارک عہد میں کتب صحاح کو وجود ملا۔ اسی دور میں آئمۂ جرح نے فن جرح وتعدیل کی طرح ڈالی اور اسانید ورجال کو نقد کی کسوٹی پر لا کر رواۃ کے مدارج قائم کئے۔ اس عہد کے آئمۂ وعلماء نے نقل درنقل والی روش سے ہٹ کر ان احادیث وروایات پر اعتماد کیا۔ جن کا سماع انہوں نے اپنے اساتذہ وشیوخ سے کیا اور پھر ان میں بھی روایات صحیحہ میں امتیاز وفرق کیا۔(177)

تیسری صدی ہجری کا زمانہ علم وفن کے مدون ہونے کے لحاظ سے شباب کا زمانہ ہے۔ اس صدی کے اختتام تک

آئمہ فن نے جس موضوع پر جو کچھ لکھا دیا وہی بعد والوں کے لئے سرمایۂ تحقیق ٹھہرا۔ البتہ اس دور کے بعد تہذیب و تنقیح اور تحقیق کے نئے نئے زاویے پیدا ہوئے۔ اجمال کی تفصیل کی گئی۔ مگر اس کا محور تیسری صدی تک کی تصانیف رہیں۔ یہی حال فن سیر و مغازی کا ہے۔ تصنیفی لحاظ سے یہ فن اس زمانے تک مکمل ہو گیا۔ اس دور تک کتب سیر و مغازی کے مصادر و مآخذ پہلی اور دوسری صدی ہجری کی کتابیں تھیں۔ (178) یہ وہ کتابیں تھیں جن میں ہزاروں صحابہ کرام اور سینکڑوں تابعین اور تبع تابعین کے علوم جمع ہو چکے تھے۔ بعد والے علماء نے اپنے ذوق و وجدان کے مطابق ان علوم و فنون کو ترتیب دیا اور کتابیں لکھیں۔

8.4 تیسری صدی ہجری کے اہم سیرت نگار:

1۔ ابو محمد عبد الملک بن ہشام بن ایوب حمیری (م ۲۱۸ھ) تاریخ، سیر و مغازی، انساب، ادب اور نحو کے معروف عالم ،جنہوں نے محمد بن اسحاق ان کے شاگرد زیاد بن عبد اللہ بکائی کی روائت کردہ کتاب المغازی کو تہذیب و تنقیح اور اضافے کے ساتھ پیش کیا۔ ذہبی لکھتے ہیں۔

" ابو محمد عبد الملک بن هشام البصری النحوی صاحب المغازی الذی هذب السیرة و نقلها عن البکائی صاحب ابن اسحاق " (179)

2۔ ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع ہاشمی بصری (م ۲۳۰ھ) ''الطبقات الکبری'' کے مصنف اس کی دو کی جلدیں حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم ے حالات پر مشتمل ہیں۔ بقیہ جلدوں میں صحابہ و تابعین کے احوال درج ہیں۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔

" کان من اهل العلم و الفضل و الفهم و العدالة صنف کتابا کبیراً فی طبقات الصحابه و التابعین الی وقته فا جاد فیه و احسن " (180)

3۔ امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) زہد و اتقاء اور فہم و ذکاوت میں بے مثال تھے۔ آپ کی عظیم الشان تصنیف ''المسند'' کے علاوہ، صلاح الدین المنجد نے اپنی معجم کے صفحہ (35) پر ان کی ایک تصنیف ''طاعۃ الرسول'' کا ذکر کیا ہے۔ (181)

4۔ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی (م ۲۷۹ھ) کی ''السنن'' کے علاوہ ''شمائل الترمذی'' بہت معروف ہے۔

9۔ سیرتِ نبویؐ کے مطالعہ کی اہمیت وافادیت

9.1 مطالعہ سیرت کی دینی و مذہبی اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے انسان پر بے شمار احسانات کئے ہیں۔ اَن گنت انعامات سے اسے نوازا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کا اپنے بندے پر احسان نہیں رکھا، اگر اس نے اپنے بندوں پر اپنی کسی نعمت کو جتلایا ہے تو وہ یہی نبی آخر الزماں کی بعثت ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾(182)

اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان فرمایا جب انہی میں سے ان کے درمیان ایک رسول مبعوث فرمایا۔ جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے۔ ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ نے آپ پر ایمان لانے کو لازمہ ایمان، آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور آپ کی اتباع کی شرطِ نجات قرار دیا ہے۔

ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (183).

اے پیغمبر حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم آپ فرمادیں ’’اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو پھر میری اتباع کو۔ اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے‘‘

یعنی اتباع نبوی ہی حبِّ خداوندی کے حصول کی ضامن ہے جو شخص آپ کی اتباع نہ کرے وہ کبھی خدا کا محبوب نہیں بن سکتا نہ اس کے گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔ قرآن وسنت میں نبی کریم ﷺ کی بعثت کو انسانیت کے لئے عظیم نعمت اور اہل ایمان کے لئے آپ کی اتباع کو شرط ایمان قرار دیا گیا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ (184).

’’کہ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت کی‘‘

رسول کی اطاعت نہ کرنا دراصل اپنے اعمال کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔سورہ محمد میں ارشاد ربانی ہے:

﴿یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَطِیْعُوْا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ وَلاَ تُبْطِلُوْا اَعْمَالَکُمْ﴾ (185).

''اے ایمان والو!اللہ کی اطاعت کرواور رسول کی اطاعت کرو۔اور رسول کی اطاعت نہ کر کے اپنے اعمال ضائع نہ کربیٹھو''۔

اس سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال اس وقت شرف قبولیت حاصل کر سکتے ہیں جب تک آپ کی اطاعت کی جائے بلکہ کوئی عمل عمل صالح ہی تب کہلا سکتا ہے جب وہ سنت کے مطابق ہو۔جب کوئی عمل آپ کے طریقہ مبارک سے ہٹ کر کیا جائے گا تو وہ باطل اور مردود ٹھہرے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿مَا اٰتَا کُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَ مَا نَھَا کُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوْا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾ (186).

''رسول جو کچھ تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز آجاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے''

اسی طرح حدیث میں بھی اتباع سنت پر بہت زور دیا گیا ہے۔

﴿مَنْ اَطَاعَ مُحَمَّداً فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصٰی مُحَمَّداً فَقَدْ عَصٰی اللّٰہَ﴾ (187).

''کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جن نے میری نافرمانی کی اس نے دراصل اللہ کی نافرمانی کی''۔

9.2 مطالعہ سیرت کی تشریحی اہمیت:

ہر دور اور زمانے میں اللہ تعالی نے انسان کی ہدایت کے لئے پیغمبر و رسل بھیجے اور ان کو الہامی کتب عطا فرمائیں۔ چنانچہ یہ پیغمبر اور یہ الہامی کتب دونوں مل کر انسان کی ہدایت کا ذریعہ بنتے رہے۔اگر کسی قوم نے کتاب کو نظرانداز کر کے صرف اپنے رسول کی ذات سے وابستگی اختیار کی (مثلاً نصاریٰ) تو وہ رسول کا درجہ اس حد تک بڑھا گئے کہ اس کو پہلے ابن اللہ اور پھر خود خدا بنا ڈالا اور اگر کسی نے اپنے پیغمبر کی ذات کو نظرانداز کر کے صرف کتابوں کو اختیار کیا۔مثلاً ہندو،تو وہ کتابوں کے لفظی گورکھ دھندوں میں ہی اُلجھ کر رہ گئے۔نتیجہ یہ ہوا کہ آخر کار وہ کتابیں بھی گم کر بیٹھے۔اس سے ثابت ہوا کہ اللہ کی کتاب اور نبی کی سیرت حصولِ ہدایت کے لئے لازم وملزوم ہیں۔کتاب میں تو اللہ کی تعلیمات ہوتی ہیں اور انبیا کرام کی بعثت کا مقصد ان تعلیمات کا ٹھیک ٹھیک مفہوم بیان کرنا، انسانی افراد کا تزکیہ کرنا اور انسانی زندگی کے بگاڑ کر دور کر کے اس کی صالح انداز

میں تعمیر کرنا ہوتا ہے۔

لہٰذا ہمیں ہدایت اسی طرح مل سکتی ہے کہ قرآن پاک کو سیرتِ نبوی کے ذریعہ اور سیرتِ نبوی کو قرآن پاک کی مدد سے سمجھا جائے جس نے دونوں کو ایک دوسرے کی مدد سے سمجھ لیا گویا اس نے اسلام کو سمجھ لیا۔ روحِ دین کو سمجھ لیا اور ہدایت کو پا لیا۔

قرآن مجید میں جو احکام آئے ہیں ان کی تفصیلات اور عملی جزئیات سیرت نبوی نے ہی فراہم کی ہیں۔ مثلاً:

قرآن مجید مین نماز کا حکم دیا گیا ہے مگر نماز کیسے ادا کی جائے یہ طریقہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے ہی بتلایا ہے۔

حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا

صَلُّوْا كَمَا رَاَیْتُمُوْنِی اُصَلِّی (188). یعنی جس طرح تم مجھے نماز پڑھتا دیکھتے ہو اسی طرح پڑھا کرو۔

اسی طرح حج کی فرضیت کا حکم آ گیا مگر اس کے صحیح طریقے کسی کو معلوم نہ تھے

حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

خذوا عنی مناسککم. (189) یعنی مجھ سے حج کے مناسک سیکھ لو۔

الغرض دین اسلام کی عملی صورت حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی سیرت ہے۔ اس لیے ہر دور میں ضروری ہے کہ قرآن کے ساتھ سیرت الرسول اللہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی معرفت حاصل کی جائے تاکہ عملی زندگی میں احکام وتعلیمات الٰہیہ کی اطاعت ممکن ہو سکے اور اسلام کا عملی نمونہ بھی دنیا کے سامنے آ سکے۔

9.3 مطالعہ سیرت کی اخلاقی اہمیت:

سیرت طیبہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی ذات والا صفات اخلاق کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھی۔ اور حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی سیرت و اخلاق کی ایک اور امتیازی شان عملیت بھی ہے۔ یعنی سب سے پہلے خود عمل کر کے دکھایا اور بعد میں اس کے کرنے کا حکم دیا۔ اور حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی سیرت اور اخلاق کی گواہی خود خالق کائنات نے یوں دی:

﴿وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ﴾ (190)

اور حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم جس مقصد کے لئے بھیجے گئے اور جو بات حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے مقاصد نبوت میں شامل تھی وہ اخلاق عالیہ کی تکمیل و اتمام ہے۔حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے خود ارشاد فرمایا:

انما بعثت لاتمم مكارم الاخلاق (191)

بے شک مجھے اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا۔

بعثت نبوی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے قبل کی زندگی بھی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے اخلاق حسنہ کی مثال تھی۔اہل مکہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے اخلاق و کردار کی گواہی دیتے تھے۔مثلاً بناء کعبہ کے وقت جب ''حجر اسود'' کو مخصوص جگہ رکھنے کا مسئلہ درپیش ہوا اور قریش لڑائی جھگڑا تک پہنچ گئے اور آخر فیصلہ ہوا کہ مسجد حرام کے دروازے سے جو شخص پہلے داخل ہو اسے اپنے جھگڑے کا حکم مان لیں۔لوگوں نے یہ تجویز منظور کر لی۔اللہ کی مشیت کہ اس کے بعد سب سے پہلے حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم تشریف لائے۔لوگوں نے حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو دیکھا تو چیخ پڑے کہ:

(هذا الامين رضيناه هذا محمد صلى الله عليه وسلم(192)

هذا الامين قد رضينا بما قضى بيننا (193)

هذا الامين قد رضينا به (194)

هذا الامين رضينا هذا محمد (195)

هذا الامين قد رضينا به فحكموه(196)

یعنی سب سے پہلے انہوں نے اس اخلاقی صفت کا ذکر کیا۔جس کی وجہ سے حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم ان کے نزدیک مشہور و معروف تھے۔اس کے بعد حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے اسم مبارک کا ذکر کیا اور اس کے بعد اس مسئلے کے جھگڑے کا جس کے بارے میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم فیصلہ کریں گے۔یہی نہیں بلکہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی دعوت کے سب سے بڑے مخالف اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ

علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے جانی دشمن بھی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے اخلاق و کردار کی خوبیاں بیان کرتے ہیں۔ مثلاً ابو جہل، عتبہ، ابوسفیان، نضر بن حارث، نے حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی صداقت، امانت اور شرافت کی گواہی دی۔ ابو جہل نے یوں کہا:

واللّٰہ ان محمدا لصادق وما کذب محمد قط (197)

اللہ قسم محمد ﷺ سچے ہیں انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

نضر بن حارث نے کہا:

قد کان محمد فیکم غلاما ارضاکم فیکم و اصدقکم حدیثاً، واعظکم امانۃ (198)

دعوت عام کے موقع پر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے لوگوں کو بلایا، اور جب تمام قبائل کے لوگ اکٹھے ہو گئے تو اس وقت حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے دعوت دین پیش کی۔ اس موقع پر حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا بلکہ اپنے اخلاق اور اپنی ذات کو ہی بطور معجزہ پیش کیا۔ صحیح بخاری میں ہے نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا:

(أرأیتکم لو اخبرتکم ان خیلاً تخرج من صفح ھذا الجبل اکنتم مصدق قالوا ما جرینا علیک کذبا) (199)

''لوگو! اگر میں تمہیں بتاؤں کہ اس پہاڑ کی دوسری طرف ایک بھاری لشکر ہے جو تم پر ٹوٹ پڑنا چاہتا ہے تو تم میری بات کو سچ مانو گے؟ سب نے کہا ہاں کیونکہ ہمارے تجربہ میں ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کبھی بھی جھوٹ بولنے والے نہیں رہے۔''

ایسے اخلاقی کمال سے متصف ذات کی پیروی میں انسانیت کی فلاح ہے۔ اس لیے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے اخلاقی صفات وتعلیمات کا مطالعہ ضروری ہے۔

9.4 مطالعہ سیرت کی علمی اہمیت:

اسلام میں علم کی اہمیت مسلّم ہے۔ تاریخ انسانیت میں یہ منفرد تمام اسلام کو ہی حاصل ہے کہ وہ سراپا علم بن کر آیا اور تعلیمی دنیا میں ایک ہمہ گیر انقلاب کا پیامبر ثابت ہوا۔ اسلامی نقطۂ نظر سے انسانیت نے اپنے سفر کا آغاز تاریکی اور جہالت سے نہیں کیا بلکہ علم اور روشنی سے کیا۔ تخلیق آدمؑ کے بعد خالقِ کائنات نے اِنسان اوّل کو سب سے پہلے جس چیز سے سرفراز فرمایا وہ علم اشیاء تھا۔ یہ اشیاء کا علم ہی تھا جو انسان کو باقی مخلوق سے ممتاز کرتا ہے۔ اور جو قرآنِ حکیم کے فرمان کے مطابق تمام دوسری

مخلوق پر اس کی برتری قائم کرتا ہے۔علم قیادت کا ایک خاصہّ اور ان اہم ترین عوامل میں سے ہے۔ جو کسی تہذیب کے صحت مند ارتقاء اور نشو ونما کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں دُنیا کے دوسرے نظاموں نے تعلیم کو زیادہ سے زیادہ اہمیت دی اور بہت سی ضرورتوں میں سے ایک ضرورت سمجھا وہاں اسلام نے اسے اوّلین ضرورت قرار دیا۔

قرآن پاک اور سنت نبویؐ میں علم کی فضلیت واہمیت کا ذکر بکثرت ملتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء اکرامؑ کو معلمین بنا کر بھیجا۔انسانی فضلیت وعظمت کا معیار علم ہی میں ہے۔انسان اور کائنات کی تخلیق کا مقصد عبادتِ خداوندی اور معرفتِ الٰہی ہے۔تخلیقِ کائنات پر غور وحوض اور سوچ وبچار کرنا حقیقت کی جستجو، تجسس کے فطری جذبے کا استعمال، ذہنی اور عقلی صلاحیتوں سے بھر پور استفادہ، معرفت الٰہی کے مختلف ذرائع ہیں۔اور علم الٰہی ذرائع سے عبارت ہے۔یا یوں کہہ کہ معرفتِ الٰہی جیسی اعلیٰ وارفع منزل تک رسائی پانے کے لیے''ایک سیڑھی ہے۔جب کہ دیگر ذرائع اس کے زینے ہیں۔

اسلام انسان کے تمام چھوٹے بڑے مسائل کو زیر بحث لاتا ہے۔وہ انسان کی صحیح راہنمائی کرتا ہے۔اس کی زندگی کے سارے روشن اور مخفی زاویوں کو اپنی نورایت سے منور کرتا ہے۔فرد کے شخصی اور انفرادی معاملات سے لے کر اجتماعی اور بین الاقوامی مسائل تک کو زیر بحث لاتا ہے۔اور ان میں بروقت اور مناسب ہدایت دیتا ہے۔اسلام نے علم کی اہمیت اور اس کی قدر وقیمت پر مکمل طور روشنی ڈالی ہے۔اس نے تعلیم کو انسان کی بہت سی ضرورتوں میں سے ایک ضرورت ہی نہیں بلکہ تمام انسانوں کی اوّلین اور بنیادی ضرورت قرار دیا ہے۔اسلام کے علاوہ دُنیا کا کوئی مذہب اور نظریہ نہیں جس نے علم کو تمام انسانوں کی ایک ضرورت قرار دیا ہو۔حتیٰ کہ یونان اور چین بھی جو اپنی علمی ترقیات کی وجہ سے غیر معمولی شہرت کے حامل ہیں اس کے قائل تھے۔یہ اسلام ہی ہے جس نے عام اور ہر شخص کے لئے تعلیم کا تصور پیش کیا اور دینی تعلیم کے ساتھ دنیوی تعلیم کی بھی اجازت دی۔دوسرے مذاہب میں تو صرف ایک مخصوص مذہبی تعلیم ہی جائز تھی۔اور وہ بھی صرف ایک محدود مذہبی طبقہ تک محدود تھی۔ ہندو دھرم کی تعلیمات کی رو سے شودروں کا ویدوں، کا اشوک سننا بھی ناجائز تھا اور ان کیلئے سزا یہ تھی کہ ان کے کانوں میں گرم سیسہ ڈالا جاتا تھا۔عیسائی مذہب میں فکری آزادی پر اتنی پابندی تھی کہ ان آدمیوں کو سخت سزائیں دی جاتی تھی۔ جو کوئی نیا علمی نظریہ پیش کرتے تھے۔عیسائی علماء اتنے تنگ نظر تھے کہ کسی بھی نئی بات کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ان کی کوتاہی نظری کی وجہ سے بہت سے مفکر بے دین اور بہت سے حکماء جادوگر قرار دیئے گئے۔جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے ہاں ذہنی ارتقاء بالکل رُک گیا۔

مگر قرآن مجید میں علم کی اہمیت پر بہت زور دیا گیا ہے۔اور یہ حقیقت ہے کہ بغیر علم کے نہ تو دین سمجھا جا سکتا ہے اور نہ ہی دُنیاوی معاملات وامور کو بخوبی سرانجام دیا جا سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے کلام مبین میں جا بجا علم کی فضلیت بیان کی ہے۔اور حصول علم کی بھی تاکید فرمائی ہے۔اسلام میں علم اور دین اس طرح سے وابستہ ہیں کہ ان کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔جب قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا تو سب سے پہلے وحی یہ آئی کہ''پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جس نے تجھے پیدا

کیا'' اور پھر ایک دوسرے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا '' اور آپ کو وہ باتیں سکھائیں جس کو تم نہ جانتے تھے'' اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ کہا گیا کہ وہ بھی یہ دعا کرتے رہے کہ '' اے اللہ میرے علم میں اضافہ فرما''

بعثت نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم سے قبل پوری انسانیت جہالت وتاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے ہی انسانیت کو علم وروشنی کا پیغام پہنچایا۔ معلم انسانیت حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی تعلیم وتربیت کا نتیجہ ہے کہ انتہائی قلیل وقت میں آپ کے اصحاب پوری انسانیت کے لیے ہادی ومعلم اور راہنما بنے۔

9.5 مطالعہ سیرت کی بین الاقوامی اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کو پوری دنیا کے لئے رحمتہ اللعالمین بنا کر بھیجا۔ اپنا آخری کلام قرآن پاک آپ پر نازل فرمایا۔ چونکہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم آخری پیغمبر تھے اور تمام اقوام عالم کی طرف مبعوث فرمائے گئے تھے لہٰذا آپ کی لائی ہوئی تعلیم بھی ابدی اور دائمی تھی۔ اس لئے آپ کی ذات بابرکات کو علم اور عمل دونوں کا مجموعہ کمال بنا دیا گا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ﴾(200)

یعنی تمہیں سے ہر ایک کے لئے جو اللہ پر اور روزِ آخرت پر یقین رکھتا ہے، رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

انسان کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنے سامنے کوئی نہ کوئی ماڈل رکھتا ہے۔ تاکہ اپنے کام کو بہترین انداز میں پایہ تکمیل تک پہنچا سکے۔ پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی زندگی ہمارے لئے ماڈل اور نمونہ ہے وہ بہترین معیاری اور مثالی زندگی جس کی اتباع اگر تم کرو گے تو دنیاوی زندگی بھی بہت اچھی گزار سکو گے اور اُخروی زندگی میں کامیاب وکامران رہو گے۔

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی حیات طیبہ ساری انسانیت کے لئے تا قیامت اسوہَ حسنہ ہے۔ کیونکہ آپ کی زندگی کھلی کتاب کی طرح ہمارے سامنے روشن اور مکمل ہے۔ آپ تمام طبقات انسانی کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں۔ آپ کے بعد کوئی اور پیغمبر آنے والا نہیں۔ لہٰذا آپ کا نمونہ زندگی تا قیامت دائمی اُسوہ ہے۔ آپ کے عہد مبارک سے لے کر تا قیامت ہر طالب حق کو ہدایت وراہنمائی اسی اسوہَ نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

9.6 مطالعہ سیرت کی اہمیت، دین اسلام کے آسان ہونے کے حوالے سے:

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم جو دین لے کر آئے وہ دین حنیف ہے۔ یہ دین نہایت آسان ہے،اس کی تعلیمات میں یسر کا پہلو غالب ہے:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں ''مذہبِ سابق میں ایک گورکھ دھندہ بن کر عبادت گاہوں کے افسروں پجاریوں کی اجارہ داری بن گیا تھا۔ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ نہیں ''الدین یسرٌ'' (دین آسانی کا نام ہے) وہ ہر ایک فرد انسانی کا معاملہ ہے اور ایک بنیادی مذہب، ایک خلاصہ اور نچوڑ پیش کیا کہ انسان مہد یا کم از کم سن رُشد سے لحد تک اپنے آپ اس کا ذمہ دار ہے اور مذہب اسلام میں ہے کہ!

﴿اٰمَنَ بِا للّٰہِ وَ الْیَوْ مَ الْاٰ خِرِ وَ عَمِلَ صَالِحاً ﴾(201)

(اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور عمل صالح کرتا رہے) اور

﴿ لاَ یُکَلِّفُ اللّٰہَ نَفْسًا اِلاَّ وُسْعَھَا﴾(202)

(ہر شخص پر اس کی استطاعت کے مطابق ہی ذمہ داری ہے)

یہ سب ایک طرح سے دینوی پہلو تھا۔ اسلام کی خصوصیت یہ رہی ہے کہ وہ دنیا و دین دونوں کی بہ یک وقت بھلائی چاہتا ہے۔ روحانی ترقی اور تزکیہ نفس کے لئے توحید سے بڑھ کر کوئی وسیلہ تصور میں نہیں آتا۔ اگر کوئی شخص خدا کو مان لے اور خیر وشر میں اسکے سوا کسی اور کی قدرت نہ سمجھے اور حشر وحساب کو مان لے تو پھر اس دنیا میں گناہ کا سرزد ہونا محال نہیں تو مشکل ضرور ہو جاتا ہے۔ ہر شخص کے ایمان کی پختگی اس کے اعمال میں ہوتی رہتی ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد فی سبیل اللہ ایسے احکام ہیں جن سے انسان فرشتوں سے بھی سبقت لے جاتا ہے۔ جس میں عدل حکمی کی صلاحیت ہی نہ ہو (مثلاً فرشتہ) اور وہ کسی کل اور آلے کی طرح بے اختیار حرکت کرتا چلا جائے تو نہ وہ ثواب کا مستحق اور نہ عذاب کا مستوجب۔ جس میں خیر وشر کی بہ یک وقت قدرت ہو اور وہ اپنی قوت ارادی و اختیار سے کام لے کر صرف خیر پر عمل کرے تو یقیناً اشرف المخلوقت کہلانے کا اسی کو حق ہو سکتا ہے۔ یہی چیزیں نتیجہ ہیں سیرت پاک کے مطالعے کا۔ اور یہی چیزیں ہیں جو سیرتِ پاک کے مطالعے کی دعوت دیتی ہیں،، (203)

10۔خود آزمائی

1۔ سیرت کا لغوی و اصطلاحی مفہوم بیان کریں؟

2۔ مغازی و سیر میں کیا فرق ہے؟ واضح کریں؟

3۔ سیرت نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی اہمیت بیان کریں۔

4۔ ماخذ سیرت پر روشنی ڈالیں۔

5۔ مطالعہ سیرت کی ضرورت و اہمیت بیان کریں۔

11۔لازمی کتب برائے مطالعہ

1۔ قاضی اطہر مبارک پوری۔ تدوین سیر و مغازی

2۔ علامہ شبلی نعمانی، سیرت النبی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم، مقدمہ

3۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی سیاسی زندگی

12۔ ماخذ ومصادر

1 الواسطی (محمد مرتضٰی الحسینی) تاج العروس:۶/۵۵۹

2 السبا:۱۸

3 الطّور:۱۰

4 القصص:۲۹

5 یوسف:۱۰۹

6 العمران:۱۳۷

7 ابن منظور،لسان العرب،۴/۳۹۰،۳۸۹

8 ا لعسقلاني (احمد بن علي بن حجر)م(۸۵۲ھ)فتح الباری : ۷/۳۵۴

9 العسقلاني ، فتح الباری ، ۷/۳۵۴

10 خوارزمي ، الكفاية : ۵ /۱۸۸

11 المسلم، صحيح مسلم، كتاب الجهاد والسير : ۲/۸۱

12 العسقلاني ،فتح الباری، ۷/ ۳۵۴

13 ابن الهمام ، فتح القدير : ۵/۱۸۷

14 البابرتي (محمد بن محمود) شرح العناية على الهداية : ۵/۱۸۷

15 المرغيناني (علي بن ابي بكر) الهداية : ۲/ ۵۴۳

16 القاضي (عبد النبي بن عبد الرسول) دستور العلماء : ۲/ ۱۴۰

17 جی.اے. حق،اسلامی اصطلاحات:۱۳۴

18 محمد بن الحسن الشیبانی،ابوعبداللہ (م ۱۸۹ھ)امام اعظم ابوحنیفہ کے عظیم شاگردوں اورفقہ حنفی کے ناقلین میں سے ہیں،امام مالک بن انس سے بھی روائت کرتے ہیں۔دیکھئے:(الذہبی،میزان الاعتدال:۳/۴۹۳)

19 ندیم الواجدی ’’سیرت کے بعض اہم پہلو‘‘نقوش رسول نمبر ا/۵۲

20 عطية الله (احمد)القاموس الاسلامي ۳/۵۹۵

21 دہلوی (عبدالعزیز) عجالہ نافعہ:۴۸

22 ابن الهمام ، فتح القدير : ۵ /۱۸۷

23 الجرجاني (علي بن محمد) التعريفات : ۱۰۸

24 حاجي خليفه ، كشف الظنون : ۱۰۱۲

25 الحاكم،الحافظ (محمد بن عبد الله)م(۴۰۵ھ) معرفة علوم الحديث : ۲۹۴

26 دہلوی (شاہ عبدالعزیز) فوائد جامعہ عجالۂ نافعہ:۴۸

27 البوطي (محمد سعيد رمضان) فقه السيرة : ۱۸،۱۷

28 الحلبي(علي بن برهان الدين)م(۱۰۴۴ھ)السيرة الحلبية : ۱/۳

29 الا حزاب : ۲۱

30 آل عمران : ۳۱

31 مناظر احسن گیلانی (تدوین حدیث) نقوش رسول نمبر:۶/ ۸۱

32 الترمذی (ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ)م (۲۷۹ھ)جامع الترمذی ،ابواب المناقب ،حدیث نمبر : ۳۷۴۳ (۲۲۴/۲)

33 العسقلاني (احمد بن علي) م(۸۵۲ ھ) الاصابة في تمييز الصحابة : ۳/ ۲۵۶

34 الجمعة : ۲

35 ابو زهره (مترجم : غلام احمد حريري) تاريخ حديث و محدثين : ۱۵۹، ۱۵۸

36 (ابو زهره) م ن : ۱۵۹

37 (مناظر احسن گيلاني) نقوش رسول نمبر : ۱۰۱/۶

38 الصحيح البخاری،كتاب علم ،باب التناؤب في العلم ،حديث نمبر : ۸۷ (۱۹/۱)

39 النووی (يحييٰ بن شرف)م(۶۷۶ھ)الاربعين : ۵

40 الصحيح البخاری، كتاب العلم، باب ليبلغ العلم الشاهد الغائب ، حديث نمبر : ۶۵ (۱/ ۲۱)

41 حضرت ابوھریرہ: (عبدالرحمٰن بن عامر دوسی) آستین میں ایک بلی کو اٹھائے ہوئے تھے کہ بارگاہ مصطفی ﷺ سے "ابوھریرہ" کی کنیت عطا ہوئی۔ زمانۂ جاہلیت میں عبد شمس آپ کا نام تھا۔ آپ کے نام اور نسبت میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ بعض آپ کا نام عبدالرحمٰن کی بجائے بتایا ہے۔ آپ صحابہ کرام میں سے کثیر الحدیث ہیں۔ دیکھئے: (العسقلانی۔ الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ: ۲۰۲/۴)

42 الصحيح البخاری ، كتاب الاعتصام با لكتاب و السنة،باب الحجةعلي من قال حديث نمبر : ۱۱۶ (۱۰۹۳/۲)

43 (حضرت عمر فاروق)عمر بن خطاب نفیل بن عبد اللعزیٰ .آپ کی والدہ کا نام حنتمۃبنت ھشام تھا .آپ کی کنیت ابو حفص ھے اور "فاروق" بھی. آپ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ تھے (مسعودی ،علی بن حسین (م۳۴۶ھ) مروج الذھب : ۳۱۳/۲)

44 العسقلانی ،م ن : ۴/ ۲۰۸

45 (حضرت ابوایوب) کا نام خالد بن زید بن کلب ہے۔ان کا تعلق مدینہ کے خزرج قبیلے سے ہے۔تمام غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔حضرت علی سے خاص انس تھا۔جنگ جمل میں حضرت علی کا ساتھ دیا۔۵۰ھ/۵۱ھ میں شہر قسطنطنیہ کے قریب وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔دیکھئے:(ابن اثیر،اسد الغابۃ:۱۴۳/۵)

46 (عقبہ بن عامر) جہنی فقیہ، عالم، قرآن کے قاری اور علمِ فرائض کے ماہر تھے۔حضرت معاویہ کی طرف سے مصر کے گورنر مقرر ہوئے۔سنتالیس ہجری میں انہیں معزول کر دیا گیا، آپ سے بکثرت آحادیث روائت کی گئی ہیں۔دیکھئے:(الذہبی، تذکرۃ الحفاظ (اردو):۱/ ۵۵)

47 الصحیح البخاری ،کتاب المظالم والغضب ،باب لا یظلم المسلم المسلم حدیث نمبر : ۲۲۶۲

48 حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص) اپنے باپ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینے آئے۔عبادت گزار قرآن کے قاری اور حصول علم میں بہت مستعد۔علم کو کتابت سے خوب محفوظ کیا جس کا اعتراف حضرت ابوھریرہ کو بھی تھا۔(الذھبی ،م ن:۱/۵۴)

49 ام عبداللہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا خلیفۂ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ہیں۔حضور ﷺ کو آپ سے بے حد انس تھا۔فقہا صحابہ میں آپ کا شمار ہوتھا۔حضور ﷺ کے ساتھ آٹھ سال پانچ ماہ بسر کئے۔قرآن میں آپ کی برأت کا اعلان ہے۔آپ کا انتقال ۵۷ھ/ ۵۸ھ میں ہوا۔دیکھئے:(الذھبی ،م ن:۱/ ۴۶،۴۵)

50 تاریخ حدیث ومحدثین:۹۸،۹۷

51 ابوالحسن علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نسباً ھاشمی تھے۔حضور ﷺ کی دامادی کا شرف حاصل ہوا۔زبان نبوت سے جنت کی بشارت ملی۔حضرت عثمان کے بعد خلیفہ بنے۔سترہ رمضان المبارک ۴۰ھ میں انتقال ہوا۔دیکھئے:(الذھبی ،م ن:۱/ ۳۵،۳۳)

52 الحاکم ،معرفۃ علوم الحدیث : ۱۷۴

53 ابو عبد الرحمن عبداللہ بن مسعود الھذلی سابقین اولین اور بدری صحابہ میں سے ھیں عظیم فقیہ ،محدث ،مفسر اور قاری قرآن تھے . ساٹھ سال کی عمر میں ۳۲ھ میں انتقال فرمایا. دیکھئے : (الذھبی ،م ن : ۱/ ۳۶)

54 الحاکم ، م ن : ۱۷۵ / الدارمی ،سنن الدارمی ،کتاب المقدمہ ،باب مذاکرۃ العلم ، حدیث نمبر : ۶۱۹ (۱۵۸/۱)

55 الدارمي ، م ن : حديث نمبر : ٦٢٥ (١٥٨/١)

56 الدارمي ، م ن : حديث نمبر : ٦١٥ (١٥٧/١)

57 ابوعبداللہ جابر بن عبداللہ انصاری ہجرت سے پہلے عقبہ کے مقام پر بیعت کرنے والوں میں سے ہیں ۔طویل عمر پائی ۔آخری عمر میں نابینے ہوگئے تھے ۷۸ھ میں انتقال ہوا۔دیکھئے:(الذھبی ،م ن:۵۵)

58 ابو شبل علقمه بن قيس بن عبدالله نخعي كوفي ،فقيه عراق ابراهيم نخعي كے ماموں تھے .عبد الله بن مسعود كے عقلمند تلامذه ميں سے تھے اور آپ كے علوم وسيرت كے جامع تھے .بعض صحابه ان سے مسائل دريافت كرتے تھے . ديكھئے : (الذهبي ،م ن : ۵۸/۱)

59 مناظراحسن گیلانی ،نقوش رسول نمبر:۸۴/۶

60 ابوالعباس عبداللہ بن عباس ہاشمی ،حضورﷺ کی وفات کے وقت تیرا برس کے تھے۔ان کے حق میں حضورﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ پاک انہیں تفسیر قرآن کا علم عطا فرمائے۔آپ نے ۶۸ھ میں طائف میں انتقال فرمایا۔دیکھئے:(الذھبی ،م ن:۵۴،۵۳)

61 ابوعبداللہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حبرِ امت کے لقب سے مشہور ہیں۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام تھے چالیس سال تک تعلیم حاصل کی۔مدینہ منورہ میں ۱۰۷ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔دیکھئے:(الذھبی ،م ن:۱/۹۵،۹۴)

62 الذھبی ،م ن:۹۴/۱

63 سید معظم حسین ،مقدمہ معرفۃ علوم الحدیث ،صفحہ ط

64 البقرۃ:۹۷

65 القلم:۴

66 مسلم ، صحيح مسلم ، كتاب صلوٰة المسافرين ،باب صلوٰة الليل . حديث نمبر : ١٣٩ (٢٥٦/١)

67 ابن ہشام (عبدالملک) م (۱۸۰ھ) السیرۃ النبویۃ:۱۰۳/۲

68 الصحیح البخاری، کتاب بنیان الکعبۃ، باب ہجرۃ النبی واصحابہ، حدیث نمبر:۳۶۱۶(۵۵۵/۱)

69 ابن ہشام م ن:۱۱۵/۲

70 الصحيح البخاری ، كتاب الجهاد ،باب كتابة الامام الناس حديث نمبر : ٢٨٣٢ (٤٣٠/١)

71 العسقلاني تهذيب التهذيب : ١٢٢/٥

72 دانا پوری، مقدمہ اصح السیر :۱۱۳

73 ابن سعد(محمد) الطبقات الكبرىٰ : ٢٢/٢

74 سنن الدارمي ، كتاب المقدمه ، باب من رخص في كتابة العلم حديث نمبر : ۴۸۴ (۱/۱۳٦)

75 ابن سعد ، الطبقات الكبریٰ : ۲/ ۲۸۵

76 الدارمي ، م ن حديث نمبر : ۴۹٦ (۱/۱۳۸)

77 جامع الترمذی، ابواب العلم ،باب ماجاء في الرخصة فيه حديث نمبر : ۲۵۹۲

78 العسقلانی م ن:۴/۲۰۵

79 الدارمي ، م ن ، كتاب الطلاق ،باب لاطلاق قبل نكاح حديث نمبر : ۲۱٦٦

80 عمرو بن حزم بن زید انصاری خزرجی کی کنیت ابوضحاک ہے۔آپ غزوۂ خندق میں حاضر ہوئے۔اہل نجران کی طرف سترہ سال کی عمر میں عامل بنا کر بھیجے گئے۔پچاس ہجری کے بعد وفات پائی۔آپ کی وفات کے بارے میں اختلاف ہے۔ دیکھئے:(ابن الاثیر،م ن:۴/۹۸،۹۹)

81 ابن اثیر،م ن:۴/۹۹

82 مبارک پوری (اطہر) تدوین سیر ومغازی:۵۱

83 معاذ بن جبل بن عمرو انصاری خزرجی ،بعض نے ان کو بنی سلمہ قبیلے کی طرف منسوب کیا ہے۔آپ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔بیعت عقبہ میں شامل تھے۔تمام غزوات میں شریک رہے۔مواخات میں عبد اللہ بن مسعود کے بھائی قرار پائے۔اٹھارہ سال کی عمر میں اسلام لائے۔قاریٔ قرآن اور حلال وحرام کو خوب جاننے والے اور عہد نبوی میں اصحاب فتویٰ میں سے تھے۔حضورﷺ نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا۔وصال مبارک تک وہیں رہے۔اڑتیس سال کی عمر میں اٹھارہ ہجری میں انتقال فرمایا۔دیکھئے:(ابن الاثیر،م ن:۴/۳۷۸،۳۷۷،۳۷٦)

84 الترمذی ، م ن ، ابواب الزكاة،باب ماجاء في زكاة الخضروات ،حديث نمبر : ۵۷۷

85 الدارمي ، م ن ، كتاب الزكاة ، باب في زكاة الغنم ،حديث نمبر : ۱٦۲۱ (۱/۴٦۴)

86 البخاری ،م ن ، كتاب العلم ،باب كتابة العلم حديث نمبر : (۱/۲۲)

87 مبارک پوری،تدوین سیر ومغازی:۱۲۹

88 ابن سعد ، الطبقات الكبریٰ : ۱/۱۹۸

89 ابن سعد،الطبقات الکبریٰ:۱/۱٦۲

90 منذر بن ساوی بن الاخنس التمیمی الدارمی،آپ بحرین پر عامل تھے۔فتح مکہ سے قبل حضورﷺ نے ان کی طرف خط لکھا تھا یہ اسلام لے آئے۔حضورﷺ کے وصال کے قریب ہی ان کا وصال ہوا۔دیکھئے:(العسقلانی،م ن:۵/۲۰۲)

91 دانا پوری ، مقدمه اصح السیر فی هدی خیر البشر : ۱۲

92 داناپوری،مقدمہ اصح السیر :۱۲

93 داناپوری،مقدمہ اصح السیر :۱۲

94 ابن قیم (محمد بن ابو بکر) م (۷۵۱ھ) زاد المعاد : ۱/۶۹، ۶۸

95 الطبرانی ، معجم صغیر : ۲۱۷

96 ابن سعد ،الطبقات الکبریٰ : ۱/۲۱۵

97 مبارک پوری،تدوین سیر ومغازی:۱۱۶

98 ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ : ۲/۷۵

99 ابن ہشام ، (عبد الملک)م (۱۸۰ھ) السیرۃ النبویۃ : ۳/۳۴۶

100 ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ : ۱/۲۳۰، ۲۲۹

101 ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ : ۱/۲۳۰

102 ابن سعد ،الطبقات الکبریٰ : ۷/۳۶

103 البلاذری (احمد بن یحییٰ) فتوح البلدان : ۶۶

104 ابوعبید(قاسم بن سلام)م (۲۲۴ھ)(مترجم:عبدالرحمٰن طاہرسورتی) کتاب الاموال:۲۹۵

105 مبارک پوری،تدوین سیر ومغازی:۱۲

106 البلاذری،م ن:۱۰۸

107 مبارک پوری،تدوین سیر ومغازی:۱۳۵

108 یحییٰ بن آدم (م۲۰۲ھ) کتاب الخراج:۷۹،۷۸

109 ابن سعد ،الطبقات الکبریٰ : ۳/۴۰۲

110 العسقلانی ،فتح الباری : ۱/۲۷۶

111 الترمذی ، م ن ، کتاب العلم ،حدیث نمبر : ۲/ ۲۳۹

112 ابن سعد، الطبقات الکبریٰ : ۷/۱۶

113 الدارمی ،م ن ، باب من رخص فی کتابة العلم، حدیث نمبر : (۱/۱۳۸)

114 الدارمی، سنن الدارمی ،باب من رخص فی کتابة العلم : (۱/۱۳۹)

115 البخاری ، م ن ، کتاب الدیات ،باب العاقله : (۲ / ۱۰۲۰ ۲)

116 مسلم ، مقدمه صحیح مسلم ، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء : (۱ /۱۰)

117 العسقلانی، تهذیب التهذیب : ۱۹۸/۴

118 ابن سعد، الطبقات الکبریٰ : ۲ /۱۲۳

119 ابن قیم ، م ن : ۲ /۵۷

120 العسقلانی ،الاصابةفی معرفة الصحابة : ۴/ ۹۲،۹۱

121 ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ : ۲۹۳/۵

122 العسقلانی ، تهذیب التهذیب : ۱۹۸/۴

123 مناظر احسن گیلانی ،تدوین حدیث : ۶۴

124 العسقلانی ، م ن : ۱ / ۳۱۶، ۳۱۵

125 العسقلانی ،م ن : ۲۱۵/۴، ۲۱۴

126 الصحیح البخاری ، کتاب الجهاد ،باب لاتتمنولقاء العدو ،حدیث نمبر : ۲۷۴۴ (۱/ ۴۲۴)

127 ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ : ۳۰۳/۵

128 مسلم ،م ن ، کتاب الجهاد و السیر ،باب الاغا رة علی الکفار ،حدیث نمبر : ۳۲۶۰ (۲/ ۸۱)

129 مسلم،م ن ، کتاب الجمعة ، فصل فی قرأة الم تنزیل و هل اتی ، حدیث نمبر : ۱۴۵۲ (۱/ ۲۸۸)

130 مسلم ،م ن ،کتاب اللباس والزینة ،باب تحریم استعمال الحریر علی الرجل ،حدیث نمبر: ۳۸۵۷(۱۹۱/۲)

131 الدارمی، م ن ، کتاب المقدمه ، باب من رخص فی کتابة العلم ،حدیث نمبر : ۴۹۷ (۱/ ۱۴۰)

132 الدارمی ،م ن ، ایضاً ایضاً حدیث نمبر : ۴۹۸ (۱/ ۱۴۰)

133 مبارک پوری،تدوین سیر ومغازی:۱۶۸

134 مبارک پوری،تدوین سیر ومغازی:۳۲،۳۳

135 البخاری ،م ن ، کتاب الجهاد و السیر ، باب قتل ابی جهل : ۲/ ۵۶۵

136 البخاری ،م ن ، کتاب المغازی باب غزوۂ احد : ۵۷۸/۲

137 الحاکم ، معرفة علوم الحدیث : ۲۹۵

138 ابن الاثیر ،اسد الغابة فی معرفة الصحابة : ۳ / ۴۲۳

139 ابن سعد ، الطبقات الکبر : ۲/ ۲۸۱

140 المنجد(صلاح الدین) معجم ما الف عن رسول الله ﷺ : ۴۲

141 ابن سعد ، الطبقات الکبری (اردو) : ۵ /۱۱۵

142 العسقلانی ،تہذیب التہذیب : ۵/۶۷

143 دحلان (احمد زینی) السیرۃ النبویۃ : ۳۶۰

144 العسقلانی م ن : ۷/۲۶۶

145 ابن کثیر (عماد الدین) م (۷۷۴ ھ) البدایہ والنہایہ : ۳ /۲۴۲

146 ابوزہرہ،م ن:۲۴۹

147 ابن سعد، الطبقات الکبریٰ: ۵/۱۳۷

148 حاجی خلیفہ (مصطفیٰ بن عبد الله) م (۱۰۶۷ھ) کشف الظنون : ۱۰۱۲

149 ابن کثیر ،م ن : ۹ / ۱۰۱

150 مبارک پوری، تدوین سیر ومغازی:۱۷۸

151 زبیر بن بکار ، الموفقیات فی الاخبار : ۲۲۳ ، ۲۲۲

152 مبارک پوری ، تدوین سیر و مغازی : ۱۷۳

153 غلام احمد حریری، سید عبداللہ، علم (سیرہ) اردو دائرہ معارف اسلامیہ:۱۴/۸۷۱

154 شبلی نعمانی ، مقدمہ سیرۃ النبی : ۱ /۴۹

155 البخاری ،م ن ،کتاب المغازی ،باب (بلا عنوان بعد شهود الملائکۃ بدرا): حدیث نمبر : ۴۰۲۶ (۲/ ۵۷۳)

156 العسقلانی ، فتح الباری : ۷/ ۴۱۳

157 العسقلانی ، تہذیب التہذیب : ۱۰/۳۶۲، ۳۶۱

158 مبارک پوری، تدوین سیر ومغازی:۱۸۸

159 الدارمی ،م ن، باب من رخص فی کتابۃ العلم : حدیث نمبر ۴۸۷

160 ابن سعد، الطبقات الکبریٰ : ۲ /۳۵۳

161 ابن سعد، الطبقات الکبریٰ: ۵/۳۵۳

162 سہیل حسن، عربی مصادر سیرت، (سہ ماہی) فکر ونظر (سیرت نمبر):۲۴۹

163 العسقلاني ، تهذيب التهذيب : ۵/۵۴

164 شبلی نعمانی،مقدمہ سیرت النبی:۱/۴۹

165 مبارک پوری،تدوین سیر ومغازی:۱۳۷

166 داناپوری،مقدمہ اصح السیر :۱۳

167 مبارک پوری،تدوین سیر ومغازی:۲۸۷

168 مبارک پوری،تدوین سیر ومغازی:۲۸۲

169 مبارک پوری،تدوین سیر ومغازی:۱۷

170 العسقلاني، تهذيب التهذيب : ۱۰ / ۳۶۱

171 الذهبي (محمد بن احمد) م (۷۴۸ھ) ميزان الاعتدال : ۴/ ۱۹۶

172 داناپوری،مقدمہ اصح السیر :۱۵

173 حاجي خليفه ، ، كشف الظنون : ۱۷۴۷

174 حاجي خليفه ، ، كشف الظنون: ۱۷۴۷ ، ۱۲۴۰

175 جوزف ہوروونز،''سیرت نبوی کی اولین کتابیں اوران کے مؤلفین''(مترجم:نثار فاروقی)نقوش رسول نمبرا/ ۴۷۳۸

176 مبارک پوری،تدوین سیر ومغازی:۲۲۰

177 ابوزہرہ،م ن:۵۳۹

178 مبارک پوری تدوین سیر ومغازی:۱۶۶

179 الذهبي (محمد بن احمد) م (۷۴۸ ھ) العبر : ۱ /۲۹۵

180 العسقلاني ، تهذيب التهذيب: ۹ /۱۸۲

181 المنجد ، الدكتور (صلاح الدين) معجم ما الف عن رسول الله ﷺ

182 آل عمران:۱۶۴

183 آل عمران:۳۱

184 النساء:۸۰

185 محمد:۳۳

186 حشر:۷

187 صحیح بخاری

188 البخاری ، کتاب الاذان ، باب الاذان للمسافر ۲۳۹ بیهقی ، السنن الکبری ، جلد ۵. ص ۱۲۵

189 القلم:۶۸:۴

190 مالک بن انس ، امام، الموطا، کتاب حسن خلق باب ماجاء فی حسن الخلق

191 ابن هشام، ۱/۱۹۷

192 ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱/۱۲۴

193 ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ۲/۴۵

194 ابن کثیر، السیرة النبویة، ۱/۲۸۰

195 ازرقی، اخبار مکه، (تحقیق استاذ رشدی الصالح ، دار الثقافة مکه مکرمه ۱۳۸۵ھ) ۱/۲۶۴

196 قاضی عیاض، الشفاء، ۱/۱۸۱

197 ابن هشام، ۱/۲۹۹

198 البخاری، کتاب التفسیر، تبت یدا بی لهب، ۲/۷۴۳

199 الاحزاب:۲۱

201 البقرہ۲:۶۲

202 البقرہ۲:۲۸۶

203 ڈاکٹر محمد حمید اللہ، رسول اکرم کی سیاسی زندگی،ص ۱۸

یونٹ نمبر 3

رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کی مکی و مدنی زندگی

تالیف: ڈاکٹر محمد سجاد

نظر ثانی : پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر خان خاکوانی

فہرست عنوانات

	یونٹ کا تعارف	90
	یونٹ کے مقاصد	91
1۔	حضورؐ کا خاندان	92
2۔	ولادت نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم	92
3۔	کفالت نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم	93
4۔	حرب فجار میں شرکت	94
5۔	حلف الفضول	94
6۔	تجارت	94
7۔	حضرت خدیجہؓ سے شادی	94
8۔	تعمیر کعبہ	95
9۔	بعثت نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم	96
10۔	دعوت اسلام کا آغاز	97
11۔	اعلانیہ دعوت	97
12۔	حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا قبول اسلام	98
13۔	ہجرت حبشہ	99
14۔	بنو ہاشم کا مقاطعہ	101
15۔	معراج	101
16۔	عام الحزن	101
17۔	سفر طائف	102
18۔	بیعت عقبہ اولیٰ وثانیہ	102
19۔	ہجرت مدینہ	103

20۔	قبا میں قیام	105
21۔	مسجد نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی تعمیر	106
22۔	میثاق مدینہ	106
23۔	غزوات نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کا جائزہ	108
24۔	صلح حدیبیہ	118
25۔	بیعت رضوان	120
26۔	سلاطین کو دعوت	122
27۔	فتح مکہ	123
28۔	عام الوفود	126
29۔	حجۃ الوداع	126
30۔	وفات	129
31۔	خود آزمائی	131
32۔	لازمی کتب برائے مطالعہ	131
33۔	مآخذ و مصادر	132

یونٹ کا تعارف

آفتاب رسالت حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم جس کی کرنوں نے تاریکی عالم کو روشنی میں بدل دیا۔ وہ ہادی کامل جس کی ہدایت ورہنمائی میں نسل انسانی اپنی منزل پر پہنچی۔ وہ محسن انسانیت رحمت العلمین شفیع المذنبین کی ذات مقدس ہے کہ جس کا نام نامی محمد رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم ہے۔ آفتاب رسالت حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی نورانی کرنوں نے پہلے ریگزارعرب کو منور کیا پھر کائناتِ انسانی کی تاریکیوں کو مٹانے کے اسباب پیدا کیے۔ محسن انسانیت نے انسان کو اس کی حقیقی اور سچی قدروں سے آگاہ کیا۔ وہ سبق یاد دلایا جو انبیاو مصلحین دیتے رہے۔ ان کو اس جاہلیت سے نکالنے کا عزم کیا جس نے انہیں انسانیت کے عظیم مقام ومرتبہ سے نکال کر حیوانیت کی سطح پر لا کھڑا کیا تھا۔ آپؐ نے زندگی کے ہر شعبے کی اصلاح فرمائی اور معاشرے کا کوئی پہلو ایسا نہ رہا جس تک آپ کی نگاہ نہ پہنچی ہو۔

دنیا کی تاریخ میں حضور اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّمؐ کی مثال ایک منفرد مثال ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے دنیا کے سب سے زیادہ بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح کر کے اسے قیامت تک کے لئے دنیا کا سب سے زیادہ اصلاح یافتہ معاشرہ بنا دیا۔ ''وادی غیر ذی زرع'' کو جس نے گلشن بنا دیا۔ اور سرزمین حجاز کے صحرائی کلاس روم میں معلم صدق وصفا سے درس لینے والی تہذیب نا آشنا قوم دیکھتے ہی دیکھتے اقوام عالم کے لئے عدل وانصاف، اخوت ومساوات امن وآشتی، الفت ومحبت کی علمبردار بن گئی۔ جو رہزن تھے وہ رہبر بن گئے۔ جو امی محض تھے۔ وہ متعدد علوم وفنون کے موجد بن گئے۔ جو بے شمار رذائل اخلاق میں مبتلا اور ان کے خوگر تھے وہ مکارم اخلاق کے معلم وداعی بن گئے۔ جو زانی ونفس پرست تھے وہ عصمت وعفت کے محافظ بن گئے۔ جو بے قید حصول معاش کے عادی اور اسراف وتبذیر کے خوگر تھے۔ وہ مال ودولت کے امین بن گئے۔ یہ تھا وہ علم سماجی ومعاشرتی انقلاب جو محسن انسانیت کی حسن تربیت کی بدولت برپا ہوا۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللّٰہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے معاشرہ کے ہر فرد کی تربیت فرمائی۔

اللہ تعالی نے آپ کی زندگی کو تمام انسانیت کے لیے اسوۂ حسنہ بنایا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی سیرت محفوظ ہے اور ایک جامع اور اکمل نمونہ زندگی ہے آپ اخلاق کے اعلی مرتبے پر فائز ہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی سیرت کا مطالعہ ہر مسلمان کے لیے لازمی ہے۔اس یونٹ میں ہم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی مکی اور مدنی زندگی کے اہم واقعات کو زمانی ترتیب کے مطابق بیان کریں گے۔

یونٹ کے مقاصد

امید ہے کہ اس یونٹ کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

1۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی مکی زندگی کے بارے میں جان سکیں۔

2۔ آپ کی بعثت اور دعوت کے بارے میں جان سکیں۔

3۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی مدنی زندگی کے حالات سے آگاہ ہو سکیں۔

1۔ حضور اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کا خاندان

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کا تعلق خاندان قریش کے ایک اہم خاندان بطن بنو ہاشم سے تھا۔حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کا خاندان اقوام عالم میں معزز اور ممتاز تھا۔

حضور نے اپنے سلسلہ نسب کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

ان اللہ اصطفیٰ کنا نۃ من ولد اسمعیل و اصطفیٰ قریشا من کنا نۃ و اصطفی من قریش بنی ھاشم و اصطفانی من بنی ھاشم(1)

''اللہ نے اولاد اسماعیل میں سے کنانہ کو پسند کیا اور قریش کو کنانہ سے اور قریش سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔''

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کا سلسلہ نسب یہ ہے۔حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان(2)

2۔ ولادت نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم

22 اپریل 570ء/ 12 ربیع الاول دوشنبہ کے روز حضرت محمد رسول اللّہ خاتم النبین صلی اللّہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی ولادت ہوئی۔آپ کے دادا جناب عبدالمطلب آپ کو اٹھا کر خانہ کعبہ میں لے گئے اور دعا مانگی (3) ساتویں روز عقیقہ کر کے محمد نام رکھا اور تمام خاندان قریش کی دعوت کی۔محمد عرب میں بالکل نیا نام تھا۔قریش نے اس نامانوس نام کا سبب دریافت کیا تو عبدالمطلب نے جواب دیا''میں چاہتا ہوں کہ میرا فرزند ساری دنیا میں مدح وستائش کا سردار قرار پائے۔(4)

سب سے پہلے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو آپ کی والدہ نے دو تین روز کے بعد ثویبہ نے دودھ پلایا جو ابولہب کی باندی تھی۔ مکہ میں یہ دستور تھا کہ وہ عرب کی خالص خصوصیات اور بچوں میں فصاحت کا جوہر پیدا کرنے کے لیے بچوں کو دیہات اور قصبات میں بھیج دیتے۔ اس دستور کے مطابق آنخضرت کی ولادت کے چند روز بعد عبدالمطلب نے اپنے پوتے کو ایک دائیہ حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیا جو قبیلہ ہوازن کی دوسری عورتوں کے ہمراہ بچوں کی تلاش میں مکہ آئی ہوئی تھیں۔ دو برس تک اس بچہ نے حلیمہ سعدیہ کی گود میں پرورش پائی۔ تیسرے برس حلیمہ سعدیہ یہ امانت واپس کرنے کے لیے مکہ آئیں ان دنوں مکہ میں طاعون پھیلا ہوا تھا۔ اور حلیمہ نے دو سال تک اس بچے کی برکات کا مشاہدہ کیا تھا اس لیے اسے چھوڑنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ چنانچہ طاعون کا بہانہ کر کے آپ کو اپنے ساتھ واپس لے گئیں اب آپ کی عمر چار برس ہوئی حلیمہ سعدیہ نے آپ کو حضرت آمنہ کے سپرد کر دیا۔ جب آپ کی عمر چھ برس کی ہوئی تو آپ کی والدہ آپ کو لے کر اپنے مرحوم شوہر کی قبر کی زیارت کے لیے مدینہ گئیں جو مدینہ میں مدفون تھے۔ وہاں ایک مہینہ قیام کیا۔ واپس آتے ہوئے مقام ابوا میں پہنچیں تو ان کا انتقال ہو گیا اور یہیں مدفون ہوئیں' اور یہ یتیم بچہ چھ برس کی عمر میں ماں کی محبت سے بھی محروم ہو گیا۔ ام ایمن (عبداللہ بن عبدالمطلب کی باندی) آپ کو لے کر مکہ میں آئیں۔ عبدالمطلب کو شروع سے یتیم پوتے کے ساتھ بے پناہ محبت تھی۔ ہر وقت پوتے کو ساتھ رکھتے لیکن یہ سایہ شفقت بھی زیادہ دنوں تک قائم نہ رہ سکا۔ آنخضرت کی عمر آٹھ برس کی تھی کہ عبدالمطلب بیاسی برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ عبدالمطلب کا جنازہ اٹھا تو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم بھی ساتھ تھے اور فرط محبت سے روتے جاتے تھے۔

3۔ کفالت نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم

جناب ابو طالب آنخضرت کے چچا تھے۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب دنیا چھوڑتے وقت پوتے کو ان کے سپرد کر گئے۔ ابو طالب آنخضرت سے اس قدر محبت رکھتے تھے کہ آپ کے مقابلہ میں اپنے بچوں کی پروا نہیں کرتے تھے۔ ابو طالب تجارت کیا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں اکثر شام آیا جایا کرتے تھے۔ آنخضرت کی عمر تقریباً بارہ برس تھی کہ جناب ابو طالب نے شام کے سفر کا ارادہ کیا۔ سفر کی صعوبتوں کے خیال سے آنخضرت کو ساتھ نہیں لے جانا چاہتے تھے لیکن جب جناب ابو طالب چلنے لگے تو آپ ان سے لپٹ گئے۔ ابو طالب نے آپ کی دل شکنی گوارا نہ کی اور ساتھ لے لیا۔

4۔ حرب فجار میں شرکت

عرب میں لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ یہ جنگ اس سلسلہ کی سب سے زیادہ مشہور اور خطرناک جنگ تھی، جو قریش اور بنوقیس کے درمیان ہوئی۔ قریش اس جنگ میں برسرِحق تھے اس لیے آنحضرت نے بھی اس میں شرکت فرمائی لیکن کسی پر تلوار نہیں اٹھائی۔(5)

5۔ حلف الفضول

حرب فجار کے بعد زبیر بن عبدالمطلب نے اصلاح کی تجویز پیش کی چنانچہ بنو ہاشم، بنوزہرہ اور بنوتمیم کے درمیان یہ معاہدہ ہوا کہ ہم میں سے ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا اور کوئی ظالم مکہ میں نہ رہنے پائے گا۔ آنحضرت بھی اس معاہدہ میں شریک تھے اور عہد نبوت میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر اس معاہدہ کے بدلے مجھے سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیے جاتے تو میں نہ لیتا اور آج بھی ایسے معاہدے کے لیے کوئی بلائے تو میں تیار ہوں۔(6)

6۔ تجارت

جب حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم جوان ہوئے تو کسب معاش کی فکر ہوئی۔ آپ کا خیال تجارت کی طرف ہوا اور آپ کو اس کا خاصا تجربہ بھی تھا لیکن سرمایہ کی قلت کی وجہ سے مستقل کاروبار نہیں کر سکتے تھے۔ آپ کی دیانت تجربے اور حسن معاملہ کی شہرت ہر طرف پھیل چکی تھی اس لیے مالدار لوگ منافع کی شرکت پر آپ کو سرمایہ دیتے تھے۔ آپ نہایت محنت اور دیانت کے ساتھ ان کا کام کرتے۔ تجارت کی غرض سے شام، بصریٰ اور یمن کے متعدد سفر آپ نے کئے اور آپ کی دیانت اور امانت داری کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔(7)

7۔ حضرت خدیجہؓ سے شادی

حضرت خدیجہ قریش کی ایک معزز، پاکیزہ اخلاق اور دولت مند بیوہ تھیں۔ ان کا تجارتی کاروبار نہایت وسیع تھا۔ جب اہل مکہ کا قافلہ تجارت کو روانہ ہوتا تھا تو اکیلا ان کا سامان تمام قریش کے برابر ہوتا تھا۔ آنحضرت کے تجارتی تجربات اور

دیانت داری کا شہرہ سن کرانہوں نے درخواست کی کہ میرا سامان فروخت کرنے کے لئے شام لے جایئے۔ آپ نے منظور کر لیا اور خدیجہ کا سامان لے کر بصریٰ تشریف لے گئے۔ اس سفر میں خدیجہ کا غلام میسرہ ساتھ تھا۔ اس نے سفر میں آنخضرت کے جو اخلاق وعادات مشاہدے کئے تھے واپس آ کر اپنی مالکہ سے بیان کئے۔ خدیجہ آپ کے پاکیزہ اخلاق سے پہلے سے آگاہ تھیں۔ میسرہ کے بیان سے تصدیق ہوگئی۔ چنانچہ انہوں نے خود آنخضرت سے شادی کی درخواست کی حالانکہ اس سے پہلے بڑے بڑے سرداروں کی درخواست نکاح کو رد کر چکی تھیں۔ چنانچہ حضور نے ان کی درخواست منظور فرمالی اور جناب ابوطالب نے پانچ سو طلائی درہم پر نکاح پڑھایا۔ اس وقت آنخضرت کی عمر 25 سال اور حضرت خدیجہ کی 40 سال تھی۔

8- تعمیر کعبہ

آنخضرت کی عمر 35 سال کی تھی جب قریش نے کعبہ کی عمارت کو از سر نو تعمیر کرایا۔ عمارت کی تعمیر میں تو سب ہی شامل تھے مگر حجر اسود نصب کرنے کا موقع آیا تو اس شرف کے حصول کے لیے قبائل میں تلواریں کھنچ گئیں۔ چار دن تک یہ جھگڑا برپا رہا۔ پانچویں دن یہ طے ہوا کہ دوسرے دن سب سے پہلے جو شخص کعبہ میں آئے وہی حکم قرار پائے۔ اتفاق سے قبائل کے معزز آدمی موقع پر پہنچے تو دیکھا کہ آنخضرت تشریف فرما ہیں۔ آنخضرت کو دیکھنا تھا کہ ھذا الامین رضینا ھ(امین آ گیا۔ ہم اس کے فیصلے پر رضامند ہیں) کے نعرے لگ گئے۔ آپ کی امانت ودیانت پر سب کو اعتماد تھا اس لیے سب نے آپ کو بالاتفاق حکم مان لیا۔ لیکن آپ نے مناسب نہ سمجھا کہ تنہا اس شرف سے بہرہ ور ہوں چنانچہ آپ نے چادر بچھا کر اس میں حجر اسود کو رکھا اور فرمایا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی چادر پکڑ کر اٹھائے اور جب چادر موقع کے برابر آ گئی تو آپ نے پتھر اٹھا کر نصب فرما دیا۔ اس حسن تدبیر سے ایک خونریز جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی۔ (8)

9۔ بعثت نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم

جب حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی عمر چالیس سال ہوئی تو ایک دن حسب معمول آپ غار حرا میں تشریف رکھتے تھے کہ فرشتہ نظر آیا اور آپ سے کہا۔

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِی خَلَقَ ہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ہ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ﴾ (9)

اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا۔ انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب سب سے بڑھ کر بزرگی والا ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ انسان کو سکھایا جو نہیں جانتا تھا۔

اس واقعہ کے بعد آپ گھر تشریف لائے۔ گھر پہنچ کر آپ لیٹ گئے اور خدیجہؓ سے کہا مجھ پر کمبل ڈال دو۔ جب طبیعت سکون پذیر ہوئی تو ان سے واقعہ بیان کیا اور کہا کہ مجھے جان کا ڈر ہو گیا ہے۔ خدیجہ الکبریٰؓ نے جواب دیا۔

کلا واللہ لا یخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم و تحمل الکل و تکسب المعدوم و تعین علی نوائب الحق. (10)

ہرگز نہیں! خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ ناداروں کی خبر گیری کرتے ہیں اور مصائب میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ پھر حضرت خدیجہؓ آپ کو اپنے عزیز ورقہ بن نوفل کے پاس (جو تورات وانجیل کے عالم تھے) لے گئیں۔ انہوں نے یہ ماجرا سن کر کہا یہ تو وہی ناموس ہے جو موسیٰ پر اترا تھا' کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی' اس وقت آپ کی مدد کرتا۔ اس کے بعد حضرت جبرائیل کے ذریعہ آپ پر اصل حقیقت منکشف ہوئی اور آپ نے اپنا فرض انجام دینا شروع کر دیا۔

10۔ دعوت اسلام کا آغاز

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے تبلیغ اسلام کے لے نہایت تدبیر اور تدریج سے کام لینا شروع کیا اور اول اول ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جو آپ کے اخلاق و عادات اور چالیس سالہ شبانہ روز کے معمولات سے اچھی طرح واقف تھے۔ انہوں نے بلا تامل اس دعوت کو قبول کر لیا۔ سب سے پہلے آپ نے حضرت خدیجہؓ کو یہ پیغام سنایا وہ سننے سے پہلے مومن تھیں۔ پھر مردوں میں ابوبکر صدیقؓ غلاموں میں زید بن حارثہ اور نوعمروں میں حضرت علیؓ کی باری آئی اور سب ہمہ تن اعتقاد تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بڑے با اثر دولت مند اور فیاض تھے۔ ان کی ترغیب اور ہدایت سے کبار صحابہ میں سے حضرت عثمانؓ حضرت زبیرؓ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوفؓ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت طلحہؓ مشرف باسلام ہوئے۔ ان کے قبول اسلام کے اثر سے یہ چرچا چپکے چپکے اور لوگوں میں بھی پھیلا چنانچہ حضرت خباب بن ارتؓ عمار بن یاسرؓ سعید بن زیدؓ عبداللہ بن مسعودؓ عثمان بن مظعونؓ ابوعبیدہؓ صہیب اور ارقم رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اسلام قبول کیا اور ایک اچھی خاصی جماعت دائرہ اسلام میں داخل ہوگئی۔ لیکن تین سال تک یہ کام پوشیدہ طور پر نہایت احتیاط سے ہوا۔ جب نماز کا وقت آتا تو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کسی پہاڑ کی گھاٹی میں چلے جاتے اور وہاں نماز ادا کرتے۔(11)

11۔ اعلانیہ تبلیغ

تین سال کے بعد اعلانیہ تبلیغ کے احکام نازل ہوئے۔

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ.﴾(12)

''سو کھول کر کہہ دے جو تجھے حکم دیا گیا ہے۔'' چنانچہ آپ نے کوہ صفا پر چڑھ کر آواز دی اے گروہ قریش! لوگ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی آواز پر جمع ہوئے تو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا کہ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ پہاڑ کے عقب سے ایک لشکر جرار آرہا ہے تو تم کو یقین آئے گا۔ سب نے کہا کیوں نہیں! جب کہ ہم نے تم کو ہمیشہ سچ ہی بولتے پایا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا تو میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب شدید نازل ہوگا۔ یہ غیر متوقع

بات سن کر سب لوگ جن میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کا چچا ابولہب بھی تھا سخت برہم ہوکر چلے گئے۔اس واقعہ کے چند روز بعد آپ نے ایک دعوت کا انتظام کیا۔تمام خاندان عبدالمطلب کو مدعو کیا۔کھانا کھلانے کے بعد حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے کھڑے ہوکر فرمایا۔میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جو دین و دنیا دونوں کی کفیل ہے۔اس بارگراں کو اٹھانے میں کون میرا ساتھ دیتا ہے۔تمام مجلس میں سناٹا تھا۔صرف حضرت علیؓ کی ایک آواز آئی گو مجھے آشوب چشم کی شکایت ہے' میری ٹانگیں پتلی ہیں اور نو عمر ہوں لیکن میں آپ کا ساتھ دوں گا۔(13)

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم بدستور دعوت اسلام میں مصروف رہے تو قریش نے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو طرح طرح کی اذیتیں دینا شروع کیں۔حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی راہ میں کانٹے بچھا دیتے۔نماز کی حالت میں پشت مبارک پر نجاست ڈال دیتے۔بدزبانیاں کرتے۔ایک مرتبہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم حرم میں نماز پڑھ رہے تھے عقبہ بن ابی معیط نے گردن مبارک پر اپنی چادر رسی کی طرح ڈال کر اس زور سے کھینچی کہ آپ گھٹنوں کے بل گر پڑے۔حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم ان تمام سختیوں کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرتے تھے۔اور اپنا فرض برابر کئے جاتے تھے۔

12۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا قبول اسلام

ایک دن ابوجہل نے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے ساتھ گستاخی کی' حضرت حمزہ نے سنا تو غصہ سے بے تاب ہوگئے۔تیر وکمان ہاتھ میں لیے حرم میں آئے اور ابوجہل کے سر پر اس زور سے کمان کھینچ ماری کہ وہ زخمی ہوگیا۔پھر رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے پاس گئے اور کہا بھتیجے! میں نے ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے لیا ہے۔''نبی اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا۔''چچا میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوتا۔ہاں تم مسلمان ہوجاؤ تو مجھے بڑی خوشی ہو۔حضرت حمزہ اسی وقت مسلمان ہوگئے۔عمر بن خطاب دوسرے رؤسائے قریش کی طرح اسلام اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے اور اپنی بہن اور بہنوئی کو جو مسلمان ہو چکے تھے۔اسلام لانے کے جرم کی سزا میں اس قدر مارا کہ ان کا جسم لہولہان ہوگیا لیکن اسلام کی محبت ایسی نہ تھی جو ان سے ختم ہوجاتی۔عمرؓ نے کہا کہ تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھے بھی سناؤ۔بہن نے قرآن کے اجزاء سامنے لاکر رکھے تو سورہ الحدید کی ابتدائی آیات تھیں۔ایک ایک لفظ پر دل مرعوب ہوتا جاتا تھا۔یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے۔آمنو باللہ

و رسوله تو بے اختیار پکار اٹھے۔اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد ارسول الله ۔اس وقت تک مسلمانوں کی تعداد خاصی ہو چکی تھی لیکن وہ بڑی بے کسی کی حالت میں تھے۔ان کے لیے علانیہ نماز پڑھنا بھی ممکن نہ تھا۔حضرت عمرؓ بڑے جری آدمی تھے۔ان کے اسلام لانے سے اسلام کی تاریخ میں نیا دور شروع ہو گیا۔انہوں نے بھرے مجمع میں اپنے اسلام کا اعلان کیا۔حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو اس قدر تقویت ملی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں:۔

فلما اسلم عمر قاتل قريشا حتى صلى عند الكعبة وصلينا معه(14)

جب عمر اسلام لائے تو قریش سے مقابلہ کیا حتی کہ انہوں نے کعبہ میں نماز پڑھی اور ہم نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھی۔''

13۔ ہجرت حبشہ

جب مشرکین کی اذیتیں حد سے گزر گئیں تو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے اہل ایمان کو ارض حبشہ چلے جانے کا حکم دیا کیونکہ نجاشی شاہ حبش کے عدل وانصاف کی عام شہرت تھی۔ چنانچہ آنحضرت کے ایماء سے سنہ ۵ نبوی میں گیارہ مرد اور چار عورتوں کا مختصر قافلہ حبشہ روانہ ہو گیا۔قریش کو خبر ہوئی تو انہوں نے بندرگاہ تک تعاقب کیا لیکن قافلہ روانہ ہو چکا تھا۔حبشہ کا بادشاہ نجاشی منصف مزاج اور رحم دل تھا۔اس لیے مسلمان حبش میں امن وامان کی زندگی بسر کرنے لگے لیکن قریش اسے بھی گوارا نہ کر سکے چنانچہ عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ حبشہ پہنچے اور نجاشی سے درخواست کی کہ ہمارے شہر کے چند نادانوں نے ایک نیا مذہب ایجاد کیا ہے جو ہمارے اور آپ کے مذہب کے خلاف ہے۔وہ آپ کے ملک میں بھاگ آئے ہیں ان کو ہمارے حوالے کر دیا جائے۔نجاشی نے مسلمانوں کو بلا بھیجا اور کہا تم نے یہ کونسا مذہب ایجاد کیا ہے جو نصرانیت اور بت پرستی دونوں کے مخالف ہے۔اس کے استفسار پر حضرت جعفر نے حسب ذیل تقریر کی:

اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے۔بتوں کو پوجتے تھے' مردار کھاتے تھے۔بدکاریاں کرتے تھے۔ہمسایوں کو ستاتے تھے۔ بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا' قوی لوگ کمزوروں کو کھا جاتے تھے' اس اثناء میں ہم میں ایک شخص پیدا ہوا جس کی شرافت اور صدق و دیانت سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے۔اس نے ہم کو اسلام کی دعوت دی اور یہ سکھلایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں، سچ بولیں، خوں ریزی سے باز آئیں' یتیموں کا مال نہ کھائیں' ہمسایوں کو آرام دیں عفیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں' نماز پڑھیں' روزے رکھیں' زکوٰۃ دیں' ہم اس پر ایمان لائے' شرک اور بت پرستی چھوڑ دی اور تمام اعمال بد سے باز آئے' اس جرم پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن ہو گئی اور ہم کو مجبور کرتی ہے کہ اسی گمراہی میں واپس آ جائیں۔ یہ تقریر سن کر

نجاشی نے کہا اگر تم کو کچھ کلام الٰہی یاد ہو تو سناؤ۔ حضرت جعفر نے سورہ مریم کا ابتدائی حصہ سنایا۔ نجاشی پر رقت طاری ہو گئی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے' پھر اس نے کہا خدا کی قسم یہ کلام اور عیسیٰ کا کلام ایک ہی چراغ کے دو پرتو ہیں۔ اور قریش کے سفیروں کو صاف جواب دے دیا کہ یہ مظلوم تمھارے حوالے نہیں کئے جا سکتے۔ دوسرے روز عمرو بن عاص نے پھر دربار میں رسائی حاصل کی اور نجاشی سے کہا کہ ان لوگوں سے ذرا عیسیٰ کے متعلق تو پوچھیے کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس نے پھر مسلمانوں کو بلا بھیجا۔ یہ بڑا آزمائش کا وقت تھا کہ اگر صحیح اسلامی عقائد کا اظہار کرتے ہیں تو نجاشی ناراض ہو جاتا ہے لیکن حضرت جعفر نے فیصلہ کیا کہ خواہ نتائج کچھ ہی ہوں وہ صحیح اسلامی عقائد بیان کریں گے۔ چنانچہ جب ان سے نجاشی نے پوچھا کہ عیسیٰ کے متعلق تم لوگوں کا کیا عقیدہ ہے۔ تو حضرت جعفر نے جواب دیا کہ قرآن کی رو سے وہ خدا کے بندے' اس کے پیغمبر اور اس کی روح ہیں۔ نجاشی نے ایک تنکا اٹھا کر کہا کہ واللہ تم نے جو کچھ کہا عیسیٰ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں۔ نجاشی کی زبان سے یہ الفاظ سن کر اس کے دربار کے پادری برہم ہو گئے لیکن اس نے ان کے غصے کی کچھ پروانہ کی اور قریش کے سفیر ناکام لوٹے۔ (15)

چند روز حبشہ میں قیام کے بعد مسلمانوں کو اہل مکہ کے اسلام لانے کی غلط خبریں پہنچنے لگیں۔ چنانچہ بہت سے لوگ مکہ لوٹ آئے۔ قریب پہنچ کر حقیقت حال سے آگاہی ہوئی تو کچھ لوگ پھر حبشہ لوٹ گئے لیکن اکثر چھپ کر مکہ چلے آئے اور کسی نہ کسی کی امان میں آ گئے۔ چنانچہ دوبارہ ایک سو ایک مسلمانوں کو جن میں 83 مرد اور 18 عورتیں تھیں ہجرت حبشہ کی سعادت حاصل کی۔

14۔ بنو ہاشم کا مقاطعہ

قریش نے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کے خاندان بنو ہاشم سے قطع تعلق کر لیا۔ ان کے ساتھ شادی بیاہ کے تعلقات منقطع کر لیے۔ ان کے ہاتھ خرید و فروخت بند کر دی۔ ان کے پاس کھانے پینے کا سامان پر پابندی لگا دی۔ یہ معاہدہ منصور بن عکرمہ نے لکھا اور در کعبہ پر آویزاں کیا گیا۔ جناب ابو طالب مجبور ہو کر تمام خاندان بنو ہاشم کے ساتھ شعب ابی طالب میں فروکش ہو گئے۔ تین سال تک بنو ہاشم نے انتہائی مصیبتوں کے ساتھ اس گھاٹی میں بسر کئے۔ باہر سے ان کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز نہ پہنچنے پاتی تھی۔ درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرتے۔ بچے جب بھوک کی شدت سے روتے تھے تو باہر آواز آتی تھی۔ قریش سن سن کر خوش ہوتے تھے۔ بعض رحم دل چوری چھپے کھانے کی کوئی چیز پہنچا دیتے جن پر ان لوگوں کی زندگی کا انحصار تھا۔ مکمل تین سال گزرنے کے بعد بنو ہاشم کے بعض قریبی اعزا کا جذبہ ترحم اور حمیت جوش میں آئی اور انہوں نے ان لوگوں کو اس مصیبت سے نکالنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ ابو جہل کی مزاحمت کے باوجود ہشام مخزومی، زمعہ بن الاسود، مطعم بن عدی اور زہیر نے معاہدہ نامہ چاک کر دیا اور جا کر بنو ہاشم کو قید سے نکال لائے۔ (16)

15۔ واقعہ معراج

اسی سال معراج ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کو ملکوت السمٰوٰت والارض کی سیر کرائی۔ سفر معراج پر جاتے ہوئے پہلے آپ مسجد حرام سے بیت المقدس تشریف لے گئے وہاں انبیاء علیہ السلام کی جماعت کو نماز پڑھائی۔ پھر آپ کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی اور مختلف انبیاء کرام سے ان کے مقامات پر ملتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ اور بیت المعمور تک پہنچے اور قرب خاص حاصل ہوا اور گونا گوں وحی اللہ سے مشرف ہوئے۔

16۔ عام الحزن

شعب ابی طالب سے نکلنے کے چند روز بعد حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کے چہیتے چچا جناب ابو طالب کا انتقال ہو گیا۔ اس کے تھوڑے دنوں کے بعد حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی رفیقۂ حیات حضرت خدیجہ نے بھی سفر آخرت کیا اور سال کے اندر اندر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کے دو محسن اٹھ گئے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم اس سال کو عام الحزن (غم کا سال) فرمایا کرتے تھے۔ (17)

17۔ سفرطائف

اہل مکہ سے مایوس ہوکر آپ نے ارادہ فرمایا کہ طائف تشریف لے جائیں اور وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔طائف میں بڑے بڑے امراء اور رؤسا رہتے تھے چنانچہ آپ ان کے پاس گئے اور ان کے سامنے اسلام پیش کیا لیکن طائف والوں کا جواب اہل مکہ سے مختلف نہ تھا بلکہ مکہ والے پھر اپنے تھے اور بعض خاندانی وجاہت' کردار کی بلندی اور قرابت داری کے تعلق سے آپ کا پاس ولحاظ بھی کرتے تھے لیکن طائف والے بالکل بیگانہ تھے۔انہوں نے آپ کے ساتھ انتہائی گستاخانہ سلوک کیا۔اوباشوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا جو تالیاں بجا کر آپ کا تمسخر اڑاتے تھے۔انہوں نے آپ پر پتھر برسا کر آپ کو لہولہان کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ کے جوتے خون سے بھر گئے ۔ جب آپ زخموں سے چور ہو کر بیٹھ جاتے تو بازو سے پکڑ کر کھڑا کر دیتے اور پتھر برساتے اور گالیاں دیتے۔آخر آپ نے عتبہ بن ربیعہ کے انگوروں کے باغ میں پناہ لی اور پھر وہاں سے مایوس ہوکر مکہ لوٹ آئے۔(18)

18۔ بیعت عقبہ اولیٰ وثانیہ

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کا معمول تھا کہ حج کے زمانہ میں مختلف قافلوں کے پاس جا کر اسلام کی تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔رجب ۱۰ نبوی میں بھی آپ کئی ایک قبائل کے پاس تشریف لے گئے۔عقبہ کے پاس آپ کو چند اشخاص نظر آئے۔آپ نے ان سے نام ونسب پوچھا تو انہوں نے کہا ''خزرج'' آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور قرآن کی آیات سنائیں ۔ یہ لوگ اگرچہ مشرکین مکہ کی طرح بت پرست تھے لیکن یہود کی ہمسائیگی کی وجہ سے مذہبی کتابوں سے واقفیت رکھتے تھے اور انہیں علم تھا کہ یہود ایک نبی کے منتظر ہیں۔ چنانچہ یہ پیغام سنتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا۔دیکھو! کہیں یہود ہم سے بازی نہ لے جائیں'' ۔ یہ کہہ کر سب نے ایک ساتھ اسلام قبول کرلیا۔ ان کی تعداد چھ تھی۔دوسرے سال بارہ آدمی مدینہ سے آئے اور اسلام قبول کیا۔اس کے ساتھ اس بات کی بھی خواہش کی کہ ان کے ساتھ کوئی معلم بھیج دیا جائے جو انہیں احکام اسلام سکھلائے ۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔حضرت مصعبؓ مدینہ کے رئیس سعد بن زرارہ کے ہاں ٹھہرے اور گھر گھر جا کر اسلام کی دعوت شروع کر دی۔روزانہ ایک دو نئے آدمی اسلام قبول کرتے ۔ رفتہ رفتہ مدینہ میں اچھا

خاصا اسلام پھیل گیا۔قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ تھے۔حضرت مصعبؓ کی کوششوں سے وہ بھی مسلمان ہو گئے۔قبیلہ پر ان کا اتنا اثر تھا کہ تمام قبیلہ اوس انہیں دیکھ کر یکبارگی مسلمان ہو گیا۔

اگلے برس بہتر (72) آدمی حج کے زمانہ میں آئے اور اپنے ساتھیوں سے چھپ کر عقبہ (منیٰ) کے مقام پر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے ہاتھ پر بیعت کی۔اوس وخزرج کے قبول اسلام سے مدینہ میں اسلام کی ایک پشت پناہ جماعت پیدا ہو چکی تھی جو اپنا سب کچھ اسلام پر قربان کرنے کو تیار تھی۔(19)

19۔ ہجرت مدینہ

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے ہجرت کی عام اجازت دے دی اور اس کا سلسلہ شروع ہو گیا۔قریش کو معلوم ہوا تو انہوں نے مزاحمت شروع کر دی لیکن رفتہ رفتہ سب صحابہ نکل گئے۔صرف حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ اور وہ لوگ جو ناداری کے باعث مدینہ کے سفر کی قدرت نہ رکھتے تھے باقی رہ گئے۔قریش نے دیکھا کہ مدینہ پہنچ کر مسلمانوں کو امن وسکون نصیب ہو گیا ہے اور ان کی جماعت تیزی سے بڑھنے لگی ہے تو انہوں نے اپنا غصہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم پر نکالنے کا فیصلہ کیا چنانچہ دارالندوہ میں ایک عام اجلاس بلایا گیا جس میں عتبہ، ابوسفیان، جبیر بن مطعم، ابوجہل، امیہ بن خلف، ابوالبختری، حکیم بن حزام اور دیگر کئی رؤسائے قریش جمع ہوئے۔لوگوں نے قید، جلاوطنی اور کئی ایک تجاویز پیش کیں۔لیکن ابوجہل کی اس تجویز پر اتفاق ہو گیا کہ سرے سے (نعوذ باللہ) محمد عربی کا کام ہی تمام کر دیا جائے تا کہ یہ قصہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے اور ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی اس میں شریک ہو تا کہ بنو ہاشم بدلہ نہ لے سکیں۔اسی تجویز پر عمل کرتے ہوئے جھٹ پٹے میں کاشانہ مبارک کا محاصرہ کر لیا۔اہل عرب زنانہ مکان کے اندر گھسنا معیوب سمجھتے تھے اس لیے باہر ٹھہر کر آپ کے برآمد ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے قریش کو اس درجہ عداوت تھی اس کے باوجود آپ کی دیانت پر اعتماد تھا۔جس شخص کو کوئی مال واسباب محفوظ رکھنا ہوتا آپ کے پاس لا کر بطور امانت رکھتا۔آپ کے پاس اس وقت بھی بہت سی امانتیں تھیں۔آپ کو قریش کے ارادے سے آگاہی ہو گئی تھی اس بناء پر حضرت علیؓ کو بلا کر فرمایا مجھ کو ہجرت کا حکم ہو چکا ہے۔میں آج مدینہ روانہ ہو جاؤں گا۔تم میرے پلنگ پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو صبح کو سب امانتیں واپس

کر دینا۔ حضرت علیؓ جانتے تھے کہ آج کی رات رسول اللہ کا بستر قتل گاہ بننے والا ہے لیکن وہ بڑی بے خوفی سے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کے بستر پر سو گئے۔ کفار نے جب حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کے گھر کا محاصرہ کیا اور رات زیادہ گزر گئی تو قدرت نے انہیں سلا دیا اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللّہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم انہیں غافل پا کر گھر سے باہر نکل آئے۔ کعبہ کو دیکھا اور فرمایا۔ مکہ تو مجھ کو ساری دنیا سے زیادہ عزیز ہے لیکن تیرے فرزند مجھے رہنے نہیں دیتے پھر حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے گئے وہاں سواری اور سامان سفر پہلے سے تیار تھا۔ فوراً دونوں روانہ گئے اور مکہ سے تین میل دور غار ثور میں قیام فرما ہوئے۔ تین دن تک اس غار میں مقیم رہے اس دوران حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے عبداللہؓ رات کو غار میں ساتھ رہتے اور صبح سویرے مکہ چلے جاتے۔ اور قریش کے عزائم کے بارے میں آگاہی حاصل کر کے شام کو آ کر اطلاع دیتے۔ حضرت ابوبکرؓ کا غلام روزانہ دودھ پہنچا دیتا۔ (20)

محاصرہ کرنے والے صبح کو بیدار ہوئے تو بستر پر حضرت محمد رسول اللّہ خاتم النبین صلی اللّہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی جگہ حضرت علیؓ کو پایا۔ انہوں نے حضرت علیؓ کو پکڑ کر اور حرم میں لے جا کر تھوڑی دیر محبوس رکھا پھر چھوڑ دیا اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار ثور کے دہانے تک جا پہنچے۔ آہٹ پا کر حضرت ابوبکرؓ حضور کے خیال سے گھبرائے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے اطمینان دلایا اور فرمایا **لا تحزن ان الله معنا** (21) (گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے) خدا نے آپ کو دشمنوں کی نگاہ میں آنے سے محفوظ رکھا اور تلاش کرنے والے مایوس ہو کر لوٹ گئے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم چوتھے دن غار ثور سے نکلے اور ایک کافر عبداللہ بن اریقط جس پر اعتماد تھا رہنمائی کے لیے اجرت پر مقرر کر لیا جو آپ کو راستہ بتاتا جاتا تھا۔

مکہ سے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی روانگی کی خبر پہلے سے مدینہ پہنچ چکی تھی۔ اہل مدینہ چشم براہ تھے۔ روزانہ علی الصبح شہر سے نکل کر انتظار کرتے اور دوپہر تک انتظار کر کے حسرت کے ساتھ لوٹ جاتے۔ ایک دن حسب معمول انتظار کر کے واپس جا رہے تھے کہ ایک یہودی نے قلعہ سے دیکھا اور پکار کر کہا۔ اہل عرب جس کا تم انتظار کرتے تھے وہ آ گیا۔ تمام شہر تکبیروں سے گونج اٹھا اور انصار بے تابانہ گھروں سے نکل آئے۔

20۔ قبا میں قیام

مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر قبا بستی میں انصار کے چند خاندان آباد تھے۔حوالئ مدینہ پہنچ کر پہلی منزل آپ نے قبا میں کی اور کلثوم بن الہدم کو شرف میزبانی حاصل ہوا۔انصار ہر طرف سے جوق در جوق آتے اور جوش عقیدت سے سلام عرض کرتے۔آپ نے وہاں چودہ دن قیام کیا اور ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کی یہ اسلام میں سب سے پہلی مسجد تھی۔یہی مسجد ہے جس کا قرآن نے شاندار الفاظ میں تذکرہ کیا ہے۔

لمسجد اسس علي التقوى(22)

یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقوی پر رکھی گئی ہے

حضرت علیؓ آنحضرت کے روانہ ہونے کے تین دن بعد مکہ سے چلے تھے وہ بھی یہیں آ کر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم سے ملے۔قبا میں چودہ دن ٹھہرنے کے بعد آپ مدینہ روانہ ہوئے۔راستہ بنو سالم کے محلّہ میں پہلی نماز جمعہ ادا فرمائی۔سارا مدینہ استقبال کے لئے ٹوٹ پڑا۔قبا سے مدینہ تک دورویہ انصار کی صفیں تھیں۔ہر قبیلہ سامنے آ کر عرض کرتا تھا حضور یہ جان ہے' یہ مال' یہ گھر ہے' آپ اظہار منت فرماتے' دعائے خیر کرتے ہوئے مدینہ پہنچے۔شہر قریب آ گیا تو جوش وخروش کا یہ عالم تھا کہ پردہ نشین خواتین چھتوں پر نکل آئیں اور یہ کلمات دہرانے لگیں۔

طلع البدر علينا . من ثنيات الوداع

وجب الشكر علينا . ما دعى لله داع.(23)

چاند نکل آیا۔کوہ وداع کی گھاٹیوں سے۔ہم پر خدا کا شکر واجب ہے۔جب دعا مانگنے والے دعا مانگیں۔

جب قافلۂ نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم حضرت ابوایوب انصاری کے پاس پہنچا تو شرف میزبانی حاصل کرنے کے لیے باہم سخت کشمکش ہوئی۔حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے فرمایا کہ میری اونٹنی خدا کی طرف سے مامور ہے جہاں جا کر بیٹھ جائے گی وہاں میری قیام گاہ ہوگی۔آخر یہ دولت حضرت ابوایوب انصاریؓ کے ہی حصہ میں آئی۔آپ نے سات ماہ تک یہیں قیام کیا۔

21۔ مسجد نبوی کی تعمیر

مدینہ میں قیام کے بعد سب سے پہلے آپ نے اللہ کے گھر کی تعمیر کی طرف توجہ فرمائی۔ صحابہؓ کے ساتھ مل کر ایک مختصر اور سادہ مسجد تعمیر کی۔ مسجد کے ایک سرے پر ایک چبوترہ تھا جو صفہ کہلاتا تھا۔ یہ ان لوگوں کے لیے تھا جو اسلام لاتے اور گھر بار نہیں رکھتے تھے۔ مسجد نبوی کی تعمیر ہو چکی تو مسجد سے متصل آپ نے ازواج مطہرات کے لیے مکان بنوائے۔ اس وقت تک حضرت سودہ اور حضرت عائشہ عقد نکاح میں آ چکی تھیں۔ اس لئے دو حجرے بنے جب اور ازواج آتی گئیں تو اور مکانات بنتے گئے۔ مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمان بالکل بے سروسامان آئے تھے۔ اگرچہ ان میں سے بہت سے دولت مند تھے لیکن ایسی حالت میں مکہ سے نکلے تھے کہ کوئی شے ساتھ نہ لا سکے۔ اس لیے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے ان کے لئے معقول انتظام کرنے اور ان کی اجنبیت دور کرنے کے لیے ان میں اور انصار میں رشتہ اخوت قائم کر دیا یعنی ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصار کا بھائی بنا دیا۔ یہ اخوت حقیقی اخوت سے بڑھ گئی۔ اس موقع پر انصار نے جس فیاضی، ایثار اور میزبانی کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں تاریخ اس کی نظیر لانے سے قاصر ہے۔

22۔ میثاق مدینہ

مدینہ پہنچنے کے بعد حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے مدینہ میں بسنے والی اقوام نصاریٰ، یہود اور مسلمانوں کے درمیان ایک معاہدہ قلمبند کرایا جو تاریخ میں ''میثاق مدینہ'' کے نام سے مشہور ہوا اور یہ وہ پہلا تحریری دستور ہے جو آج تک تاریخ کے صفحات میں موجود اور محفوظ ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ لکھتے ہیں: دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے تحریر کروایا''۔ غرض عام قواعد وقوانین کم و بیش تحریری صورت میں ہر جگہ ملتے ہیں لیکن دستور مملکت کو عام قوانین سے علیحدہ تحریری صورت میں لانا اس کی نظیر باوجود بڑی تلاش کے مجھے عہد نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم سے پہلے نہیں مل سکی۔ (24)

یہود کے تین قبیلے۔ بنوقینقاع، بنونضیر اور قریظہ مدینہ کے اطراف میں آباد تھے۔ اس لیے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کو ان کی جانب سے خطرات تھے۔ چنانچہ آپ نے ان سے ایک معاہدہ کیا جس کی اہم دفعات یہ تھیں۔

1۔ کہ خون بہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آ رہا ہے وہ قائم رہے گا۔

2۔ یہود کو مذہبی آزادی حاصل رہے گی۔ اور وہ مسلمانوں سے دوستانہ تعلقات رکھیں گے۔

3۔ فریقین میں سے جب کسی کو تیسرے فریق سے جنگ کی نوبت آئے تو وہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

4۔ کوئی فریق قریش کو امان نہ دے گا۔ جب کوئی بیرونی طاقت مدینہ پر حملہ آور ہو تو دونوں مل کر مدافعت کریں گے۔

5۔ فریقین میں سے جب کوئی تیسری طاقت سے صلح کرے گا تو دوسرا بھی اس صلح میں شریک ہوگا۔ البتہ مذہبی لڑائیاں اس سے مستثنیٰ رہیں گی۔(25)

ہجرت کے پہلے ہی سال حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے یہ نوشتہ مرتب فرمایا۔ اس دستور کی اہمیت کو غیر مسلم مورخین نے بھی تسلیم کیا ہے۔ اس دستور کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ شروع دور اسلام میں قرآن کے علاوہ کوئی دوسری چیز لکھنے کی ممانعت تھی، لیکن اس دستور کو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے خود قلمبند کروایا۔

اس معاہدے کی ہر دفعہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی ایسے مدبر اور ماہر قانون کا تیار شدہ ہے جو حالات کی جزئیات تک سے کلی طور پر واقف ہو۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم مدینہ میں نو وارد تھے اور محض اپنے چند ساتھیوں سمیت تشریف لائے تھے۔ مسلمان تو خیر آپ کے تابع تھے ہی دوسرے قبائل اور یہود نے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کی سیاسی بالا دستی کو کیسے قبول کر لیا۔ مدینہ میں دو بڑے قبیلے اوس وخزرج اکثر برسرِ پیکار رہتے تھے۔ اگر ان میں کبھی امن پیدا ہو بھی جاتا تو یہود ان میں نیا فتنہ پیدا کر کے تماشائی کا کردار ادا کرتے اور اس طرح اہل مدینہ پر اپنی بالا دستی قائم رکھتے تھے۔ اوس وخزرج کے بعض سمجھ دار لوگ یہودیوں کی اس فتنہ پردازی سے نالاں تھے، لیکن ان کے پاس اس کا کوئی علاج نہ تھا۔ کوئی ایسی با اثر شخصیت ان کے سامنے موجود نہ تھی جو یہ فتنہ دبا سکے۔ ہجرت سے پہلے ان لوگوں نے حج کے موقع پر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم سے ملاقات کی تو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کی ذات میں اپنی منزل گم گشتہ نظر آئی۔ چنانچہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم تشریف لائے تو ان لوگوں نے یہود کے فتنہ اور سیاسی دباؤ سے بچنے کے لیے آپ سے اتحاد وتعاون میں عافیت سمجھی۔ ادھر یہود خود ایک وحدت نہ تھے، بلکہ تین بڑے قبائل میں بٹے ہوئے تھے۔ جن کی آپس میں رقابت چلتی تھی۔ چنانچہ میثاق مدینہ کو ان

لوگوں نے بیک وقت قبول نہیں کیا۔ یکے بعد دیگرے حالات کے سامنے جوں جوں مجبور ہوتے گئے قبول کرتے گئے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے میثاق مدینہ میں چونکہ ہر شخص کی مذہبی آزادی اور عدل وانصاف کے ساتھ ہر ایک کے حقوق کو یکساں طور پر تسلیم کیا تھا، لہذا ان لوگوں کے لیے اس دستاویز کو قبول کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ ''میثاق مدینہ'' صرف اپنے زمانے ہی میں اہمیت کا حامل نہیں بلکہ آنے والے تمام مسلمان حکمرانوں کے لیے بھی اس میں رہنما اصول مہیا کیے گئے ہیں۔

معروف مستشرق نکلسن لکھتے ہیں:

''بظاہر یہ محتاط اور دانشمندانہ اصطلاح ہے، حقیقت میں یہ ایک انقلاب ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے قبائل کی بے راہ روی پر کھلم کھلا ضرب نہیں لگائی، لیکن اسے ختم کر ڈالا...... ہر چند اس وحدت میں یہودی، مشرکین اور مسلمان شریک تھے لیکن حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم اس حقیقت کو سمجھتے تھے کہ اس نوزائیدہ ریاست میں فعال اور با اثر حصہ دار مسلمان ہی ہیں۔ اس حقیقت کو آپ کے مخالفین پہلے نہ دیکھ سکے''۔(26)

23۔ غزوات نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کا جائزہ

سرکارِ مدینہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو میدانِ کارزار میں دشمنانِ اسلام سے نبرد آزما بھی ہونا پڑا۔ حضورؐ کی زندگی کا یہ پہلو بھی اپنا انفرادی اور امتیازی مقام رکھتا ہے۔ آپ کی زندگی مقدسہ کے اس پہلو پر اہل علم نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

''الرسول القائد'' کے مصنف لکھتے ہیں:

''سیرت سے متعلق بہت سی کتابوں کا میں نے امعان نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ اس مطالعہ کا نتیجہ یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی حیاتِ عسکری مجھے بہت زیادہ گراں بہا اور گراں مایہ نظر آئی، تاریخ حربیات میں آپ کا مقام قدیم وجدید تمام سپہ سالاروں اور امیرانِ عساکر سے کہیں زیادہ بلند وبالا ہے، البتہ یہ بات ضرور ہے

کہ آپ کی حیاتِ عسکری کے لازوال اور غیر فانی پہلوؤں کو اب تک اُجاگر کرنے کی کوشش نہیں کی گئی......آپ ؐ کی حیاتِ طیبہ کا یہ پہلو جو حد درجہ عظیم اور وقیع ہے، چشم دنیا سے ابھی تک پنہاں ہے یا کم از کم اپنے اصل آب و رنگ کے ساتھ نظروں کے سامنے نہیں آیا''۔(27)

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی زندگی کے عسکری پہلو پر نظر ڈالیں تو تین باتیں نمایاں نظر آتی ہیں:

1۔ ایک تو یہ کہ آپ حد درجہ بلند ہمت اور صاحب عزم وثبات قائد افواج تھے۔

2۔ دوسرے یہ کہ آپ کی ساری جنگیں، حمایت حریت عامہ، نشر اسلام اور ارکان اسلام کی صیانت وحفاظت کے لیے تھیں، نہ کہ اعتصاب واستقلال، ظلم وجور، قتل وغارت اور بندگانِ خدا کی غلامی کے لیے۔

3۔ تیسرے یہ کہ بالعموم تمام سپہ سالاروں کو اپنی قوم کی حمایت اور پشت پناہی حاصل ہوتی تھی، جب کہ آپ کو ایک نئی قوم کی تشکیل کرنا پڑی جس کے اجزاء مختلف مقالات سے حاصل کیے گئے تھے۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انسانی جان بہت زیادہ محترم ہے۔ ناگزیر اسباب و وجوہ کے بغیر انسانی جان کی حفاظت کو ہر حال میں لازم قرار دیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ تَعَالَوْاْ أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلاَّ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئاً وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَلاَ تَقْتُلُواْ أَوْلاَدَكُم مِّنْ إمْلاَقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلاَ تَقْرَبُواْ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلاَ تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾(28)

ترجمہ:۔اے محمد! کہو کہ آ ؤ! میں تم کو بتاؤں کہ اللہ نے تم پر کیا کیا حرام کیا ہے۔تم پر واجب ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، والدین سے نیک سلوک کرو۔ اپنی اولاد کو مفلسی اور تنگدستی کے باعث قتل نہ کرو، ہم جہاں تم کو رزق دیتے ہیں ان کو بھی دیں گے، بدکاریوں کے قریب بھی نہ بھٹکو خواہ وہ چھپی ہوئی ہوں یا کھلی، کسی ایسی جان کو جسے اللہ نے محترم قرار دیا ہے ہلاک نہ کرو، سوائے اس صورت میں کہ ایسا کرنا حق کا تقاضا ہو۔اللہ نے ان باتوں کی تمہیں تاکید کی ہے شاید تم کو کچھ عقل آئے۔

سیّد دو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے ہمیشہ انسانی جان کے احترام کی

تلقین کی ہے۔صرف دومثالیں پیش خدمت ہیں:

''انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا، بڑے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شریک کرنا ہے، پھر قتل نفس، پھر والدین کی نافرمانی کرنا اور پھر جھوٹ بولنا''۔(29)

ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا مومن اپنے دین کی وسعت میں اس وقت تک برابر رہتا ہے جب تک وہ کسی حرام خون کونہیں بہاتا۔(30)

انسانی معاشرت میں سب سے مقدم اور مقدس شئے انسان کی جان ہے، دنیا کے تمام مہذب قوانین اور شریعتوں میں احترام نفس کا یہ اصول موجود رہا ہے۔اسی اصول کی بنیاد پر انسانی معاشرت منظّم ہوتی ہے۔ہوس، جاہ وزر، لسانی اور نسلی تعصّبات کی خاطر انسانی خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کرنا بلاشبہ ایک قبیح فعل ہے، بعثت نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے پہلے کی جاہلی تاریخ میں آپ کو یہی کچھ نظر آئے گا۔حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے فکر انسانی کو نیا رخ دیا۔انسان کا مرنا اور جینا اللہ کے لیے قرار دیا اور اس فکر وعقیدہ کی آبیاری کی کہ مومن کی تلوار صرف اور صرف اعلائے کلمۃ الحق کے لیے بے نیام ہوسکتی ہے۔بے شک جب انسانی جان کا احترام اٹھ جائے، انسانی حقوق پامال ہورہے ہوں مخلوق خدا سے باغی ہوجائے تو ایسی حالت میں جنگ جائز ہی نہیں فرض ہوجاتی ہے۔اس وقت انسانیت کی سب سے بڑی خدمت یہی ہوتی ہے کہ ان ظالموں کے خون سے زمین کو سرخ کردیا جائے اور ان مفسدوں اور فتنہ پردازوں کے شر سے اللہ تعالی کے مظلوم و بے بس بندوں کو نجات دلائی جائے جو شیطان کی امت بن کر اولادآدم پر اخلاقی روحانی اور مادی تباہی کی مصیبتیں نازل کرتے ہیں۔گویا اسلامی نقطہ نظر سے بقول مصنف الرسول القائد:

''جنگ صرف اس صورت میں جائز ہے کہ وہ دعوت اسلام کی آزادی اور امن وامان برقرار رکھنے کے لیے لڑی جائے اور دوران قتل شجاعت وشرافت کے اصولوں کی مراعات ملحوظ خاطر رکھی جائیں''۔(31)

سیّد دو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو ریاست مدینہ کے استحکام کے ضمن میں یہودیوں کی طرف سے کی جانے والی سازشوں سے بھی نبرد آزما ہونا پڑا اور صلح حدیبیہ کے بظاہر تلخ مرحلے کو بھی سر کرنا پڑا۔

صلح حدیبیہ سے تھوڑا سا پہلے کے حالات پر نظر ڈالیں تو ایک اور اہم واقعہ بھی نظر آئے گا جس کی آئندہ پیش آمدہ حالات بالخصوص صلح حدیبیہ کے ضمن میں خصوصی اہمیت ہے۔ بنی قینقاع اور بنی النضیر کے یہودی مضافات مدینہ سے جلاوطنی پر مجبور ہوئے تو وہ مدینہ کے شمال میں خیبر وغیرہ کی یہودی بستیوں میں آباد ہونا شروع ہو گئے اور یوں اب یہ مقامات مسلمانوں کے خلاف سازش کے اڈے بن گئے۔ یہ زمانہ مسلمانوں کے لیے خاصا کٹھن تھا، شمال میں خیبر وغیرہ یہودی قوت کے مرکز تھے۔ شمال مشرق میں فزارہ وغطفان کے قبائل خیبر والوں کے حلیف تھے اور ان کی مسلمانوں سے بنتی نہ تھی اور جب موقع ملتا یہ مسلمان آبادی کو برباد کرنے کے درپے رہتے تھے۔ جنوب میں مکہ تھا، جس کی قوت چاہے معاشی طور پر متأثر ہوئی ہو جنگی حیثیت سے برقرار تھی۔ اب آثار یہ نظر آ رہے تھے کہ جلاوطنان مدینہ کے خلاف کارروائی کریں گے۔ اس تناظر میں جب آپ صلح حدیبیہ اور اس کی شرائط پر غور کریں تو یہ معاہدہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی سیاست خارجہ کا شاہکار نظر آتا ہے۔

اس معاہدے پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے کمال حکمت عملی سے اس معاہدہ میں باندھ کر ان تینوں فریقوں کو اس بات کا پابند بنا دیا کہ وہ مسلم ریاست پر متحد حملہ آور نہ ہوں۔ ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں:

''حدیبیہ میں قریش کو یہودیوں کے متعلق غیر جانبدار رہنے پر آمادہ کر دینا وہ زبردست سیاسی اور سفارتی (ڈپلومیٹک) کامیابی تھی کہ اس کے متعلق قرآن مجید کا دیا ہوا نام ''فتح مبین'' ذرہ بھی مبالغہ آمیز نظر نہیں آتا ہے''۔(32)

معاہدہ حدیبیہ میں عرب کے دیگر قبائل کو اپنی مرضی پر چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ جس کا حلیف بننا چاہیں بن جائیں۔ معاہدہ حدیبیہ کی رو سے ان میں سے کسی کو بھی دوسرے پر ہاتھ اٹھانے کا حق نہ تھا لیکن قریش اور اس کے حلیف قبیلہ نے معاہدہ کی پاسداری نہ کی۔ بنو بکر نے خزاعہ کے آدمیوں پر حملہ کیا۔ انہوں نے حرم میں پناہ لینا چاہی مگر وہاں بھی خون بہایا گیا، اس حملے میں قریش نے اپنے حلیف قبیلہ کی اسلحہ وافراد کے ساتھ مدد کی۔ اس صورت حال کی اطلاع دینے کے لیے خزاعہ کا ایک

وفد بارگاہ رسالت مآب حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم میں حاضر ہوا اور جملہ حالات بیان کیے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو قریش کی طرف سے یہ بدعہدی بہت ناگوار گزری اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے ایک قاصد کو مکہ روانہ کیا اور حسب ذیل تین شرطیں پیش کیں اور قریش کو اختیار دیا کہ ان میں سے جون سی شرط چاہیں قبول کرلیں۔

1۔ مقتولوں کا خون بہا دیا جائے۔

2۔ قریش، بنوبکر کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں۔

3۔ معاہدہ حدیبیہ کے ٹوٹ جانے کا اعلان کردیا جائے۔

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے قاصد نے جب یہ تین شرائط مکہ والوں کے سامنے پیش کیں تو ان میں سے قرطہ بن عمر نے جواب میں کہا کہ ہمیں تیسری شرط منظور ہے۔ گویا معاہدہ حدیبیہ فسخ کرنے کا اعلان کردیا جائے۔ یہ جواب پا کر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کا قاصد عازم مدینہ ہو گیا تو قریش کو خیال آیا کہ ہم نے کیا کیا؟ انہیں اپنے جواب پر بہت پچھتاوا ہوا۔ تلافی اور تجدید معاہدہ کے لیے ابوسفیان مدینہ طیبہ پہنچا، حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے تجدید معاہدہ سے صاف انکار کردیا۔ ابوسفیان کے واپس جانے کے بعد حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے صحابہ کرام کو جنگی تیاریوں کا حکم دیا مگر ساتھ ان تیاریوں کو مخفی رکھنے کا حکم بھی دیا۔ ایک صحابی حاطب بن ابی بلتعہ نے مکہ والوں کو خبردار کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں ایک خط مکہ جانے والی ایک خاتون کے سپرد کیا جو بعض قریشی سرداروں کے نام تھا، خط کا مضمون حسب ذیل تھا:

''اے گروہ قریش! حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم رات کی مانند تم پر ایک ہولناک لشکر لے کر آنے والے ہیں جو سیلاب کی طرح بہتا ہوگا، خدا کی قسم اگر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم بلا لشکر کے خود تن تنہا بھی تشریف لے جائیں تو اللہ تعالیٰ ضرور آپ کی مدد فرمائے گا اور فتح ونصرت کا جو وعدہ خدا نے آپ سے کیا ہے وہ ضرور پورا کرے گا''۔ (33)

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے حکم سے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ اس عورت کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور راستے میں جا لیا، اس عورت نے یہ خط اپنے بالوں میں چھپا رکھا تھا۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے خط کی وصولی کے بعد حاطب بن ابی بلتعہ کو طلب

فرمایا اور پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ حاطب نے عرض کیا ''یارسول اللہ! آپ مواخذہ میں عجلت نہ فرمائیں'' یارسول اللہ! قریش سے میری کوئی قرابت نہیں، فقط حلیفانہ تعلقات ہیں۔ میرے اہل وعیال آج کل مکہ میں ہیں جن کا کوئی مددگار نہیں۔ بخلاف مہاجرین کے کہ مکہ میں ان کی قرابتیں ہیں، قرابتوں کی وجہ سے ان کے اہل وعیال محفوظ ہیں، اس لیے میں نے چاہا کہ جب قریش سے میری کوئی قرابت نہیں تو ان کے ساتھ کوئی احسان کروں جس کے صلے میں وہ میرے اہل وعیال کی حفاظت کریں۔ خدا کی قسم میں نے دین سے مرتد ہوکر اور اسلام کے بعد کفر سے راضی ہوکر ہرگز یہ کام نہیں کیا۔ میری غرض فقط وہی تھی جو میں نے عرض کی''۔ (34) حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے حقیقت حال بیان کردینے پر حاطب کو معاف فرمادیا۔

رمضان ۸ ہجری کو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی قیادت میں دس ہزار جاں نثاروں کا لشکر مکہ روانہ ہوا۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے انتہائی رازدارانہ طریقے سے یہ سفر کیا۔ مکہ سے ایک منزل دور مرالظہر ان پر پہنچ کر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے آگ روشن کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء صورت حال معلوم کرنے کے لیے آئے۔ ابوسفیان پر حضرت عباسؓ کی نظر پڑ گئی اور وہ اسے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی بارگاہ میں لے آئے۔ حضرت عمرؓ نے ابوسفیان کو دیکھا تو بے قابو ہو گئے، حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے اجازت چاہی کہ ابوسفیان کا سر قلم کر دیا جائے مگر حضرت عباسؓ کی سفارش پر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے ابوسفیان کو معاف فرمادیا۔

لشکر اسلام جب مکہ کی جانب بڑھا تو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ وہ ابوسفیان کو لے کر کسی بلند جگہ کھڑے ہو جائیں تاکہ ابوسفیان افواج اسلام کا نظارہ کر سکے۔ ابوسفیان بلندی پر کھڑا عرب کے مختلف قبائل پر مشتمل اس بحر بیکراں کو مکہ کی طرف بڑھتے دیکھ رہا تھا۔ وہ لوگ اس کے سامنے سے گزر رہے تھے جو اسی مکہ سے بے گھر ہوکر نکلے تھے جن پر تشدد کی شہادت مکہ کے سنگریزے بھی دے رہے تھے۔ مکہ کی گرم ریت پر لیٹ کر احد احد کے نعرے بلند کرنے والے بلال آج لشکر اسلام میں موجود تھے۔ دس برس کی شبانہ روز جسمانی اور روحانی کاوشوں کے بعد مکہ کا جلاوطن آج فاتحانہ انداز میں مکہ میں داخل ہورہا تھا۔ آج سے دس سال پہلے جب اس نے اس سرزمین سے ہجرت کی تو ایک رفیق ہجرت ساتھ تھا۔ آج دس ہزار سے زائد قدسی صفت جاں نثار اس کے ساتھ تھے لیکن حضرت

محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کا مکہ میں داخلہ کسی جبار فاتح کی طرح نہیں تھا آپ کا یہ فاتحانہ داخلہ نبی اور ایک بادشاہ کے داخلے میں فرق کو نمایاں کر رہا تھا۔ آپ عجز وانکسار کے ساتھ حرم میں جب داخل ہوئے تو انکسار سے گردن اس قدر جھکی ہوئی تھی کہ ریش مبارک کجاوہ کی لکڑی سے مس کر رہی تھی، اس موقع پر آپ نے درج ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کیا۔ اپنے بندے کی امداد کی اور سارے گروہوں کو اکیلے ہی شکست دی۔ خبردار! ہر قسم کا خواہ وہ خون کا مطالبہ ہو یا مال کا وہ میرے ان پاؤں کے نیچے ہے۔ البتہ بیت اللہ کی دربانی اور حاجیوں کو پانی پلانے کی زحمت کے مناصب جوں کے توں ہیں۔ اے گروہ قریش! آج کے دن اللہ نے تم سے جاہلیت کا غرور لیا اور آباء واجداد کے بل پر بڑھائی غلط قرار دے دی، سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنا ہے''۔(35)

اکابر قریش اور دیگر لوگ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے سامنے موجود تھے۔ ان کا اپنا کیا انہیں یاد تھا۔ وہ سوچ رہے تھے کہ ابھی جاں نثاران مصطفیٰؐ آپ کا اشارہ پاتے ہی ان کے جسم وروح کے رشتے کو منقطع کر دیں گے لیکن رحمۃ للعالمین کی زبان وحی ترجمان حرکت میں آتی ہے اور یہ الفاظ ادا ہوتے ہیں:

﴿لَاتَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ، اِذْهَبُوا، فَاَنْتُمُ الطُّلَقَا﴾(36)

آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔ اس عفو عام میں سے آٹھ آدمیوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا اور ان کے خون کو مباح قرار دیا گیا تھا۔ یہ آٹھ افراد حسب ذیل ہیں:

(1) عبداللہ بن خطل، (2،3) قرتنی اور قریبہ (دونوں لونڈیاں تھیں)، (4) حویرث، (5) مقیس بن صبابہ، (6) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، (7) سارہ، (8) عکرمہ بن ابی جہل۔

عبداللہ بن خطل کو قتل کر دیا گیا۔ قرتنی اور قریبہ میں سے ایک ماری گئی اور دوسری کی درخواست پر اسے معاف کر دیا گیا۔ سارہ قتل کر دی گئی۔ مقیس بن صبابہ اور حویرث کو بھی قتل کر دیا گیا۔ عبداللہ بن ابی سرح کو حضرت عثمان کی سفارش پر اور عکرمہ کو اس کی اپنی درخواست پر معاف کر دیا گیا۔ فتح مکہ کے بعد قبائل جوق در جوق حلقہ اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔ عمرو بن سلمہ مشہور صحابی کا کہنا ہے: عرب قریش کے قبول اسلام کا انتظار کر رہے تھے، وہ کہتے تھے کہ حضرت محمد رسول اللہ

خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو ان کی قوم پر چھوڑ دو، اگر محمدؐ ان پر غالب آ گئے تو بلا شبہ وہ سچے پیغمبر ہیں، پس جب مکہ فتح ہوا تو ہر قبیلہ نے اسلام کی طرف پیش قدمی کی۔ فتح مکہ نے مشرکین کی کمر توڑ دی تھی مگر تا حال دو قبیلے ہوازن اور ثقیف اپنی طاقت پر نازاں تھے۔ انہیں اپنی جنگی مہارت پر بڑا اعتماد تھا، ان کا کہنا تھا کہ اہل اسلام کو اب تک جن قبائل سے واسطہ پڑا ہے وہ مرد میدان نہ تھے۔ اب جب ہمارے ساتھ مقابلہ ہوگا تو انہیں معلوم ہو جائے گا۔

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ حنین کی جانب بڑھے، اس سے پہلے کبھی مسلمانوں کی اتنی بڑی جمعیت کسی غزوہ میں شریک نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ بعض صحابہ کرم کی زبان سے یہ جملہ نکل گیا کہ آج ہم پر کون غالب آ سکتا ہے، عام حالات میں یہ جملہ کوئی قابل گرفت جملہ نہیں ہے مگر وہ قدسی صفت علمبرداران توحید جنہوں نے بارگاہ مصطفیٰ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم میں توحید کا درس پڑھا تھا، جنہوں نے معرکہ بدر میں مٹھی بھر جماعت کو ایک لشکر جرار پر غالب آتے دیکھا، ان کی زبان پر کثرت تعداد کا یہ فخریہ جملہ آیا تو بارگاہ الٰہی میں ناگوار گزرا۔ چنانچہ پہلے حملے میں تو مشرکین پسپا ہوئے لیکن پلٹ کر جو حملہ کیا تو مسلم فوج کے پاؤں اکھڑ گئے، مولانا شبلی لکھتے ہیں:

''تیروں کا مینہ برس رہا تھا، بارہ ہزار فوجیں ہوا ہو گئیں تھیں لیکن ایک پیکر مقدس پا بر جا تھا، جو تنہا ایک فوج ایک ملک ایک اقلیم ایک عالم بلکہ مقصود کائنات حضرت محمد رسول اللّٰہ خاتم النبین صلی اللّٰہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم تھا''۔(37)

سرور عالم حضرت محمد رسول اللّٰہ خاتم النبین صلی اللّٰہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے یہ کیفیت دیکھی تو بلند آواز میں پکارا ''یا معشر الانصار'' (اے انصار کے لوگو) جواب میں آواز آئی، یا رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم ہم حاضر ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم اپنی سواری سے اتر پڑے اور جلال سے ارشاد فرمایا:

انا النبي لا كذب انا ابن عبدالمطلب(38)

میں پیغمبر ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

حضرت عباسؓ نے بلند آواز سے مہاجرین وانصار کو پکارا، ان کی آواز سنتے ہی مسلمان پلٹ پڑے اور پھر بدر واحد کے غازی اس سرفروشی کے ساتھ لڑے کہ کفار کو میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ غزوہ حنین کا تذکرہ قرآن مجید میں ان الفاظ میں مذکور ہے۔

و يوم حنين اذ اعجبتكم كثرتكم فلم تغن عنكم شيئا و ضاقت عليكم الارض بما رحبت ثم ولّيتم مدبرين. ثم انزل الله سكينته على رسوله و على المؤمنين و انزل جنود الم تروها و عذّب الذين كفروا و ذالک جزآء الكافرين.(39)

ترجمہ:۔اور حنین کے دن جب کہ تمہاری کثرت نے تم کو خود پسندی میں ڈال دیا، پس وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود وسیع ہونے کے تم پر تنگ ہوگئی اور پھر تم پشت پھیر کر بھاگے، اس کے بعد اللہ نے خاص تسکین اتاری اپنے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وسلّم پر اور اہل ایمان کے قلوب پر اور ایسے لشکر اتارے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو سزا دی اور یہی سزا ہے کافروں کی۔

حنین میں کفار کی شکست خوردہ فوج کا کچھ حصہ طائف میں اور کچھ اوطاس میں جمع ہوگیا۔اوطاس والوں کی خبر گیری کے لیے آپ نے ابو موسیٰ اشعری کو ایک چھوٹی سی فوجی جماعت کے ساتھ روانہ کیا۔لشکر کفار کا رئیس دربد قتل ہوا اور فوج بھاگ نکلی، طائف کا بنفس نفیس حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وسلّم نے محاصرہ کیا، محاصرہ بیس روز تک جاری رہا۔اس اثناء میں طائف کے گرد و نواح کے لوگوں کی اکثریت حلقہ اسلام میں داخل ہوگئی۔ چنانچہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وسلّم نے بے فکر ہو کر محاصرہ اٹھالیا۔

9ھ میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وسلّم کو اطلاع ملی کہ شام میں مسلمانوں سے جنگ کے لیے ایک زبردست فوج تیار کی جارہی ہے اور ہرقل نے بھی چالیس ہزار کا ایک لشکر جرار بغرض تعاون روم سے روانہ کر دیا ہے چنانچہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وسلّم نے پیش قدمی کا فیصلہ فرمایا۔ رجب 9ھ کو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وسلّم انیس ہزار جاں نثاروں کے ساتھ شام کی جانب روانہ ہوئے۔ حضرت علیؓ کو مدینہ میں چھوڑا گیا۔تبوک پہنچ کر معلوم ہوا کہ حملے کی خبر غلط تھی، تاہم بیس روز تک حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وسلّم نے تبوک میں قیام فرمایا۔آپ کی اس بروقت پیش قدمی اور تبوک میں قیام نے شامیوں کے حوصلے بہت پست کر دیئے۔تبوک کی مہم سے عصبیت جاہلیہ اور کفر و شرک کی تحریک بھی بری طرح متاثر ہوئی۔اس کا مستقبل تاریک ہوگیا اور مولانا مودودی کے الفاظ میں:

''تبوک کی بلا جنگ فتح نے عرب میں ان لوگوں کی کمر توڑ دی جو اب تک جاہلیت قدیمہ کے بحال ہونے کی آس لگائے بیٹھے تھے۔خواہ اعلانیہ مشرک ہوں یا اسلام کے پردے میں منافق بنے ہوئے ہوں۔اس آخری مایوسی نے ان میں سے اکثر

وبیشتر کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہنے دیا کہ اسلام کے دامن میں پناہ لیں اور اگر خود نعمت ایمانی سے بہرہ ور نہ بھی ہوں تو کم از کم آئندہ نسلیں بالکل اسلام میں جذب ہو جائیں۔ اس کے بعد ایک برائے نام اقلیت شرک و جاہلیت میں ثابت قدم رہ گئی۔ وہ اتنی بے بس ہو گئی تھی کہ اس اصلاحی انقلاب کی تکمیل میں کچھ بھی مانع نہ ہو سکتی تھی۔ جس کے لیے اللہ نے اپنے رسول حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو بھیجا تھا''۔(40)

مدینہ کے دوران حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے کل سترہ غزوات میں حصہ لیا۔ ۲۲ سرایا تھے، تقریباً ۸۸ گشتی دستے وقتاً فوقتاً ارسال فرمائے۔ لیکن اس ساری مہم میں چودہ سو افراد کا خون بہا۔ سارے غزوات وسرایا میں چار سو سے کچھ کم ہی صحابہؓ نے جام شہادت نوش کیا اور نو سو سے کچھ زائد کافر مارے گئے۔

24۔ صلح حدیبیہ

مسلمانوں کو مکہ چھوڑے ہوئے چھ برس گزر چکے تھے۔ مکہ ان کا قدیم اور محبوب وطن تھا۔ چنانچہ صحابہ کرام کے اس شوق اور ادائے عمرہ کی غرض سے ذیقعدہ 6ھ میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے عمرہ کا ارادہ کیا۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کے ساتھ ۱۴۰۰ اصحابہ تھے۔ اس خیال سے کہ اہل مکہ کو جنگ کا شبہ نہ ہو جائے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے مدینہ ہی سے احرام باندھ لیا اور قربانی کے جانور ساتھ لے لیے۔ آپ نے مسلمانوں کو حکم دے دیا کہ کوئی شخص ہتھیار باندھ کر نہ چلے صرف تلوار ساتھ ہو وہ بھی نیام کے اندر رہے۔ مکہ کے قریب پہنچ کر آپ نے احتیاطاً ایک خزاعی کو مکہ کے حالات دریافت کرنے کے لیے بھیجا۔ اس نے واپس آ کر اطلاع دی کہ قریش جنگی تیاریوں میں مصروف ہیں اور انہوں نے قبائل کو جمع کر کے کہہ دیا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم مکہ میں کبھی نہیں آ سکتے۔ مزید برآں قریش نے خالد بن ولید کی قیادت میں دوسو سواروں کا ایک دستہ مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لیے روانہ کر دیا۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے راستہ بدل کر مکہ کی نچلی جانب حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ خالد بن ولید نے واپس جا کر قریش کو اطلاع دی۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے صحابہؓ سے مشورہ فرمایا تو سب نے بوقت ضرورت جنگ کا مشورہ دیا لیکن آپ حرام مہینوں میں کعبہ کی حرمت توڑنا نہ چاہتے تھے چنانچہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے صلح کی گفت وشنید کو ترجیح دی۔

قبیلہ خزاعہ مسلمانوں کا حلیف تھا اس کے رئیس بدیل بن ورقا نے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کو جا کر خبر دی کہ قریش مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا قریش سے جا کر کہہ دو ہم لڑنے کے لیے نہیں آئے ہیں بلکہ عمرہ کی غرض سے آئے ہیں۔ جنگ نے قریش کو تباہ کر دیا ہے اس لیے ان کے لیے بہتر ہے کہ وہ صلح کا معاہدہ کر لیں اور اگر وہ راضی نہیں تو میں اس وقت تک لڑوں گا کہ میری گردن الگ ہو جائے اور خدا کو جو فیصلہ کرنا ہو کر دے۔ بدیل نے جا کر قریش کو پیغام پہنچا دیا۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کی یہ شرائط سن کر ان کی جماعت کے ایک معمر اور جہاں دیدہ شخص عروہ بن مسعود نے کہا کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے بڑی معقول شرطیں پیش کی ہیں مجھ کو اجازت دو کہ

میں جا کر خود معاملہ طے کروں۔ قریش کو ان پر پورا اعتماد تھا اس لیے انہوں نے قریش کی طرف سے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے پاس جا کر گفتگو کی اور کہا حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم ! فرض کرو تم نے قریش کا استحصال کر دیا تو دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں ملی کہ کسی شخص نے اپنی قوم کو خود اپنے ہاتھوں سے تباہ کر دیا ہو اور اگر لڑائی کا رخ بدلا تو تمھارے ساتھ جو بھیڑ ہے گرد کی طرح اُڑ جائے گی۔ لیکن عروہ نے وہاں جو کچھ سنا اور دیکھا اس کے بارے میں اس نے قریش سے آ کر بیان کیا کہ میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے لیکن یہ عقیدت اور وارفتگی کہیں نہ دیکھی جو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے ساتھیوں کو ان کے ساتھ ہے۔

اس کے بعد حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے مصالحت کی گفتگو کے لیے خراش بن امیہ کو بھیجا۔ قریش نے ان کی سواری کا اونٹ مار ڈالا اور ان کو قتل کر ڈالنا چاہا لیکن ان کے قبیلہ کے آدمیوں نے انہیں بچا لیا۔ خراش کی واپسی کے بعد قریش نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے ایک دستہ بھیجا مگر وہ گرفتار کر لیا گیا۔ گو یہ سخت شرارت تھی لیکن رحمت عالم نے اس کو چھوڑ دیا اور معافی دے دی۔ قریش کے اس غیر معقول رویہ کے باوجود حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے ایک مرتبہ پھر مصالحت کی کوشش کی اور حضرت عثمانؓ کو قریش کے پاس بھیجا۔ قریش نے ان کو نظر بند کر دیا لیکن یہ افواہ مشہور ہو گئی کہ عثمانؓ قتل کر دیئے گئے ہیں۔

25۔ بیعت رضوان

یہ خبر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو پہنچی تو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو سخت صدمہ ہوا۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا کہ ''خونِ عثمان کا قصاص لینا فرض ہے۔'' یہ کہہ کر آپ ببول کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور تمام صحابہ سے جانبازی کی بیعت لی جس کا مفہوم یہ تھا کہ جب تک جان میں جان ہے شکست تسلیم نہیں کریں گے۔ اس بیعت میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے اپنے بائیں ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دیا اور ان کی طرف سے خود بیعت کی۔ یہ بیعت اسلام کی تاریخ میں خاص اہمیت کی حامل ہے اور بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ سورۃ الفتح میں اس کا ذکر ہے۔

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾(41)

خدا مسلمانوں سے راضی تھا جب کہ وہ تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

بیعت کے بعد معلوم ہوا کہ قتل کی خبر غلط تھی لیکن اس بیعت نے قریش کو صلح کی گفتگو کے لیے آمادہ کر دیا۔ قریش نے اپنے خطیب سہیل بن عمرو کو صلح کی گفتگو کے لیے بھیجا اور طویل ردوقدح کے بعد بالآخر چند شرطوں پر اتفاق ہو گیا۔

1۔ مسلمان اس سال بغیر عمرہ کے واپس چلے جائیں۔

2۔ اگلے سال آئیں اور صرف تین دن قیام کریں۔

3۔ ہتھیار لگا کر نہ آئیں۔ صرف تلوار ساتھ لائیں اور وہ بھی نیام میں۔

4۔ مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں انہیں ساتھ نہ لے جائیں اور اگر کوئی مدنی مسلمان مکہ میں ٹھہرنا چاہے تو اسے نہ روکیں۔

5۔ اہل مکہ میں سے کوئی شخص مدینہ چلا جائے تو واپس کر دیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں جائے تو واپس نہیں کیا جائے گا۔

6۔ قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں ہو جائیں۔

7۔ دس سال تک مسلمان اور قریش آپس میں جنگ نہیں کریں گے۔

معاہدے کی تمام شرائط بالکل یک طرف تھیں اور ان پر عمل درآمد اور بھی بعید از انصاف۔ ابھی معاہدے کی کتابت ہو رہی تھی کہ سہیل کا اپنا بیٹا ابو جندلؓ جو قبول اسلام کے باعث مکہ میں طرح طرح کے مصائب برداشت کر رہا تھا بھاگ کر

وہاں آ پہنچا۔ انہیں دیکھ کر باپ نے کہا کہ پابندی عہد کا یہ پہلا موقع ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے فرمایا کہ ابھی معاہدہ پر دستخط نہیں ہوئے اس لیے ابوجندلؓ کو ہمارے ساتھ جانے دو لیکن اس نے صلح ختم کرنے کی دھمکی دے دی۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے مجبور ہو کر ابوجندلؓ کو حوالے کر دیا۔ صحابہ کرام ابوجندلؓ کی حالت زار دیکھ کر اور ان کی دردانگیز فریاد سن کر تڑپ اٹھے۔ لیکن حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے انہیں صبر کی تلقین کی اور فرمایا کہ اللہ ضرور کوئی صورت نکالے گا۔ صلح کے بعد حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللّہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے قربانی کے اونٹ ذبح کر کے بال ترشوائے اور احرام کھولا۔

صلح حدیبیہ کو خدا نے فتح مبین سے تعبیر کیا۔

﴿انا فتحنالک فتحا مبینا﴾(42)

ہم نے تجھ کو کھلی ہوئی فتح عطا کی۔

بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ یہ واقعی فتح مبین تھی۔ اور اس کے نتائج مسلمانوں کے لیے انتہائی اطمینان بخش تھے۔ صلح سے پہلے مسلمان اور کافر ملتے جلتے نہ تھے اس کے بعد دونوں میں آمد و رفت شروع ہوئی۔ خاندانی اور تجارتی تعلقات کی وجہ سے قریش مدینہ منورہ آتے تو مسلمانوں سے بھی ملاقات ہوتی۔ ہر مسلمان اسلام کی سچی تصویر تھا۔ ان کے اخلاق، حسن عمل، نیکوکاری اور پاکیزہ سیرت کے باعث خود بخود کفار کے دل اسلام کی طرف کھنچنے لگے اور اسلام نہایت سرعت سے پھیلنے لگا۔ چنانچہ صلح حدیبیہ سے لے کر فتح مکہ تک جس کثرت سے کفار اسلام میں داخل ہوئے اس سے پہلے کبھی نہ ہوئے تھے۔

26۔ سلاطین کو دعوت اسلام

صلح حدیبیہ کے بعد جب حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو کسی قدر اطمینان حاصل ہوا تو آپ نے قیصرِ روم، کسریٰ ایران، عزیز مصر، نجاشی شاہ حبش، رؤسائے یمامہ، والئ شام اور والی بصریٰ کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے۔ قیصرِ روم نے خط پا کر حکم دیا کہ اس کی حدود سلطنت میں عرب کا کوئی شخص مل جائے تو اسے حاضر کیا جائے۔ اتفاق سے ابوسفیان تجارت کے سلسلہ میں شام کے شہر غزہ میں موجود تھا۔ اسے لے جا کر پیش کیا گیا۔ قیصر نے اس سے اسلام اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے حسب ونسب تعلیمات، اخلاق وکردار اور متبعین کے متعلق چند سوالات کیے۔ ابوسفیان شدید ترین دشمن اسلام ہونے کے باوجود جھوٹ بولنے کی جرأت نہ کر سکا اور صحیح صحیح جوابات دے دیے۔ یہ جوابات سن کر قیصر کو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی صداقت کا یقین ہو گیا۔ اس نے ابوسفیان سے کہا کہ اگر تمھارے جوابات صحیح ہیں تو وقت آنے والا ہے جب کہ میری قدم گاہ تک اس کا قبضہ ہو جائے گا۔ مجھے معلوم تھا کہ ایک پیغمبر آنے والا ہے لیکن یہ خیال نہ تھا کہ وہ عرب میں ظاہر ہو گا۔ اگر میں وہاں جا سکتا تو اس کے قدم دھوتا، قیصر کے ان خیالات کو سن کر اس کے درباری بہت برہم ہوئے۔ یہ حالت دیکھ کر قیصر تاج وتخت کی طمع میں اسلام کی دولت سے محروم رہ گیا۔

ان تبلیغی خطوط میں عرب کے طرزِ تحریر کے مطابق خدا کے نام کے بعد آنحضرت کا نام اور پھر مکتوب الیہ کا نام ہوتا۔ خسرو پرویز شاہ ایران اس اندازِ تحریر سے آشنا نہ تھا۔ اس نے خط دیکھتے ہی اپنی تحقیر سمجھ کر سخت برہم ہو کر کہا۔ ''میرا غلام ہو مجھے یوں لکھتا ہے۔'' نامہ مبارک کو چاک کر ڈالا اور ایران کے یمنی گورنر کو لکھا کہ ''عرب کے مدعی نبوت کو پکڑ کر میرے دربار میں بھیج دو۔'' اس نے دو آدمی مدینہ بھیجے۔ انہوں نے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے جا کر کہا کہ ''شہنشاہ عالم نے تم کو طلب کیا ہے۔ اگر اس حکم کی تعمیل نہ کرو گے تو تم کو اور تمھارے ملک کو برباد کر ڈالے گا۔'' حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے انہیں بتایا کہ کسریٰ کو قتل کر دیا گیا ہے اور یمن کے گورنر کی طرف یہ پیغام دیا کہ اسلام کی حکومت کسریٰ کے پایہ تخت تک پہنچے گی۔'' گورنر یمن خسرو پرویز کی خبر سن کر بہت حیران ہوا لیکن چند روز کے بعد خسرو کے بیٹے شیرویہ کی طرف سے ایک حکم موصول ہوا جس سے اس خبر کی تصدیق ہو گئی اور گورنر یمن اس حد تک متاثر ہوا کہ مسلمان ہو گیا۔ (43)

مقوقس عزیز مصر نے جواب دیا کہ مجھے معلوم تھا کہ ایک پیغمبر آنے والا ہے لیکن میں سمجھتا تھا کہ وہ شام میں ظاہر ہوگا۔ میں نے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے قاصد کو احترام سے ٹھہرایا آپ کے لیے دو قبطی لڑکیاں (ماریہ اور سیرین) لباس اور خچر تحفتاً بھیجتا ہوں۔

شاہ حبش نجاشی مسلمانوں کی ہجرتِ حبشہ کے زمانے سے اسلام سے متاثر ہو چکا تھا۔ چنانچہ جب اس کے پاس نامہ مبارک پہنچا تو اس کے احترام میں تخت سے نیچے اتر آیا۔ اس کو آنکھوں سے لگایا اور جعفر طیار کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو لکھ بھیجا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم خدا کے پیغمبر اور رسول ہیں۔ (44)

27۔ فتح مکہ

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کا سب سے مقدم فریضہ خانہ کعبہ کو بتوں کی آلائش سے پاک کرنا اور اس میں توحید کا علم بلند کرنا تھا۔ لیکن قریش کی دشمنی اور عرب کی عام مخالفت کے باعث اب تک اس کا موقع نہ آیا تھا۔ صلح حدیبیہ کے باعث چند روز امن وامان ہو گیا لیکن معاہدۂ حدیبیہ بھی قریش سے نبھا نہ سکا۔ معاہدۂ حدیبیہ کی رو سے قبائل عرب میں سے خزاعہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے حلیف ہو گئے تھے۔ اور بنوبکر قریش کے۔ اور از روئے معاہدہ ان میں سے کسی کو دوسرے پر ہاتھ اٹھانے کا حق نہ تھا لیکن بنوبکر نے حرم میں بنوخزاعہ کو قتل کیا اور قریش نے ان کی مدد کی۔ خزاعہ کے چالیس افراد کا وفد حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو صورت حال سے آگاہ کرنے اور مدد مانگنے کے لیے مدینہ گیا۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو واقعات سن کر سخت رنج ہوا اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے قریش کے پاس قاصد بھیجا اور تین شرطیں پیش کیں کہ ان میں سے کوئی ایک منظور کی جائے۔

1۔ مقتولوں کا خوں بہا دیا جائے۔

2۔ قریش بنوبکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔

3۔ اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

ان شرائط کے جواب میں قرطہ بن عمر نے قریش کی جانب سے کہا کہ ''صرف تیسری شرط منظور ہے۔'' لیکن قاصد

کے چلے جانے کے بعد قریش کو ندامت ہوئی اور ابوسفیان کو تجدید معاہدہ کے لیے مدینہ دوڑایا لیکن حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے معاہدہ کی تجدید نہ فرمائی۔ ابوسفیان نے حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کو درمیان میں ڈالنا چاہا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ آخر حضرت علیؓ کے مشورے سے حرم میں تجدید معاہدہ کا اعلان کر کے لوٹ گیا۔ (45)

ابوسفیان کے واپس جانے کے بعد حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے مکہ جانے کی تیاریاں شروع کیں، معاہد قبائل کو ساتھ لیا اور رمضان ۸ھ میں دس ہزار جانثاروں کے ساتھ مکہ روانہ ہوئے۔ قریب پہنچ کر مکہ سے ایک منزل اوپر مرالظہران میں منزل کی اور مسلمانوں نے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کے حکم سے الگ الگ آگ روشن کی۔ قریش مسلمانوں کی آمد خبر سن چکے تھے۔ انہوں نے تحقیق کے لیے ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء کو بھیجا۔ یہ لوگ پتہ چلاتے ہوئے مرالظہران تک جا پہنچے۔ ابوسفیان پر حضرت عباس کی نظر پڑ گئی۔ انہوں نے حق دوستی ادا کرتے ہوئے اسے ساتھ لیا اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کی خدمت میں پہنچے۔ لیکن راستہ میں حضرت عمرؓ کی نظر پڑ گئی۔ اور وہ اسے دیکھ کر بے قابو ہو گئے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کفر کے استحصال کا وقت آ گیا ہے لیکن حضرت عباسؓ نے جان بخشی کرا دی۔ (46) ابوسفیان کے پچھلے تمام اعمال، اسلام کی دشمنی اور قبائل عرب کا اشتعال اس امر کا تقاضا کر رہے تھے کہ ان کا خون مباح کر دیا جائے لیکن رحمۃ للعالمین نے ان کے تمام گناہوں پر قلم عفو پھیر دیا۔

لشکرِ اسلام جب مکہ کی طرف بڑھا تو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے حضرت عباسؓ سے ارشاد فرمایا کہ ابوسفیان کو افواجِ الٰہی کا نظارہ کرانے کے لیے ایک بلند مقام پر کھڑا کر دو۔ قبائلِ عرب کا سیلاب مکہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ہر قبیلہ کا دستہ الگ الگ تھا۔ تمام قبائل کے پرچم یکے بعد دیگرے گزر رہے تھے۔ ابوسفیان ان کی ہیبت سے سہما جاتا تھا۔ سب سے آخر میں کوکبۂ نبوی نمودار ہوا اور ٹھیک آٹھ برس کے بعد حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم مسلمانوں کے ساتھ اس سرزمین میں فاتحانہ داخل ہوئے جس سے انتہائی بے کسی کی حالت میں محروم کیے گئے تھے۔

قریش دس ہزار فوج کو دیکھ کر سراسیمہ ہو گئے لیکن حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے اعلان کرا دیا کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے گا یا دروازہ بند کر دے گا یا خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے گا یا ابوسفیان کے گھر چلا جائے گا وہ مامون رہے گا۔

اس کے بعد حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم حرم کعبہ میں تشریف لے گئے جس میں

مشرکین نے 260 بت نصب کر رکھے تھے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلم نے انہیں لکڑی سے گرانا شروع کر دیا اور ساتھ ہی یہ آیات تلاوت فرماتے۔

﴿جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً﴾ (47)

حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا' باطل بھاگنے والا ہی تھا۔

خانہ کعبہ کے اندر جس قدر بت تھے سب نکال دیئے گئے۔ حضرت عمرؓ نے اندر جا کر جس قدر تصویریں تھیں وہ بھی مٹا دیں۔ شرک کی آلائشوں سے تطہیر کے بعد حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم حضرت بلالؓ اور طلحہؓ کی معیت میں اندر داخل ہوئے اور نماز ادا فرمائی۔ پھر قریش مکہ کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا:۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کیا۔ اپنے بندے کی امداد کی اور سارے گروہوں کو اکیلے ہی شکست دی۔ خبردار! ہر قسم کا مطالبہ خواہ وہ خون کا مطالبہ ہو یا مال کا وہ میرے ان پاؤں کے نیچے ہے (یعنی منسوخ ہے) البتہ بیت اللہ کی دربانی اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت جوں کے توں ہیں۔ اے گروہ قریش! آج کے دن اللہ نے تم سے جاہلیت کا غرور چھین لیا اور آباء واجداد کے بل پر بڑائی غلط قرار دی۔ سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ (48)

آپ نے اہل مکہ سے سوال کیا کہ اے اہل مکہ! تمہارا کیا خیال ہے۔ میں تمھارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ مکہ کے سردار اگرچہ اپنی بداعمالیوں سے آگاہ تھے لیکن رحمۃ للعالمین کے مزاج شناس تھے۔ بول اٹھے:۔

اخ كريم و ابن اخ كريم

آپ شریف بھائی اور شریف برادرزادہ ہیں۔

آپ نے فرمایا:۔

لا تثريب عليكم اليوم اذهبوا فانتم الطلقاء (49)

آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔

اس کے بعد حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے چند اشتہاری مجرموں کے نام گنوائے کہ ان کے علاوہ باقی سب کو امان ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جو کسی قتل کے سلسلہ میں مطلوب تھے یا اسلام قبول کر کے مرتد ہو گئے تھے۔ ان میں سے بھی کئی ایک کو بعد میں معاف کر دیا گیا۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم مقام صفا میں ایک بلند مقام پر تشریف فرما تھے۔ کفار جوق در جوق آتے اور مسلمان ہوتے۔

28۔ عام الوفود

عرب کے بیشتر قبائل اس انتظار میں تھے کہ قریش اور مدینہ کی اسلامی ریاست کے درمیان جو فیصلہ ہو اس کے مطابق وہ اپنا طرزِ عمل ڈھال لیں۔ فتح مکہ کے بعد قبائل عرب کا ذہن اسلام کے بارے میں بالکل صاف ہو گیا تھا اور غزوۂ تبوک میں مسلمانوں کی نمایاں کامیابی نے ان لوگوں کی امیدوں کو خاک میں ملا دیا جو قیصرِ روم کے ہاتھوں اسلام کے خاتمے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ عرب کے قبائل تیزی سے اسلام کی طرف مائل ہونے لگے۔ پہل ان قبائل نے کی جو اسلام کی پاکیزہ تعلیمات سے متاثر تھے لیکن مزاحم قوتوں سے ڈرتے تھے لیکن رفتہ رفتہ تقریباً تمام قبائل دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ یہ قبائل اپنے وفود مدینہ منورہ بھیجتے تھے جو اسلام کے بارے میں سوالات کرتے اور اطمینان کرنے کے بعد آنحضرتؐ کے ہاتھ پر بیعت کرتے۔ 9ھ میں ایسے بے شمار وفود مدینہ آئے۔ اس لیے اس سال کو عام الوفود کہا جاتا ہے۔(50)

29۔ حجۃ الوداع

جب اسلام سارے عرب میں پھیل چکا۔ خدا کی بھٹکی ہوئی مخلوق اپنے اصلی مرکز پر آ چکی۔ اسلام کے عقائد اور اعمال، شریعت کے اصول و فروغ کی تکمیل ہو چکی، حکومت الٰہیہ کا قیام عمل میں آ چکا اور سارے عالم کی راہنمائی کے لیے ایک جماعت تیار ہو چکی۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ النصر نازل فرمائی جس میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو اشارۃً آگاہ کیا گیا تھا کہ آپ کا کام اب مکمل ہو گیا ہے۔ چنانچہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے وصال سے پہلے تعلیمات اسلامیہ کو سارے عرب میں پہنچانے کے لیے حج کا ارادہ فرمایا۔ اعلان کر دیا گیا کہ اس سال آنحضرتؐ خود حج کی قیادت فرمائیں گے اس لیے تمام عرب سے مسلمان میں شریک ہوں۔ ۲۶ ذی قعدہ ۱۰ھ کو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر احرام باندھا۔ فرزندان توحید کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر آپ کے ہمرکاب تھا۔ فضا میں لبیک اللھم لبیک کی صدائے دلنواز بلند ہوتی تو دشت و جبل گونج اٹھتے تھے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم ہر مرحلہ پر لوگوں ک مناسک حج کی تعلیم دیتے ہوئے مکہ کی جانب بڑھتے گئے اور وہاں پہنچ کر خالص سنت ابراہیمی کے مطابق حج ادا کیا۔ اس دوران میں آپ نے صفا و مروہ میں مختصر خطبے دیے لیکن ۹ ذوالحجہ کو آپ نے عرفات کے مقام پر جو خطبہ دیا وہ اسلامی تعلیمات کا نچوڑ اور عطر ہے۔ اس خطبہ میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ

وسلّم نے نہایت جامعیت کے ساتھ اہم معاشرتی اور مذہبی احکام یاددلائے۔حقوق اللہ اورحقوق العباد پوروضاحت سے بیان فرمائے۔عورتوں اور غلاموں کے حقوق پر زور دیا۔ جاہلیت کے تنازعات کی جڑ کاٹ دی۔سود حرام قرار دیا اور معاشرے میں اخوت ومساوات کی فضا پیدا کرنے کی تلقین فرمائی۔اس خطبہ کے اہم نکات یہ ہیں۔

لوگو! میری بات غور سے سنو، میرا خیال ہے کہ شاید اس سال کے بعد اس جگہ پر تم سے نہ مل سکوں اور نہ شاید اس سال کے بعد (آئندہ) حج کر سکوں۔اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے بہت سے خاندان اور قبیلے بنا دیئے، تاکہ تم پہچانے جا سکو، یعنی باہم ایک دوسرے کو شناخت کر سکو اور خدا کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی برتری نہیں ہے اور نہ کسی کالے کو کسی گورے پر، اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت حاصل ہے۔فضیلت اور برتری صرف پرہیزگاری کی بناء پر ہے۔

سب لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔خبردار! خون یا مال کا ہر وہ دعوی جس کے لوگ مدعی ہیں وہ میرے قدموں تلے ہے۔(میں اسے باطل قرار دیتا ہوں) مگر بیت اللہ کی نگرانی اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت حسب دستور رہے گی۔اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

اے گروہ قریش! قیامت کے دن ایسا نہ ہو کہ تم دنیا کا بوجھ اپنی گردنوں پر اٹھائے ہوئے آؤ اور لوگ آخرت کا سامان لے کر آئیں۔(یادرکھو) اگر ایسا ہوا تو میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکوں گا۔

خبردار! زمانہ جاہلیت (قبل از اسلام) کی تمام رسمیں میرے قدموں کے نیچے روندی گئی ہیں، زمانہ جاہلیت کے تمام خون (خواہ وہ کسی کے بھی ہوں) سب معاف ہیں، اس سلسلے میں سب سے پہلے اپنے ہی خاندان کا ایک خون جو کہ ربیعہ بن الحارث کے بیٹے کا ہے، معاف کرتا ہوں۔

لوگو! تمہارے اموال اور تمہاری عزت وآبرو قیامت تک ایک دوسرے پر حرام ہیں جس طرح تمہارے پر اس دن، اس مہینے اور اس شہر کی حرمت واجب ہے اور تم سب عنقریب اپنے پروردگار سے جا ملو گے جہاں تم سے تمہارے اعمال کا محاسبہ ہوگا۔

اے لوگو! تمہاری عورتوں پر تمہارے کچھ حقوق ہیں اور اسی طرح تم پر تمہاری عورتوں کے حقوق ہیں۔تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ کسی ایسے آدمی کو تمہارے بستر پر نہ بیٹھنے دیں جسے تم پسند نہ کرتے ہو نیز ان پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ کھلی بے حیائی کا کوئی کام نہ کریں، لیکن اگر وہ ایسا کریں تو تمہارے رب نے تمہیں یہ اجازت دی ہے کہ ان کے سونے کی جگہ اپنے سے الگ کر دو، (اگر اس پر بھی باز نہ آئیں) پھر تمہیں اجازت ہے کہ ایسی ہلکی مار مارو جس سے بدن پر نشان نہ پڑیں اور اگر وہ اپنی

نازیبا حرکتوں سے باز آ جائیں تو حسب دستور ان کا کھانا اور کپڑے تمہارے ذمے ہیں۔

خبردار! کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر کسی کو کچھ دے، عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کے لیے ہمیشہ پابند رہو، کیونکہ وہ تمہاری زیرِ نگرانی ہیں، اور اس حیثیت میں نہیں کہ اپنے معاملات خود چلا سکیں۔ عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور اللہ کے کلمات کے ذریعے ان کو اپنے لیے جائز و حلال کیا ہے۔

لوگو! اللہ تعالیٰ نے (میراث کا قانون نازل کر کے) ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے اس لیے اب کسی وارث کے حق میں کوئی وصیت جائز و نافذ نہیں، بچے کا نسب اسی مرد سے ثابت ہوگا جس کی وہ بیوی ہے، جس نے بدکاری کی اس کے لیے سزا ہے (بچہ اس کا نہیں کہلائے گا اور ان کا حساب کتاب اللہ کے ذمے ہے)۔ جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی کی طرف نسبت کی یا کسی غلام نے اپنے کو کسی دوسرے مالک کی طرف منسوب کیا اس پر خدا کی لعنت ہے۔

قرض ادا کیا جائے گا، عاریت واپس کی جائے، ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے، خبردار! جرم کرنے والا خود اپنے جرم کا ذمہ دار ہے۔ باپ کے جرم کا ذمہ دار بیٹا نہیں، اور بیٹے کے جرم کا ذمہ دار باپ نہیں۔

کسی شخص کے لیے بھائی کی کوئی چیز لینا جائز نہیں، البتہ اس صورت میں جائز ہے کہ وہ خوشدلی کے ساتھ دے، پس تم لوگ اپنے اوپر ظلم و زیادتی نہ کرو۔

لوگو! ہر مسلمان، دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سب مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں۔

تمہارے غلام، تمہارے غلام ہیں تم جو کچھ کھاتے ہو ان کو بھی کھلاؤ اور جو خود پہنتے ہو وہی انہیں پہناؤ۔

خبردار! میرے بعد گمراہ (یا کافر) نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ جس شخص کے پاس کسی کی امانت ہو اس پر لازم ہے کہ وہ امانت والے کو ٹھیک ٹھاک طریقے سے لوٹا دے۔

اگر کوئی نکٹا اور سیاہ فام حبشی بھی تمہارا امیر بنا دیا جائے اور وہ کتاب اللہ (قرآن مجید) کے مطابق تمہاری قیادت کرے تو تم پر اس کی اطاعت لازم ہے۔

اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور تمہارے بعد کوئی نئی امت نہیں ہے۔

میں تم میں ایک نعمت چھوڑے جا رہا ہوں، اگر تم مضبوطی سے اسے تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ نعمت اللہ کی کتاب (قرآن مجید) ہے۔

لوگو! مذہب میں غلو اور مبالغہ سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے بہت سی قومیں مذہب میں غلو کے سبب برباد ہوئیں۔

اے لوگو! اب شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ اس سرزمین پر اس کی پرستش ہوگی، لیکن عبادات کے سوا دوسرے معاملات میں اپنے پست افعال کے ذریعے اس کی فرمانبرداری کی گئی تو یہ اس پر بھی راضی رہے گا پس تم اپنے دین کو اس سے بچا کر رکھنا۔

خبردار! اپنے رب کی عبادت کرتے رہو، پنج وقتہ نمازوں کی پابندی کرو، ماہ رمضان کے روزے رکھو۔ اپنے اموال کی خوش دلی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرتے رہو، اپنے رب کے گھر (بیت اللہ) کا طواف کرو، اپنے امراء کے حکم کی پیروی کرو، اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

اے لوگو! نسئی کفر کی زیادتی کا سبب ہے، اس کے ذریعے کفار گمراہ ہوتے ہیں۔ وہ ایک سال حرام مہینوں کو حلال کر لیتے ہیں اور دوسرے سال انہی کو حرام قرار دے لیتے ہیں تا کہ اس حرام مہینوں کی گنتی پوری کریں لیکن اب زمانہ اپنی اس ابتدائی حالت پر لوٹ آیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا تھا۔ اللہ کے نزدیک سال کے بارہ مہینے ہوتے ہیں جن سے چار مہینے حرمت والے ہیں، تین مہینے مسلسل ہیں (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم) اور ایک ماہ رجب ہے جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان واقع ہے۔

خبردار! جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ میری بات ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں کیونکہ بہت سے لوگ جن کو میرا پیغام پہنچے گا وہ ان لوگوں سے زیادہ اسے محفوظ رکھنے والے ہوں گے جو اس وقت سننے والے ہیں۔

تم لوگوں سے میرے متعلق بھی پوچھا جائے گا بتاؤ، تم میرے بارے میں کیا کہو گے؟ حاضرین نے (یک زبان ہو کر) عرض کیا! ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے امانت کو ادا کر دیا۔ اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور نصیحت کر دی پھر آپ نے یہ ہدایت بھی فرمائی کہ جو لوگ وہاں موجود نہ تھے انہیں وہ پیغام پہنچا دیا جائے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے اپنی انگلی آسمان کی جانب بلند فرما کر تین مرتبہ فرمایا۔ اے اللہ تو گواہ رہنا!۔(51)

30۔ وفات

ماہ صفر 11ھ میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو دردِ سر کی شکایت ہوئی۔ 19 صفر کو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم جنت البقیع میں تشریف لے گئے اور پھر شہدائے احد کے لیے دعا فرمائی۔ واپس لوٹے تو طبیعت زیادہ ناساز ہوگئی۔ بیماری کی حالت میں بھی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی

اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم ازراہِ عدل باری باری سے ازواج مطہرات کے گھروں پر بسر فرماتے تھے۔ جب مرض زیادہ بڑھا تو ان سے اجازت لے کر حضرت عائشہؓ کے یہاں مستقل قیام فرمایا۔

جب تک طاقت رہی نماز مسجد میں ادا فرماتے رہے۔ آخری نماز مغرب کی تھی جو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے پڑھائی۔ اس کے بعد حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کے حکم سے حضرت ابوبکرؓ صدیق نماز پڑھاتے تھے۔ جب کبھی افاقہ محسوس کرتے مسجد میں جاتے اور حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں بیٹھ کر نماز ادا فرماتے۔ ایک روز ظہر کے وقت طبیعت میں قدرے سکون ہوا تو غسل فرما کر حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور نماز کے بعد خطبہ دیا جو حضرت محمد رسول اللّٰہ خاتم النبین صلی اللّٰہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کی زندگی کا آخری خطبہ تھا۔ اس میں آپ نے صراحت کی۔ ''اللہ نے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ خواہ وہ دنیا کی نعمتوں کو قبول کرے یا خدا کے پاس جو انعامات ہیں انہیں حاصل کرے۔ اس نے خدا کے پاس کی چیزیں قبول کی۔''

خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لے گئے اور متفرق تعلیمات کا سلسلہ آخر وقت تک جاری رہا۔ مرض کی حالت یکساں نہ تھی۔ کبھی شدت ہو جاتی تھی۔ کبھی افاقہ نظر آتا تھا۔ ۱۲ ربیع الاول کو اتنا سکون ہوا کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے صبح کی نماز کے وقت حجرہ مبارک کا پردہ اٹھا کر دیکھا لوگ نماز میں مشغول تھے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے تبسم فرمایا لیکن جوں جوں سورج بلند ہوتا گیا دنیا پر تاریکی چھانے کا وقت قریب آتا گیا۔ بار بار غشی ہونے لگی۔ اسی دوران میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے مسواک فرمائی۔ سہ پہر کے وقت سانس اکھڑ گئی اور زبان سے رک رک کر نکلا:

الصلوٰة وما ملکت ایمانکم

نماز اور غلام!

پاس ہی پانی کی لگن رکھی ہوئی تھی۔ اس میں بار بار ہاتھ ڈال کر چہرہ پر ملتے تھے۔ اسی دوران میں ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ فرمایا:۔

بل الرفیق الاعلیٰ

اب اور کوئی نہیں وہی رفیق اعلیٰ درکار ہے۔

یہ کہتے کہتے روح عالم قدس میں پہنچ گئی۔ (52)

31۔ خود آزمائی

1۔ حضور اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلّم کی مکی زندگی کے اہم واقعات بیان کریں۔

2۔ بعثت نبویؐ اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلّم کی دعوت پر نوٹ لکھیں۔

3۔ مدنی عہد نبوتؐ کے نمایاں واقعات بیان کریں۔

4۔ غزوات نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلّم کے بارے میں جامع نوٹ لکھیں۔

5۔ خطبہ حجۃ الوداع کے اہم نکات قلم بند کریں۔

32۔ لازمی کتب برائے مطالعہ

1۔ علامہ شبلی نعمانی، سیرت النبیؐ

2۔ ڈاکٹر خالد علوی، انسان کامل

3۔ مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری، الرحیق المختوم

34۔ ماخذ ومصادر

1۔ مسلم ، الجامع الصحیح کتاب الفضائل باب فضل نسب النبی

2۔ البخاری الجامع الصحیح کتاب الفضائل باب مبعث النبی

3۔ ابن ھشام السیرۃ النبویۃ جلد ۱ ص ۱۶۸

4۔ ابوالفداءجلد۱ص۱۱

5۔ ابن ہشام،السیرۃالنبویۃجلد۲ص۱۹۷

6۔ امام حاکم،مستدرک حاکم،جلد۲ص۲۲۰

7۔ زرقانی،شرح مواہب الدنیہ جلد۱ص۸۰۔

8۔ مستدرک حاکم جلد۱،ص۴۵۸

9۔ العلق۹۶:۱تا۴

10۔ البخاری الجامع الصحیح کتاب بدالوحی باب بدءالوحی

11۔ ابن ہشام،السیرۃالنبویۃجلد۱ص۲۸۱

12۔ الحجر۱۵:۹۴

13۔ ابن حجر،اصابہ،ذکرحارث بن ابی ہالہ

14۔ ابن ہشام،السیرۃالنبویۃجلد۱ص۳۶۶

15۔ ابن ہشام،السیرۃالنبویۃجلد۱ص۳۵۶،۳۶۲

16۔ ابن ہشام،السیرۃالنبویۃجلد۲ص۱۴

17۔ ابن سعد،الطبقات الکبری،جلد۱ص۲۱۱

18۔ ابن سعد،الطبقات الکبری،جلد۱ص۲۱۱

19۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، جلد۱ص ۲۱۷

20۔ البخاری الجامع الصحیح کتاب الفضائل باب الہجرت

21۔ التوبۃ ۹:۴۰

22۔ التوبۃ ۹:۱۰۸

23۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ جلد۲ص ۱۳۸

24۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی ص ۷۵

25۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی ص ۷۵

26۔ نکلسن، لٹریری ہسٹری آف عربز (عربوں کی ادبی تاریخ) ص ۱۷۳

27۔ محمود شیت خطاب، الرسول القائد، (دار المکتبہ الاحیاء، بغداد۔۱۹۶۰ء) ص ۵

28۔ القرآن۔ الانعام۔۱۵۱

29۔ مسلم، کتاب الایمان باب بیان الکبائر واکبرھا، ج۱ص ۶۴

30۔ مسند احمد، ج۲، ص ۹۴

31۔ الرسول القائد، ص ۱۹

32۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، رسول اکرم کی سیاسی زندگی، (دار الاشاعت، کراچی۔۱۹۸۴ء)، ص ۱۱۴

33۔ ابن حجر، فتح الباری، جلد ۷، ص ۴۰۱

34۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج۲، ص ۶۷۷

35۔ ابن ہشام، ج۴، ص ۸۴

36۔ علامہ شبلی نعمانی، سیرت النبی، ج۱ص ۱۹۲

37۔ علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، ج۱ص ۴۹۱

38۔ البخاری الجامع الصحیح ج۵، ص ۱۹۴

39۔ القرآن، ۹:۲۵۔۲۶

40۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ج ۲، ص ۱۷۱

41۔ الفتح ۴۸:۱۸

42۔ الفتح ۴۸:۱

43۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، جلد ا ص ۲۲۰

44۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، جلد ا ص ۲۵۸

45۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ جلد ۴ ص ۳۱

46۔ البخاری الجامع الصحیح کتاب المغازی باب این رکز النبی الرایہ یوم الفتح

47۔ بنی اسرائیل ۱۷:۸۱

48۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ جلد ۴ ص ۸۴

49۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ جلد ۴ ص ۵۲

50۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ جلد ۴ ص ۲۰۵ تا ۲۴۵

51۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ جلد ۴ ص ۲۰۵ تا ۲۵۲

52۔ البخاری الجامع الصحیح کتاب المغازی باب این رکز النبی الرایہ یوم الفتح

اس یونٹ کا بنیادی مواد، انسان کامل، ، از ڈاکٹر خالد علوی سے اخذ و تلخیص پر مبنی ہے۔ اور اس میں بعض مقامات پر اضافہ کیا گیا ہے اور حواشی اور حوالہ جات بڑھائے گئے ہیں۔

یونٹ نمبر 4

رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ اصحابہ وسلم کے اخلاق کریمانہ

تالیف: ڈاکٹر محمد سجاد
نظر ثانی: پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر خان خاکوانی

فہرست عنوانات

	یونٹ کا تعارف	137
	یونٹ کے مقاصد	138
1۔	خلق کی تعریف	139
2۔	سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم کے اخلاق کریمانہ	145
	2.1 حُسن خُلق	145
	2.2 صداقت وراست گفتاری	146
	2.3 عدل وانصاف	146
	2.4 ایفائے عہد	147
	2.5 عزم واستقلال	148
	2.6 جودوسخا	149
	2.7 غلاموں سے حسن سلوک	150
	2.8 عاجزی وانکساری	151
	2.9 عفوودرگزر	152
	2.10 صلہ رحمی	153
	2.11 خدمت خلق	153
	2.12 رحمت وشفقت	154
	2.13 مساوات اوراحترام آدمیت	155
	2.14 مہمان نوازی	156
	2.15 زہدوقناعت	157
3۔	خودآزمائی	158
4۔	لازمی کتب برائے مطالعہ	158
5۔	مآخذومصادر	159

یونٹ کا تعارف

اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر جو بے حساب و بے شمار احسانات فرمائے ہیں ان میں سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ ان کی اصلاح وفلاح کے لیے نبوت و رسالت کا مقدس ومبارک سلسلہ جاری فرمایا۔ انبیاء ومرسلین کی آمد کا یہ سلسلہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوا۔ سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم سے پہلے ہر زمانے میں اور ہر ملک میں خدا تعالی کے پیغمبر اور رسول آئے۔ وہ اپنی اپنی قوموں کے سامنے اپنی زندگی نمونہ کے طور پر پیش کرتے رہے۔ تاکہ ان کی قوم فلاح اور کامیابی حاصل کرے۔ اور آخر میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم کو رحمت عالم بنا کر بھیجا گیا تاکہ وہ تمام عالم کے لئے دنیا میں اپنی زندگی کا نمونہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ جائیں۔

سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم سے پہلے انبیاء اکرام میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی قوموں کے سامنے اس زمانہ کے مناسب حال، اخلاق عالیہ اور صفات کاملہ کا ایک نہ ایک بلند ترین معجزانہ نمونہ پیش کیا۔ کسی نے صبر، کسی نے ایثار، کسی نے قربانی، کسی نے جوش توحید، کسی نے ولولہ حق، کسی نے عفت، کسی نے زہد، غرض ہر ایک نے دنیا میں انسان کی پر پیچ زندگی کے راستہ میں روشنی کا ایک ایک مینار قائم کر دیا۔ جس سے صراط مستقیم کا پتہ لگ سکے۔ مگر ضرورت تھی ایک ایسے مینار اور راہبر کی جو اس سرے سے لے کر دوسرے سرے تک پوری راہ کو اپنی ہدایات اور عملی مثالوں سے روشن کر دے۔ یہ راہنما سلسلہ انبیاء علیہ السلام کے آخری فرد حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم ہیں آپؐ کے متعلق قرآن مجید نے کہا۔

﴿اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِداً وَّ مُبَشِّراً وَّ نَذِیراً وَ دَا عِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیراً﴾

سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم دنیا کے آخری پیغمبر بنا کر بھیجے گئے جس کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم ایسی شریعت دے کر بھیجے گئے جو کامل واکمل ہے کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم کی تعلیم دائمی وجود رکھنے والی تھی، اس لئے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم کی ذات پاک کو مجموعہ کمال اور دولت بے زوال بنا کر بھیجا گیا۔ کیونکہ سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم کی حیات طیبہ کو تمام نسل انسانی کے لئے نمونہ بنا کر بھیجا گیا تھا۔

اس لئے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم ے اخلاق میں، استقامت عمل، حسن خلق، حسن معاملہ، عدل وانصاف، جود وسخا، مہمان نوازی، ایثار، گداگری سے نفرت، صدقہ سے پرہیز، تحفے قبول کرنا، کسی کا احسان قبول نہ کرنا، عدم تشدد، عیب جوئی اور مداح کی ناپسندیدگی، سادگی، امارت پسندی اور دکھاوے سے پرہیز، مساوات، تواضع، بے جا تعظیم اور مداح کی ناپسندیدگی، شرم وحیاء اپنے ہاتھ سے کام کرنا، عزم واستقلال، شجاعت، راست گفتاری، ایفائے عہد، زہد وقناعت، عفوو درگزر، کفار ومشرکین، اور دشمنوں (یہود وانصاریٰ سے حسن سلوک اور دعائے خیر۔ غریبوں کے ساتھ محبت و شفقت، بچوں پر شفقت، مستورات کے ساتھ نیک برتاؤ، حیوانات پر رحم، رحمت ومحبت عام، رقیق القلبی، عیادت کرنا، لطف طبع، اولاد سے محبت، ازواج مطہرات کے ساتھ حسن سلوک، اس کے علاوہ سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کی صفات کا شمار ناممکن اور دشوار ہے۔

اس یونٹ میں آپ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم کے اخلاق کریمانہ میں سے چند ایک مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔

یونٹ کے مقاصد

امید ہے کہ اس یونٹ کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہوجائیں گے کہ

1۔ اخلاق کا معنی ومفہوم جان سکیں۔

2۔ رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم کی سیرت اور اخلاق عالیہ کے بارے میں جان سکیں۔

3۔ اللہ تعالی نے آپ کے اخلاق کریمانہ کے بارے میں جو ارشادات فرمائے ہیں ان سے آگاہ ہوسکیں۔

4۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم کی عملی اور اخلاقی زندگی سے سبق حاصل کرسکیں۔

اخلاق کریمانہ

تمام مذاہب وادیان کی اساس و بنیاد اخلاق پر ہے، اور اس کارگاہ حیات اور ہستی میں جتنے بھی انبیاء کرام مبعوث ہوئے اور جتنے بھی مذہبی راہنما ہوئے سب کی تعلیم یہی تھی کہ کسی کے ساتھ بھلائی کرنا اچھا کام ہے اور کسی کے ساتھ زیادتی کرنا قابل مذمت فعل ہے۔ انصاف نیکی ہے اور ظلم بدی، کسی ضرورت مند کی مدد کرنا باعث اطمینان قلب ہے اور کسی کو پریشان کرنا ایک ناقابل معافی جرم ہے۔

1۔ خلق کی تعریف

اخلاق خلق کی جمع، لغت میں خُلُق سیرت باطن کو اور خَلق ظاہری صُورت کو کہتے ہیں (1)

ماہرین اخلاق کے نزدیک خَلق ظاہری پیدائش کا نام ہے اور خُلق باطنی پیدائش کا، اور ظاہری اعضاء کے مقابل باطنی اعضاء میں جو انسانی کمالات کی کیفیتیں رکھی گئیں ہیں اسی کا نام خُلق ہے۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں۔

اَلْخُلُقُ مَلَكَةٌ نَّفْسَانِيَّةٌ يَّسْهَلُ عَلَى الْمُتَّصِفِ بِهَا الْاِتْيَانُ بِالْاَفْعَالِ الْجَمِيْلَةِ(2)

خُلق وہ ملکہ نفسانیہ ہے کہ جسے وہ ملکہ حاصل ہو اس کے لیے اچھے کام کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

''فن تہذیب الاخلاق'' میں خلق کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

''نفس کی وہ کفیت جو انسان کو سوچ و بچار کے بغیر اعمال و افعال پر قادر بنا دیتی ہے، اس فن کے لحاظ سے یہ ایک ملکہ کا نام ہے جو کبھی فطری اور طبعی ہوتا ہے اور کبھی کسبی ہوتا ہے،،

امام غزالی فرماتے ہیں۔

''خُلق نفس کی اس ہیت راسخہ کا نام ہے جس سے تمام اخلاق، افعال بلا تکلف صادر ہوں۔ اگر افعال عقلاً و شرعاً عمدہ اور قابل تعریف ہوں تو اس ہیت کو خُلق نیک اور اگر بُرے اور قابل مذمت ہوں تو اس کو خُلق بد کہتے ہیں (3)

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم کی بعثت سے قبل بھی بڑے بڑے معلمین اخلاق

گزرے ہیں جنہیں دو جماعتوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے

پہلی جماعت: انبیاءعلیہ اسلام کی ہے جنہوں نے بھی اپنی تعلیمات کا ماخذ حکم خداوندی کو قرار دیا۔

دوسری جماعت: حکماء کی ہے جن کی تعلیمات میں تحقیقات کا ذکر تو ملتا ہے مگر بحث ونظر سے آگے عمل کا درجہ صفر ہے۔

اللہ تعالی نے تمام حضرات انبیاء علیہ اسلام کو نبوت سے سرفراز فرما کر انہیں اپنی اپنی امتوں کے لئے رحمت اور اخلاق کا پیکر بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا۔لیکن سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم اپنے محاسن اخلاق کی وجہ سے دیگر فضائل کی طرح انبیاء کرام سے اپنی صفت مقدس میں سب سے ممتاز نظر آتے ہیں۔اللہ تعالی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم کے اخلاق کے متعلق فرماتے ہیں۔

﴿وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ﴾(4)

ترجمہ:۔''اور بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں''

عقائداور عبادات کے بعد تعلیمات نبوی کا تیسرا باب اخلاق ہے۔سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم کی ذات گرامی نے ہی حسن اخلاق اورانسانی تعلقات کے آہنگ وتوازن پراتنازوردیا کہ اپنی بعثت کا مقصد ہی تکمیل مکارم اخلاق قرادیا۔

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم ے ارشادفرمایا:

اِنَّمَا بُعِثۡتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الۡاَخۡلاَ ق (5)

میری بعثت کا مقصد ہی اخلاق حسنہ کی تکمیل وترویج اوراخلاق رذیلہ کی بیخ کنی ہے۔سرکار دو عالم کی تعلیم میں حکم خداوندی نے عقلی دقیقہ رسی،فرمان الٰہی اوراخلاق نکتہ وری،امر ربانی اور فطرت،پھر کتاب اور حکمت دونوں کی آمیزش ہے۔اور آج کرہ زمین میں جہاں کہیں بھی حسن اخلاق کی کوئی کرن ہے تو وہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم کے ہی مطلع نور سے چھن کرنکل رہی ہے۔کیونکہ

۱۔ آپ کی زندگی کا کوئی پہلو پردہ میں نہیں۔

2۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم کی ہر زبانی تعلیم کے مطابق اس کی عملی مثال بھی سامنے موجود ہے۔(عملیت)۔

3۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم کی اخلاق زندگی میں یہ جامعیت ہے کہ وہ انسانوں کے ہر گروہ کے لئے اپنے اندر اتباع اور پیروی کا سامان رکھتی ہے (جامعیت)۔

معلم اعظم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی شان اس حیثیت سے بھی بلند ہے کہ آپ نے جو کچھ کہا سب سے پہلے خود اس کو کر کے دکھایا۔ آپؐ کا جو قول تھا وہی آپؐ کا عمل تھا۔ سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللّہ خاتم النبین صلی اللّہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم اپنی تعلیم کا آپ نمونہ تھے۔ اور جو کچھ لوگوں سے فرماتے تھے خود اس کا عمل و پیکر بن جاتے تھے۔ بیوی سے بڑھ کر انسان کے اخلاق کا اور کون راز دار ہو سکتا ہے۔ ایک صحابی نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا حضرت محمد رسول اللّہ خاتم النبین صلی اللّہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے اخلاق کیا تھے؟ آپ نے فرمایا:

ان النبی کان خلقه القرآن(6)

''سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کا اخلاق اور آپ کی حیات مبارکہ قرآن پاک کی عملی تفسیر تھی''

قرآن پاک نے سب سے آگے بڑھ کر نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی اخلاقیات بالخصوص قبل از بعثت زندگی کے حالات کو نبوت کی دلیل کے طور پر اس کے معاصرین کے سامنے نقد و تبصرہ کے لئے پیش کرتے ہوئے فرمایا۔

﴿ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ (7)

''بے شک آپ نے ان کے درمیان ایک عمر گزاری ہے، کیا یہ عقل نہیں رکھتے ؟''

تاریخ ابن کثیر (البدالیہ والنہایہ) کے مصنف جو مفسر قرآن بھی ہیں۔

ابن کثیر میں فرماتے ہیں۔

''سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے نبوت سے قبل چالیس سال ان لوگوں میں گزارے جو ہر قسم کی برائی میں پوری طرح غرق تھے لیکن آپ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے اِن لوگوں میں زندگی مبارک اس طرح گزاری کہ اتنی مدت میں آپ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی زندگی کا ایک لمحہ بھی ایسا نہ تھا۔ جس پر کوئی انگلی اٹھا سکے آپ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ

علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کے ایک ایک وصف کے لوگ شیدائی تھے۔اور جس پر اہل مکہ رشک کرتے تھے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کی تمام مقبولیت اور محبوبیت، بلند اخلاقی، اور خوش معاملی اتنی بڑھی ہوتی تھی کہ ہر دل میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کے لئے جگہ تھی۔ عام زبانیں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کو محمد صادق وامین کے نام سے پکارتی تھیں۔اور کون وہ شخص تھا جو آپ کی بزرگی، صداقت، امانت، نیکی اور بھلائی کا قائل نہ ہوگا''۔(8)

حضرت خدیجہؓ نے صرف سرکار دوعالم کے اخلاق کریمانہ سے متاثر ہوکر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کو نکاح کا پیغام بھیجا۔آغاز وحی میں جب سرکار دوعالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم گھبراہٹ کی حالت میں گھر تشریف لاتے ہیں۔تو حضرت خدیجہؓ آپ کو ان الفاظ میں تسلی دیتی ہیں۔

''ہرگز نہیں! خدا کی قسم، خدا حضرت محمد رسول اللّہ خاتم النبین صلی اللّہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کو کبھی غمگین نہیں کرے گا۔حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم صلہ رحمی کرتے ہیں۔مقروضوں کا بوجھل اٹھاتے ہیں، ہمیشہ سچ بولتے ہیں، غریبوں کی اعانت کرتے ہیں۔مہمان نوازی کرتے ہیں۔حق کی حمایت کرتے ہیں اور مشکل میں لوگوں کے کام آتے ہیں''۔(9)

سرکار دوعالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم ابھی مکہ ہی میں فرائض نبوی انجام دے رہے تھے کہ حضرت ابوذرؓ غفاری نے اپنے بھائی کو سرکار دوعالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کے حالات اور تعلیمات کی تحقیق کے لئے مکہ بھیجا۔انہوں نے واپس جاکر اپنے بھائی کو جن الفاظ میں اطلاع دی وہ یہ تھے۔

رَاَیْتُہٗ یَاْمُرُ بِمَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ (10)

''میں نے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کو دیکھا ہے کہ آپ حسن اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں''۔

حبشہ کی ہجرت کے زمانے میں نجاشی نے جب مسلمانوں کو بلوا کر اسلام کی نسبت معلومات حاصل کرنا چاہیں تو اس وقت حضرت جعفرؓ طیار نے جو تقریر کی تھی وہ سرکار دوعالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کے اخلاق کریمانہ کی آئینہ دار ہے۔آپ نے بادشاہ کو مخالب کرکے فرمایا!

''اے بادشاہ ہم لوگ جاہلیت میں مبتلا تھے۔ بُت پرست، مردار خور تھے، بدکاری اور قطع رحمی ہمارا شیوہ تھا۔ ہمسایوں سے ہم زیادتی کرتے تھے۔ہم میں سے طاقتور کمزور کا حق دبالیتا۔ یہاں تک کہ اللہ نے ہمارے درمیان ایک رسول مبعوث فرمایا۔جس کے نسب، صدق، امانت اور پرہیز گاری کو ہم خوب پہچانتے ہیں۔اس نے ہمیں ایک خدا کی طرف بلایا، صرف اس کی عبادت کرنے اور پتھروں، بتوں وغیرہ کو چھوڑنے کے لئے کہا۔اوراس نے ہمیں حکم دیا کہ سچ بولیں۔امانت ادا کریں۔صلہ رحمی کریں۔ہمسایوں سے اچھا سلوک کریں۔حرام کاموں اور خون ریزی سے بچیں۔اس نے ہمیں بے حیائی کے کاموں، جھوٹ بولنے، یتیم کا مال کھانے اور عورت پر جھوٹے الزامات لگانے سے روکا۔ہم اس پر ایمان لائے۔اس کی پیروی کی اوراس کی باتوں کو مانا۔اس پر ہماری قوم نے ہم پر ظلم کرنا شروع کر دیا۔اس نے ہمیں یہ سچا دین چھوڑ کر بت پرستی کی طرف واپس لوٹنے پر مجبور کیا۔جب ان کا ظلم انتہا کو پہنچ گیا تو پھر ہم آپ کے ملک کی طرف نکل آئے۔ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ کے ہاں ہم پر ظلم نہ ہوگا،،۔(11)

سید سلیمان ندوی ''خطبات مدراس''میں یوں رقمطراز ہیں۔

''تاریخ گواہ ہے کہ سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے دعویٰ نبوت پر تمام قریش نے ناراضگی کا اظہار کیا اور سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو ہر قسم کی تکالیف پہنچائیں، لیکن سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے اخلاق اور اعمال کے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نہ نکال سکے''۔(12)

اس طرح قیصر روم کے دربار میں حضرت ابوسفیانؓ (جو ایمان لانے سے قبل سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے سخت ترین دشمنوں میں سے تھے)۔حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے اخلاق کریمانہ اور سیرت طیبہ کے متعلق بادشاہ کے استفسار کے جواب میں کہتے ہیں۔

''محمد رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے نہ کبھی جھوٹ بولا ہے اور نہ کبھی وعدہ خلافی کی ہے اور وہ لوگوں کو پاک دامنی اختیار کرنے، سچ بولنے اور قرابت داروں کا حق ادا کرنے کا حکم دیتے تھے''(13)

قرآن مجید نے سرکار دو عالم کے اخلاق کریمانہ اور سیرت طیبہ کا یوں ذکر فرمایا ہے۔

﴿يُزَكِّيهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتَابَ وَالۡحِكۡمَةَ﴾.(14)

''سرکاردوعالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کا کام ہی نفوس انسانی کو برائیوں اور نجاستوں کی آلودگیوں سے پاک کرنا ہے''۔

سرکاردوعالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کے فرائض میں ایک نفوس انسانی کا تزکیہ ہے۔اذہان وقلوب کی تمام بیماریوں، نیتوں، ارادوں کے تمام فسادات کا علاج تزکیہ نفس ہے۔حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے ایک انتہائی گمراہ، جاہل، اور حیوانی صفات واوصاف کی حامل قوم کو تزکیہ نفس کے ذریعے دنیا کی ایک انتہائی بااخلاق، مہذب، متمدن، اور صاحب سیرت قوم بنادیا۔

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں

''اخلاق کے دوسرے معلمین کی درسگاہوں میں صرف ایک ہی فن کے طالب علم پائے جاتے ہیں۔حضرت موسی علیہ السلام کی تربیت گاہ میں فوجی تعلیم کے علاوہ اور کوئی فن نمایاں نہیں، حضرت عیسی علیہ السلام کے مکتب میں عفوودرگزر کے سوا اور کوئی سبق نہیں بدھ کے دربار میں دربدرفقیروں، بھیک مانگنے والےفقیروں کے سوا کچھ نہیں، لیکن حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی درسگاہ میں اعظم اخلاق تعلیمات کی ایک عمومی جامعہ ہے جس میں علم وفن کا ہر ایک شعبہ موجود اور ہر مذاق اور ہر جنس کے طالب علم آتے ہیں اور اپنے اپنے مذاق اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق علم کسب کمال کرتے ہیں اور سرکاردوعالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی حیثیت ایک انسان، ایک باپ، ایک شوہر، ایک دوست، ایک کاروباری تاجر، ایک افسر، ایک حاکم، ایک قاضی، ایک سپہ سالار، ایک بادشاہ، ایک استاد، ایک واعظ، ایک مرشد، ایک زاہد وعابد اور آخر ایک پیغمبر کی نظر آتی ہے۔گویا سرکاردوعالم حضرت محمد رسول اللّٰہ خاتم النبین صلی اللّٰہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی اخلاقی تعلیمات ہرانسان کے لئے نمونہ ہے''(15)

2۔ سرکار دوعالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے اخلاق کریمانہ قرآن وحدیث کی روشنی میں

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں۔

''مسئلہ اخلاق کی نسبت ایک بڑی غلطی یہ کی گئی ہے کہ صلہ رحم ورفت، اور تواضع وانکساری کو پیغمبرانہ اخلاق کے مظہر قرار دیا گیا، حالانکہ اخلاق وہ چیز ہے، جو زندگی کی ہر شئے میں اور واقعات کے ہر پہلو میں نمایاں ہوتی ہے، دوست ودشمن، عزیز وبیگانہ صغیر وکبیر، مفلس وتونگر، صلح وجنگ، خلوت وجلوت، غرض ہر جگہ اور ہر ایک تک دائرہ اخلاق کی وسعت ہے اور سرکار دوعالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے عنوان اخلاق پر اسی حیثیت سے روشنی ڈالنی چاہئے''(16)

2.1 حسن خلق:

سرکار دوعالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نہایت نرم مزاج، خوش اخلاق، اور نیک سیرت تھے، آپ کا چہرہ ہنستا تھا۔ وقار ومتانت سے گفتگو فرماتے تھے۔ کسی کی خاطر شکنی نہیں کرتے تھے۔ حضور اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم گھر پر تشریف فرما تھے۔ باہر سے ایک شخص نے حاضر ہونے کی اجازت چاہی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا (بئس ابن العشیر ہ) یعنی یہ اپنی برادری میں بد اخلاق ہے۔

اس کے بعد حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے اس کو اندر آنے کی اجازت دے دی، جب وہ حاضر ہوا تو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے اس سے نہایت نرم انداز سے حلاوت آمیز گفتگو فرمائی۔ اس شخص کے جانے پر حضرت عائشہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ جب حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے اس کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ تو پھر اس کے ساتھ نرمی اور پیار کے ساتھ کلام فرمایا۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے ام المومنین سے فرمایا۔

اِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَاللّٰہِ مَنْزِلَۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَنْ تَرَکَہُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّہٖ(17)

''خدا کے نزدیک سب سے برُ اوہ شخص ہے جس کی بدزبانی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا جلنا چھوڑ دیں،،

اللہ تعالی نے نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی اس خوش خلقی کو اس طرح بیان فرمایا۔

﴿ فَبِمَارَحْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَھُمْ وَلَوْکُنْتَ فَظًّاغَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْامِنْ حَوْلِکَ ﴾ (18)

''ترجمہ:۔جس پر اللہ تعالی کی رحمت ہے کہ آپ ان کے لئے نرم خو ہیں اور اگر آپ ان کے لئے سخت ہوتے تو یہ لوگ آپ کے اردگرد سے الگ ہو جاتے''

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی دس سالہ مدنی زندگی میں ایک لاکھ سے زائد لوگو ں کا مسلمان ہو کر مبلغ اسلام بن جانا ایک بہت بڑا تاریخی واقعہ ہے۔اوراس کی ایک بڑی وجہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی نرم خوئی اور متحمل مزاجی ہے جس سے متاثر ہو کر ایک درشت رو اور اکھڑ مزاج قوم اتنے قلیل عرصے میں اس قدر بڑی تعداد میں دائرہ اسلام میں داخل ہوگی۔(19)

2.2 صداقت اور راست گفتاری:

سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی راست گفتاری اور صداقت کا یہ عالم تھا کہ جب کوہ صفا پر چڑھ کر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے اعلان نبوت فرمایا تو لوگوں سے پوچھا تم میرے متعلق کیا جانتے ہو۔تو سب لوگوں نے کہا حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم ایک سچے، دیانت دار، صادق اور امین ہیں ابوجہل کہا کرتا تھا، حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم میں تم کو جھوٹا نہیں کہتا البتہ جو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کہتے ہیں میں اس کو سچ نہیں سمجھتا(20)اس طرح قیصر روم کے دربار میں ابوسفیان نے سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی صداقت اور راست گفتاری کا اقرار کرتے ہوئے کہا کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے کبھی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا۔(21)

2.3 عدل وانصاف:

سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم ایک بے مثال عادل اور منصف تھے۔

حجر اسود کے نصب کرنے کے وقت جب تلواریں انسانی خون سے پیاس بجھانے کے لئے بے تاب ہوگیئں تو سرکاردو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے عدل وانصاف ہی نے انسانی جانوں کو ضائع ہونے سے بچایا تھا۔سرکاردو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی خدمت میں خاندان مخزوم کی عورت کو چوری کے الزام میں لایا گیا۔آپ نے سزا مقرر فرمائی ،قریش نے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی خدمت میں حضرت اسامہ بن زیدؓ کو سفارش کی غرض سے بھیجا تو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا،تم سے پہلی امتیں صرف اس لئے تباہ ہوئیں کہ وہ اپنے بڑوں کو چھوڑ دیتے تھےاور کمتر درجہ کے لوگوں پر حد جاری کرتے تھے۔اس کی جگہ اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں ضرور اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا۔(22)

سرکاردو عالم کے اسی عدل وانصاف کا اثر تھا کہ مسلمان تو ایک طرف یہود بھی جو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے شدید ترین دشمن تھے اپنے مقدمات اسی بارگاہ عدالت میں لاتے تھے(23)

2.4 ایفائے عہد:

تاجر کی محاسن اخلاق میں سب سے زیادہ نادر مثال ایفائے عہد اور اتمام وعدہ کی ہوسکتی ہے۔لیکن اعلان نبوت سے پہلے مکہ کا اُمی تاجر اس اخلاقی نظیر کا بہترین نمونہ تھا۔ایفائے عہد سرکاردو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی ایک ایسی خصوصیت تھی کہ دشمن بھی اس کا اعتراف کرتے تھے۔قیصر روم کے دربار میں ابوسفیان سے جو سوالات کئے گئے تھےان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے کبھی بد عہدی بھی کی ہے۔ابوسفیان کو مجبوراً یہ جواب دینا پڑھا کہ نہیں (24)۔

صلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ بھی طے پائی تھی کہ مکہ سے جو مسلمان ہوکر مدینہ جائے گا،اسے اہل مکہ کے حوالے کیا جائے گا۔عین اسی وقت جب معاہدہ کی شرائط زیر تحریر تھی۔ابوجندل اہل مکہ کی قید سے بھاگ کر آئے اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے فریادی ہوئے تمام مسلمان اس دردانگیز منظر کو دیکھ کر تڑپ اٹھےلیکن حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا اے ابوجندلؓ صبر سے کام لو ہم بدعہدی نہیں کر سکتے اللہ تعالی عنقریب تمارے لئے کوئی راستہ نکالے گا۔(25)

2.5 عزم واستقلال:

قرآن مجید میں اولوالعزم من الرسل کہہ کر انبیائے کبار کی مدح فرمائی ہے۔حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم چونکہ خاتم الرسل تھے۔اس لئے خصوصیت کے ساتھ خدا نے یہ وصف حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی ذات میں ودیعت کیا تھا۔ابتدا سے انتہا تک اسلام کا ایک ایک کارنامہ سرکار دوعالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے عزم واستقلال کا مظہراتم ہے۔سرکار دوعالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے جب اعلان نبوت فرمایا تو کفار مشرکین کی طرف سے ایذا رسانیاں انتہا کو پہنچ گئیں۔اس موقع پر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے اپنے عم محترم کو فرمایا۔

''اے چچا اگر کفار میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں تو تب بھی اعلان حق سے باز نہیں آؤں گا''(26)

واقعہ ہجرت،غزوہ احد وحنین میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے جس پامردی کا مظاہرہ کیا وہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے عزم واستقلال اور مستقل مزاجی کا بین ثبوت ہے۔سرکار دوعالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کا کفار کی دنیا کے جاہ ودولت کی ترغیبات کو ٹھکرا دینا بھی آپ کے عزم واستقلال کا حصہ ہے۔جب حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے اعلان توحید کیا تو قریش نے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے ساتھ کیا کیا نہ کیا، جسم مبارک پر صحن حرم کے اندر نجاست ڈالی گئی۔راستہ میں کانٹے بچھا دیے گئے۔حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے خاندان کا مقاطعہ کیا گیا۔آخر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے قتل کی سازش ہوئی۔یہ سب کچھ مگر صبر واستقلال کا دامن حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ہجرت کے وقت غار ثور میں پناہ لیتے ہیں۔ کفار حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کا تعاقب کرتے ہوئے غار کے منہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ ابوبکر گھبرا اٹھتے ہیں کہ یارسول اللہ ہم دوہی ہیں۔لیکن ایک تسکین سے بھری آواز آتی ہے۔ابوبکر ہم دو نہیں ہیں۔

﴿لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾.(27)

تم غم مت کرو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اعتماد کا یہ عالم ہے کہ مدنیہ پہنچ کر جب ہر طرف یہود اور منافقین اور قریش کی غارت گروں کا ڈر تھا۔ لوگ حضرت محمد رسول اللّہ خاتم النبین صلی اللّہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے مسکن کا راتوں کو پہرہ دیتے تھے، کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ﴾(28)

اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

اسی وقت خیمے سے باہر نکل کر پہرے کے سپاہیوں سے فرمایا۔ لوگو! واپس جاؤ مجھے چھوڑ دو میری حفاظت کا ذمہ خود خدا نے لے لیا ہے۔

2.6 جود وسخا:

حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی سخاوت کا جوہر تمام نسل انسانی کی سخاوت سے نمایاں، ممتاز، منفرد اور نرالا ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔

کان رسول اللہ ﷺ اجود الناس بالخیر (29)

''رسول اللہ خیر و بھلائی اور جود وسخا میں تمام انسانیت سے بہتر تھے،،

تاریخ کے آئینے میں حضور کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی سخاوت غیر محدود نظر آتی ہے۔ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے مخالفین اغیار بلکہ دشمنان جان تک کو اپنے جذبہ جود وسخا سے مستفیض فرمایا۔ ایک شخص نے حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے گزارش کی فلاں دو پہاڑوں کے درمیان بکریوں کے جتنے ریوڑ ہیں مجھ کو عنایت کیجئے حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے اس کو وہ سب دے دیئے۔ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی فیاضی سے متاثر ہو کر وہ اپنے قبیلے سے یہ کہنے پر مجبور ہو گیا، بھائیو اسلام قبول کر لو حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم تو اتنا دیتے ہیں کہ اپنے فقر و افلاس کی بھی پرواہ نہیں کرتے (30)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے، اور سب سے زیادہ سخاوت حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم رمضان المبارک میں کیا کرتے تھے۔ تمام عمر کسی کے سوال کے جواب میں نہیں کا لفظ نہیں فرمایا۔ لوگوں کے لئے عام حکم تھا کہ جو مسلمان قرض چھوڑ کر مر جائے اسکی اطلاع مجھے دو کہ میں اس کا قرض ادا کروں۔ اور اگر اس نے ترکہ چھوڑا ہو تو

اس کے حقدار اس کے وارث ہو گے۔(31)

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم فرمایا کرتے تھے۔

انما انا قاسم و الله يعطي.(32)

بے شک میں تو تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے۔

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات کو میں حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ راہ میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا:

ابوذرؓ اگر احد کا یہ پہاڑ میرے لئے سونا ہو جائے تو میں کبھی نیند نہ کروں گا کہ تین راتیں گزر جائیں اور اس میں سے ایک دینار بھی میری پاس رہ جائے البتہ یہ کہ کسی قرض کے ادا کرنے کے لئے کچھ رکھ چھوڑ دوں(33)

سرکار دو عالم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی سخاوت کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو سکتی ہے۔ کہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم مرض الموت میں ہیں بیماری کی سخت تکلیف ہے نہایت ہی بے چینی میں ہیں۔ لیکن اسی وقت یاد آتا ہے کہ کچھ اشرفیاں گھر میں پڑی ہیں، حکم ہوتا ہے کہ انہیں خیرات کر دو کیا حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم اپنے رب سے اس طرح ملے گا کہ اس کے پیچھے اس کے گھر میں اشرفیاں پڑی ہوں۔(34)

2.7 غلاموں سے حسن سلوک:

عرب میں باندی، غلام خاندان کا جز ولاینفک ہوتے تھے۔ ان کی حالت بہت بری تھی۔ اور جن کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے اپنے بے مثال اسوہ حسنہ سے انسانیت کی جبین سے غلامی کے داغ کو مٹانے کی بھرپور کوشش فرمائی۔ سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم غلاموں سے خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ اور محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی خدمت میں جو غلام آتے تھے ان کو ہمیشہ آزاد فرما دیتے تھے۔ لیکن ان پر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ وہ حضور اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے احسان و کرم سے آزاد نہیں ہو سکتے تھے۔ زید بن حارث جو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے غلام تھے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے ان کو آزاد کر کے والدین کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی لیکن وہ آستانہ

رحمت پر باپ کے ظل عاطفت کو ترجیح نہ دے سکے اور جانے سے قطعاً انکار کر دیا(35)

سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم کو غلاموں کا اس قدر خیال تھا کہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم یہ بھی پسند نہیں کرتے تھے کہ لوگ اپنے غلاموں کو میرا غلام کہہ کر پکاریں، پھر غلاموں سے شفقت کا یہ عالم ہے کہ سب سے آخری جو نصیحت فرمائی اس میں یہ بھی ہے غلاموں کے معاملے سے اللہ سے ڈرو۔ سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نسل انسانی کے لئے آزادی کا پیغام بن کر تشریف لائے۔ چنانچہ محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے غلاموں کی آزادی کے لئے قرآنی احکامات کی روشنی میں بہت سے گناہوں اور خطاؤں کی معافی وتلافی کا ذریعہ غلاموں کی آزادی کو قرار دیا۔اس طرح قسم اور ظہار کا کفارہ بھی غلام کی آزادی مقرر کر کے غلاموں کی آزادی کی ترغیب دلوائی۔ سرکار دو عالم محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے ان اقدامات کا یہ اثر ہوا کہ صحابہ کرام نے ہزاروں کی تعداد میں غلاموں کو آزاد فرمایا۔سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم نے غلاموں کو عزت وشرف بھی بخشا، چنانچہ زید بن حارث کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ سے کر دی۔اور اپنی زندگی کے آخری دنوں میں انہی کے بیٹے اسامہ بن زیدؓ کو اس عظیم الشان لشکر کا سردار بنایا جس میں ابوبکر وعمرؓ جیسے صحابہ شامل تھے۔کنیزوں کے ساتھ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم کا برتاؤ اتنا کریمانہ تھا کہ جو خواتین حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم کی کنیزی میں آتیں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرما لیا۔

2.8 عاجزی وانکساری:

سرکار دو عالم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی عاجزی وانکساری کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم کو خیر البریۃ کہہ کر مخاطب کیا۔حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اصحابہ وسلم نے فرمایا وہ ابراہیم علیہ السلام تھے فرمایا مجھ کو انبیاء پر فضیلت نہ دو(36)

فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت کی تواضع اور انکساری کا منظر اور زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے۔شہر مکہ میں داخل ہوتے ہیں تو تواضعاً سر کو اتنا جھکا دیتے ہیں کہ سر مبارک کجاوے سے آ کر لگ جاتا ہے(37)۔

پھر کعبہ کے اندر پہنچ کر بھی آپ نے عاجزی وانکساری ہی کی شان دکھائی۔ اور اس عظیم الشان کامیابی کے موقع پر اپنی عقل و تدبر، عزم و استقلال پر ناز کرنے کے بجائے خدا قادر کے سامنے نہایت عجز و انکساری سے اپنی پیشانی مبارک کو زمین پر رکھ دیتے ہیں۔(38)

2.9 عفو و درگزر:

سیرت طیبہ کے اس پہلو کو جب ہم دیکھتے ہیں تو حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس کی عملی تصویر نظر آتے ہے۔ ہجرت کے دوران سراقہ بن جعشم جو سرکار دو عالم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کے قتل کے خیال سے حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کا تعاقب کرتا ہے۔ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نہ صرف اسے معاف کر دیتے ہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے امان لکھوا دیتے ہیں(40)

دشمنوں سے انتقام لینے کا سب سے بڑا موقع فتح مکہ کا دن تھا۔لیکن جب حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کے سامنے وہ لوگ جنہوں نے حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کو اور حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کے صحابہ کو سخت اذیتیں دی تھیں۔ حرم کے صحن میں جہاں حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کو گالیاں دی گئیں۔ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم پر نجاستیں ڈالی گئی اور حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کے قتل کی تجویز منظور ہوئی قریش کے تمام سردار مفتوحانہ کھڑے تھے۔ ان میں وہ بھی تھے جو اسلام کو مٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کرتے تھے۔ وہ بھی تھے جو حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کو جھٹلایا کرتے تھے۔ وہ بھی تھے جنہوں نے حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم پر تیر پھینکے تھے، اور آپ پر تلواریں چلائی تھیں۔ اور وہ بھی تھے جنہوں نے حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کے عزیزوں اور پیروکاروں کا ناحق خون کیا تھا، آج یہ سب مجرم سرنگوں تھے۔ سوال ہوتا ہے اے قریش بتاؤ تمارے ساتھ کیا سلوک کریں، جواب ملتا ہے حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم تو ہمارا شریف بھائی اور بھتیجا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے، آج میں وہ ہی کہتا ہوں جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔

لاتثریب علیکم الیوم و انتم الطلقاء(40)

سرکاردوعالم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی اور پھر ہندہ جس نے حضرت حمزہؓ کلیجہ چبایا تھا کو بھی معاف فرمادیا عفو عام کی اس معجزانہ مثال کو دیکھ کر وہ پکار اٹھتی ہے۔اے محمد حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم آج سے پہلے آپ کے خیمے سے زیادہ کسی خیمے سے مجھے نفرت نہ تھی لیکن آج تمہارے خیمے سے زیادہ کسی کا خیمہ مجھے محبوب نہیں(41)

انتقام کی رسم جاہلیت قدیم کا مایہ ناز شعار قومی تھا۔سرکاردوعالم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے اس کو مٹانے کے لئے سب سے پہلے اپنے خاندان سے آغاز فرما کر ابن ربعیہ بن الحارث کا خون معاف فرمایا۔سرکاردوعالم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کے عفو درگزر کا یہ عالم تھا کہ ابوسفیان فتح مکہ کے موقع پر جب حضرت عباسؓ کے ساتھ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کے سامنے آیا۔رحمت عالم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کا عفو عام ابوسفیان سے کہتا ہے ڈر کا مقام نہیں حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم انتقام کے جذبے سے بالاتر ہیں۔پھر حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم اس کو نہ صرف معاف فرمادیتے ہیں بلکہ یوں فرماتے ہیں۔من دخل دار ابی سفیان کان امنا(42)

2.10 صلہ رحمی:

سرکاردوعالم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم صلہ رحمی کا بہت خیال رکھا کرتے تھے۔اسی صلہ رحمی کا خیال تھا کہ سرکاردوعالم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم اپنی دعوت کا آغاز اپنے رشتہ داروں سے کیا کرتے اوران کی طرف سے ایذارسانی کے باوجود آپ نے ان کے لئے دعافرمائی۔

2.11 خدمت خلق:

نبی کریم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے خدمت خلق میں بے نظیر نمونہ چھوڑا ہے بعد از نبوت کی زندگی تو پوری بے کسوں اور بیواؤں کی امداد اور مجبور افراد معاشرہ کی دادرسی حضرت نبی کریم

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کا شیوہ تھا۔اس سلسلے میں سرکار دو عالم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے امیر غریب کا فرق مٹایا۔غلاموں کے ساتھ حسن سلوک فرمایا۔ یتیموں اور بیواؤں کی بہبود کے لئے اصول متعین کئے ان کی جائیداداوران کے اموال کے تحفظ کا انتظام کیا حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے اس طرز عمل سے پورا معاشرہ دارالشفقت بن گیا۔خدمت خلق،عوام دوستی،اور فلاح انسانیت کی ایک زندہ مثال سرکار دو عالم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی حلف الفضول میں شریک ہونا ہے جس میں یہ طے پایا تھا کہ مظلوموں کی مدد کی جائے گی۔اور ظالموں کوظلم سے روکا جانے لگا۔(43)

2.12 رحمت وشفقت:

محسن انسانیت حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم تمام جہانوں کے لئے رحمت بن کر آئے۔اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

﴿وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾(44)

اور آپ کوتمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

سرکار دو عالم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے اسوہ پاک اور حیات طیبہ میں شفقت ومہربانی کا جذبہ حددرجہ اتم معراج کمال تک پہنچا ہوا تھا۔

اللہ تعالی نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی صفت رحمت و شفقت کے متعلق فرماتے ہیں۔

﴿لَقَدْ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِیْمٌ﴾(45)

ترجمہ:۔بے شک تمہارے پاس رسول آئے جو تم میں سے ہیں۔تمہارا مشقت میں پڑنا ان کے لئے سخت اذیت کے باعث ہوتا ہے جوکہ تمہارے لئے مہربان ہیں اور مومن کے لئے رؤف ورحیم ہیں۔

اس آیت پاک میں اللہ تعالی نے حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم

کے ان ترحمانہ جذبات کا ذکر فرمایا جو تمام بنی نوع انسان کے ساتھ تھے۔ چنانچہ فرمایا: اے لوگوں تمہارا تکلیف اور مصیبت میں پڑنا اور مصیبت اٹھانا اور قبول حق سے انکار کرنا اور جہالت و گناہ گاری پر ڈٹے رہنا حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم پر شاق گزرتا ہے اور تمہاری بھلائی اور خیر خواہی کا وہ حریص ہے۔ بنی نوع انسان کے ساتھ یہی خیر خوائی تمہاری دعوت وتبلیغ اور نصیحت پر اس کو آمادہ کرتی ہے اور جو لوگ اس کی دعوت کو سن لیتے ہیں وہ ان کے ساتھ شفقت اور مہربانی سے پیش آتا ہے''۔

سرکار دو عالم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم انسانوں پر رحمت و شفقت کا اس قدر خیال رکھا کرتے تھے کہ ایک صحابی نے حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے غزوہ احد کے دوران کفار کے لئے بد دعا کرنے کی درخواست کی تو فرمایا:

میں دنیا میں لعنت کے لئے نہیں آیا ہوں، بلکہ میں تو رحمت بن کر آیا ہوں۔

بیواؤں یتیموں، اور ضعیفوں پر حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی شفقت و رحمت کا یہ حال تھا کہ ان کو سہارا دیتے، ان کی خبر گیری فرماتے اور ان کا بوجھ اٹھا کر ان کے گھروں تک پہنچاتے۔ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی شفقت و مہربانی سے دشمن بھی محروم نہ تھے۔ غزوہ بدر کے بعد سرکار دو عالم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے قیدیوں کے کراہنے کی آواز سن کر رات بھر سو نہ سکے۔ اس طرح میدان جنگ میں عورتوں۔ بچوں، بیماروں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی شفقت صرف انسانوں تک ہی خاص نہ تھی بلکہ حیوانات پر بھی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم رحم فرماتے تھے۔

2.13 مساوات اور احترام آدمیت:

محسن انسانیت کے ظہور سے پہلے غلام جانوروں کی طرح بکتے تھے۔ لیکن حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے حبشی غلام سیدنا بلال ؓ کو کعبے کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دینے کا عظیم اعزاز بخش کر، رنگ ونسب کے بتوں کو پاش پاش کر دیا۔ اور عملاً اعلان فرما دیا کہ انسان کی تکریم اور تعظیم کا معیار رنگ ونسب یا مال و دولت نہیں بلکہ تقویٰ اور ایمان ہے۔

سرکاردوعالم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے لوگوں کو مساوات کی تعلیم دی۔عرب میں سب سے زیادہ ذلیل غلام سمجھے جاتے تھے، حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے مساوات، اخوت انسانی، اور جس انسان کی برابری کی یہ مثال پیش کی کہ ایک غلام کو اپنا متبنیٰ بنایا اور پھر اپنی پھوپھی زاد بہن کو جو قریش کے شریف خاندان سے تھیں اپنے غلام سے بیاہا۔

وہ غلام جن کے متعلق عرب میں قبائل کی باہمی شرافت کی زیادتی و کمی کا اس درجہ لحاظ تھا کہ لڑائی میں بھی اپنے سے کم رتبہ والے پر تلوار چلانا عار سمجھتے تھے کہ ذلیل خون اس کی تلوار کی شرافت کو ناپاک نہ کردے۔لیکن سرکاردوعالم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نسل انسانی کی مساوات کا اعلان اس طرح فرماتے ہیں:۔

''اے لوگو! تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے، کسی کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر عجمی کو عربی پر اور عربی کو عجمی پر کوئی فوقیت نہیں،،(46)

اسی طرح حجتہ الودع کے موقع پر بھی سرکاردوعالم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی ناقہ کی مہار پکڑنے اور چہرہ انور پر سایہ کرنے کا شرف بھی دو غلاموں کو حاصل ہوا۔اس طرح سرکاردوعالم حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے بتایا کہ کوئی شخص خاندانی، اور نسلی وقار کی بناء پر ترجیحی سلوک کا مستحق نہیں ہوسکتا اور وہ صرف اپنی صلاحیتوں کی بناء پر قابل قدر ہے۔

2.14 مہمان نوازی:

مہمان نوازی میں کافر و مسلم کا امتیاز نہ تھا۔ایک دفعہ ایک کافر کو سات بکریوں کا دودھ پلایا گیا۔کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مہمان آجائے گھر میں جو کچھ ہوتا سب ان کی نذر ہو جاتا اور تمام اہل وعیال فاقہ کرتے۔اصحاب صفہ زیادہ تر حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کے مہمان ہوتے تھے۔حضرت عائشہؓ سرکاردوعالمؐ کے اخلاق کریمانہ کے متعلق فرماتی ہیں۔حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کسی کو برا بھلا نہ کہتے تھے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے۔ بلکہ معاف کردیتے تھے، گناہوں سے کوسوں دور رہتے تھے، غلام، لونڈی اور عورتوں سے حسن سلوک کرتے تھے۔حضرت علی فرماتے ہیں۔حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم ہنس

مکھ،طبیعت کے نرم اور اخلاق کے نیک تھے۔طبیعت میں فروانی تھی،سخت مزاج نہ تھے۔کوئی براکلم زبان سے نہیں نکالتے تھے۔اور لوگوں کے عیب اور کمزوریوں کو چھپایا کرتے تھے۔کوئی براکلمہ زبان سے نہیں نکالتے تھے لوگوں کے عیب نہیں دکھاتے تھے۔بلکہ دلوں پر مرہم رکھتے تھے۔کہ حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم رؤف الرحیم تھے۔

حضرت ھندؓ فرماتے ہیں حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی طبیعت میں نرمی تھی،سخت مزاج نہ تھے۔کسی کا دل نہیں دکھاتے تھے کسی کی عزت کے خلاف کوئی بات نہیں کرتے تھے۔جیسا کھانا سامنے آجاتا کھالیتے۔اور اس کو کبھی برا بھلا نہ کہتے،حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو اپنی ذاتی معاملے میں کبھی غصہ نہیں آتا تھا۔نہ کسی سے بدلہ اور انتقام لیتے تھے اور نہ کسی کی دل شکنی کرتے تھے(47)

2.15 زہدوقناعت:

غزوات اور فتوحات کی وجہ سے مال واسباب کی کمی نہ تھی،مگر وہ سب غیروں کے لئے تھا اپنے لئے نہ تھا بلکہ وہی فقر وفاقہ تھا۔حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ کہا کرتی تھیں حضور اس دنیا سے تشریف لے گئے مگر دو وقت بھی حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔اور جب حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے وفات پائی تو گھر میں اس دن کے کھانے کے لئے تھوڑے سے جو کے سوا کچھ نہ تھا۔اور چند سیر جو کے بدلے حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی زرہ یہودی کے پاس رہن تھی۔فرمایا کرتے تھے میرا اس دنیا سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا ایک مسافر کا جو سفر کے دوران کہیں سایہ میں آرام کرتا ہے اور پھر آگے بڑھ جاتا ہے غزوہ احزاب کے دوران ایک دفعہ صحابہ نے حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی خدمت میں فاقہ کشی کی شکایت کی اور پیٹ کھول کر دکھایا کہ پیٹ پر ایک ایک پتھر بندھا ہے۔حضرت نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے شکم مبارک کھولا تو ایک کے بجائے دو پتھر بندھے نظر آئے۔

اسلام خود اپنے پیغمبر کو اپنی کتاب کا عملی مجسمہ،نمونہ اور پیکر بنا کر پیش کرتا ہے تمام دنیا میں فخر صرف اسلام کے پیغمبر کو حاصل ہے کہ وہ تعلیم اور اصول کے ساتھ اپنے عمل سے اپنی مثال پیش کرتے ہیں،اسی لئے خود اللہ تعالی نے فرمایا

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾(48)

ترجمہ: بے شک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

3۔ خودآزمائی

1۔ اخلاق سے کیا مراد ہے؟ بیان کیجئے۔

2۔ قرآن مجید میں اخلاق کی کیا تعلیمات دی گئی ہیں؟ نشاندہی کریں

3۔ رسول اکرم ﷺ کے اخلاق کریمانہ پر جامع نوٹ لکھیں

4۔ لازمی کتب برائے مطالعہ

1۔ علامہ سید سلیمان ندوی۔ سیرت النبی، جلد ششم

2۔ قاضی سلیمان سلمان منصور پوری، رحمۃ للعلمین، جلد سوم

3۔ مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری، الرحیق المختوم

5۔ ماخذ و مصادر

1۔ عبدالمحدث دہلوی،مدارج النبوۃ ج ا ص ۳۰

2۔ امام فخر الدین رازی،مفاتیح الغیب ، جلد ۸ ص ۱۸۵

3۔ امام غزالی،احیاء العلوم الدین

4۔ القلم ۶۸:۴

5۔ مالک بن انس،المئوطاء

6۔ مسلم۔الجامع الصحیح. کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا.باب جامع صلاۃ اللیل حدیث نمبر ۱۲۳۳

7۔ یونس ۱۰:۱۶

8۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم،تفسیر سورہ فرقان۔

9۔ البخاری،الجامع الصحیح، کتاب بد الوحی باب بد الوحی۔حدیث نمبر ۳

10۔ البخاری ، الجامع الصحیح، کتاب المناقب باب اسلام ابی ذر الغفاری۔حدیث نمبر ۳۵۷۲

11۔ امام احمد بن حنبل،المسند ،مسند اھل البیت،حدیث جعفر بن ابی طالب،حدیث نمبر ۱۶۴۹

12۔ سید سلیمان ندوی،خطبات مدراس

13۔ البخاری،الجامع الصحیح، کتاب الشھادات باب من امر بانجاز الوعد . حدیث نمبر ۲۴۸۴

14۔ آل عمران ۳:۱۶۴

15۔ سید سلیمان ندوی،سیرت النبی جلد ۶

16۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاداب باب لم یکن النبی فاحشا و لامتفحشا۔حدیث نمبر ۵۵۷۲

17۔ آل عمران ۳: ۱۵۸

18۔ سید سلیمان ندوی،سیرت النبی جلد ۲

19۔ البخاری،الجامع الصحیح، کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام . حدیث نمبر ۳۳۶۰

20۔ البخاری،الجامع الصحیح، کتاب الشھادات باب من امر بانجاز الوعد . حدیث نمبر ۲۴۸۴

21۔ البخاری،الجامع الصحیح، کتاب المناقب باب ذکر اسامۃ نب زید . حدیث نمبر ۳۴۵۳

22۔ مسلم،الجامع الصحیح،کتاب الحدود،حدیث نمبر ۳۲۱۲

23۔ البخاری،الجامع الصحیح، کتاب الشھادات باب من امر بانجاز الوعد . حدیث نمبر ۲۴۸۴

24۔ ابن ہشام،السیرۃ النبویہ،جلد ا ص

25۔ ابن ہشام،السیر ۃالنبو یہ،جلداص

26۔ التوبۃ ۹:۴۰

27۔ المائدۃ ۵:٦٧

28۔ البخاری،الجامع الصحیح، کتاب بدالوحی باب بد الوحی . حدیث نمبر ۵

29۔ مسلم،الجامع الصحیح ، کتاب الفضائل، باب حدیث نمبر ۴۲۷۵

30. البخاری،الجامع الصحیح، کتاب بدالوحی باب بد الوحی . حدیث نمبر ۵

31۔ البخاری،الجامع الصحیح، کتاب العلم باب . حدیث نمبر ٦٩

32۔ البخاری،الجامع الصحیح، کتابالرقاق باب قول النبی ما احب ان لی مثل احد ذھبا. حدیث نمبر ۵۹٦۳

33۔ سیدسلیمان ندوی،سیرت النبیؐ

34۔ ابن ہشام،السیر ۃالنبو یہ،جلداص

35۔ مسلم،الجامع الصحیح ، کتاب الفضائل، باب فضائل ابراھیم حدیث نمبر ۴۳٦٧

36. ڈاکٹرحمیداللہ،عہدنبوی کےمیدان جنگ ص ۵۰

37۔ سیدسلیمان ندوی،سیرت النبی جلد

38۔ مسلم،الجامع الصحیح ، کتاب الاشربہ ، باب جواز شرب اللبن حدیث نمبر ۳۷۵۰

39. بیھقی ، السنن الکبری. جلد ۹، ص ۱۱۸

40. بن ھشام ، السیرۃ النبویہ

41. امام احمد بن حنبل، المسند ، حدیث نمبر ۱۰۵۲٦

42. ابن سعد، الطبقات الکبری.

43. الانبیاء: ۱۰۷

44. التو بۃ

45. امام احمد بن حنبل، المسند ، حدیث نمبر ۲۲۳۹۱

46. امام ترمذی ، شمائل ترمذی، حضور کےاخلاق وشمائل کی تفصیلات کے لیےملاحظہ ہو۔

47. الا حزاب

یونٹ نمبر 5

حضرت ابوبکر صدیقؓ، سیرت، خلافت اور کارنامے

تالیف: ڈاکٹر محمد سجاد
نظر ثانی: پروفیسر ڈاکٹر محی الدین ہاشمی

فہرست عنوانات

	یونٹ کا تعارف	164
	یونٹ کے مقاصد	165
1۔	حضرت ابوبکرؓ صدیق کی سیرت اور کارنامے	166
	1.1 حالات زندگی	166
	1.2 خاندان ابوبکرؓ	166
	1.3 دعوتِ اسلام	167
	1.4 ہجرت حبشہ	168
	1.5 ہجرت مدینہ	168
	1.6 غزوات میں شرکت	169
	1.7 امارت حج	169
	1.8 امامت جماعت	169
2۔	خلافت صدیقی	171
	2.1 لشکر اسامہ بن زیدؓ کی روانگی	171
	2.2 ردّہ کی جنگیں	173
	فتنہ ارتداد کے اسباب	173
	(الف) مرتدین کے طبقات	174
	(1) مانعین زکوۃ	174
	(2) جھوٹے نبی	175
3۔	ارتداد کے خلاف صدیقی اقدامات	176
	3.1 طلیحہ اسدی کے خلاف مہم	177

	3.2	مالک بن نویرہ کے خلاف مہم	178
	3.3	مسیلمہ کذاب کے خلاف مہم	179
	3.4	اسود عنسی کے خلاف مہم	180
	3.5	فتنہ بحرین اوران کا انسداد	182
	3.6	فتنہ ارتداد کا خاتمہ	183
4۔		عہد صدیقی کی فتوحات	183
	4.1	مہمات عراق	183
	4.2	مہمات شام	187
5۔		خود آزمائی	192
6۔		لازمی کتب برائے مطالعہ	192
7۔		ماخذ و مصادر	193

یونٹ کا تعارف

اللہ تعالی نے رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا۔ آپ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم پر اپنی کتاب قرآن حکیم نازل کی۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے اللہ تعالی کا پیغام لوگوں تک پہنچایا، اس پیغام خداوندی کے اولین مخاطبین وہ خوش بخت اصحاب تھے جنھوں نے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی دعوت پر لبیک کہا اور ایمان لائے، یہ پاکیزہ، صالح اور مخلص جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کہلائے۔ اللہ تعالی نے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے اصحاب کے فضائل ومناقب میں فرمایا ہے۔

﴿مَحَمَّدُ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں اور آپس میں بڑے مہربان ہیں۔

اس مبارک جماعت نے اللہ کے نبی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی دعوت کو قبول کیا، اللہ کے کلمہ کو بلند کیا، اللہ تعالی کی رضا کے لیے اپنا گھر بار قربان کیا، اور اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے، اللہ اور رسول حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی اطاعت واتباع کی، اللہ تعالی نے انہی اصحاب مہاجرین وانصار اور اصحاب رسول حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی تعریف میں فرمایا ہے، رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ، یعنی اللہ تعالی ان سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالی سے راضی ہیں۔

اسی سعادت منداور مبارک جماعت میں سے سب سے افضل بعد الانبیاء کی ذات حضرت ابوبکرؓ صدیق کی ہے۔ رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم پر آپؓ سب سے پہلے بلا جھجک اسلام لائے، ہر آن اور ہر دم آپ کے رفیق تھے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے ہر کام میں شریک، آپ کے سب سے بڑے مزاج شناس اور اسلام کے سب سے بڑے عالم تھے۔ انھوں نے اسلام کے لیے اپنا تن، من اور دھن قربان کر دیا، اسی بنا پر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔ بعثت نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے قبل حضرت ابوبکرؓ صدیق کا حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے خصوصی تعلق تھا، اسلام لانے کے بعد مستقل صحبت نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم

النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم میسر آئی، مکہ میں دعوت اسلام میں پیش پیش رہے، غار ثور اور ہجرت مدینہ میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی معیت کا شرف حاصل ہوا۔حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی بیماری میں نماز کی امامت کا شرف بھی حاصل ہوا۔

رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکرؓ صدیق مسلمانوں کے خلیفہ چنے گئے۔حضرت ابوبکرؓ صدیق نے کل دو برس تین ماہ اور گیارہ دن حکومت کی۔آپ نے اس مختصر مدت میں عظیم کارنامے انجام دیئے۔ان میں سب سے اہم اسلامی ریاست اور حکومت کا تحفظ واستحکام ہے۔اسلام میں حضرت ابو بکرؓ صدیق کا مقام ومرتبہ کیا ہے؟ اس کا اندازہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے اس قول سے ہوسکتا ہے کہ

"**لقد قمنا بعد رسول اللہ ﷺ مقامًا کنا نھلک فیه لولا ان اللّٰہ مَنَّ علینا بابی بکرٍ**"

یعنی ہم سب رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی وفات کے بعد ایسے حالات میں گھر گئے تھے کہ اگر اللہ نے ابوبکر کے ذریعہ ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو ہم ہلاک ہوجاتے۔

آپ کے عہد خلافت میں اسلامی ریاست مستحکم ہوئی، ارتداد کا خاتمہ ہوا، مانعین زکوٰۃ کی سرکوبی کی گئی۔جھوٹے مدعیان نبوت کا خاتمہ کیا گیا۔اسلامی فتوحات کی بنیاد رکھی گئی، ریاست کے انتظامی اداروں کی تشکیل کی گئی، اسلامی ادبیات کے ماخذ ومصادر یعنی قرآن حکیم اور سنت نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی تدوین ہوئی، تبلیغ واشاعت اسلام کی کوششیں کیں، بعض غلط عقیدوں کی اصلاح کی، بدعتوں پر روک لگائی۔

اس یونٹ میں خلافت صدیق اکبرؓ کے اہم واقعات اور آپ کی سیرت وکارناموں پر بحث کی گئی ہے۔

یونٹ کے مقاصد

امید ہے اس یونٹ کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہوجائیں گے کہ

1۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ذاتی احوال آثار سے آگاہ ہوسکیں۔

2۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دین اسلام کے لیے خدمات کا جائزہ لے سکیں۔

3۔ المتنبوٗن، مرتدین اور منکرین زکوۃ کے خلاف حضرت ابوبکرؓ صدیق کے اقدامات کا جائزہ لے سکیں۔

1۔ حضرت ابو بکرؓ صدیق کی سیرت اور کارنامے

1.1 حالات زندگی:

آپ کا نام عبداللہ ہے، ابو بکر کنیت ہے۔ صدیق اور عتیق لقب ہے۔ عتیق کا لقب رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے عطا فرمایا تھا۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا ،،انت عتیق اللہ من النار،، اے ابو بکر تم کو اللہ نے دوزخ سے آزاد کر دیا ہے۔ صدیق کا لقب واقع معراج کے موقع پر عطا ہوا۔ حضور اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے حضرت جبرائیل سے کہا کہ اس واقع کی تصدیق کون کرے گا؟ تو انہوں نے کہا ,,الصدیق ابو بکر،، (1) باپ کا نام عثمان بن عامر ہے اور ان کی کنیت ابو قحافہ ہے۔ ماں کا نام سلمیٰؓ بنت صخر ہے اور امّ الخیر کنیت ہے۔ آپ کی والدہ حضرت ام الخیر سلمی قدیم الاسلام خاتون ہیں۔ انہوں نے چھ نبوت میں اسلام قبول کیا۔ اس وقت رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم دار ارقم میں تشریف فرما تھے۔ (2) آپ کے والد ابو قحافہ نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا۔ آپ قریش کی شاخ ''بنی تیم'' سے ہیں اور چھٹی پشت میں، مرہ پر آپ کا سلسلۂ نسب رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے جا ملتا ہے۔ آپ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ رسول کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی ولادت باسعادت سے دو سال بعد مکہ میں ۵۷۳ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ (3)

1.2 خاندان ابو بکرؓ:

حضرت ابو کبر صدیقؓ نے کئی شادیاں کیں۔ اسلام سے پہلے آپ نے بنی عامر بن لوئی کے خاندان میں قتیلہ بنت عبدالعزی سے شادی کی۔ ان سے ایک صاحبزادہ عبداللہ اور ایک صاحبزادی اسماءؓ پیدا ہوئی۔ اسماء کی شادی حضرت زبیر بن العوامؓ سے ہوئی۔ حضرت عبداللہؓ بن زبیر ان ہی کے فرزند تھے۔ اسی زمانہ میں آپ نے دوسری شادی بنی کنانہ کے خاندان میں ام رومان بنت عامر سے کی۔ ان سے ایک صاحبزداہ عبدالرحمٰن اور ایک صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہؓ پیدا ہوئیں۔

اسلام کے بعد آپ نے خاندان خشعم میں اسماء بنت عمیسؓ سے شادی کی۔ یہ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی بیوہ

تھیں۔ان سے ایک صاحبزادہ محمد پیدا ہوئے۔اسی زمانہ میں آپ نے خاندان خزرج میں حبیبہ بنت خارجہ سے شادی کی۔ان سے حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد ایک صاحبزادی ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

اسلام سے پہلے ہی حسن اخلاق، دیانت وامانت اور خاندانی وجاہت میں آپ امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔آپ ایک دولت مند تاجر تھے اور اپنی دولت سے ضرورتمندوں اور محتاجوں کو فائدہ پہنچاتے رہتے تھے۔جاہلیت کے زمانے میں خون بہا کا مال آپ ہی کے پاس جمع ہوتا تھا(۴) آپ ''علم الانساب'' کے بھی بہت بڑے عالم تھے۔ان ذاتی خوبیوں اور حسن اخلاق کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے قریبی احباب میں شامل تھے۔اور بچپن سے ہی آپ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے دوستی تھی۔آپ کے اخلاق کے بارے میں ابن الدغنہ نے قریش کے سرداروں سے جو بات اس وقت کہی تھی۔جب آپ ہجرت حبشہ کے ارادے سے گھر سے نکلے تھے۔اس میں آپ کی انسان دوستی، صلہ رحمی، غریبوں اور ضرورت مندوں کی خدمت کا ذکر تھا۔اس نے کہا تھا۔

اتخرج رجلا یکسب المعدوم و یصل الرحم ومحمل الکل و یقری الضیف ویعین علی نوائب الحق(5)

(کیا تم ایسے شخص کو نکال رہے ہو جو غریبوں کو کپڑے پہناتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، معذوروں کا سہارا ہے، مہمانوں کی خدمت کرتا ہے، اور مصیبت میں لوگوں کی مدد کرتا ہے۔)

جب حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کا سینہ نبوّت کے نور سے معمور کیا گیا تو سب سے پہلے آزاد مردوں میں اس روشنی کو آپ نے ہی قبول کیا۔چنانچہ خود حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

''میں نے جس کسی کو اسلام کی دعوت دی اس کی طرف سے کچھ نہ کچھ جھجک ضرور محسوس ہوئی مگر ابوبکرؓ ذرا نہ جھجکے''(6)

1.3 دعوتِ اسلام:

حضرت ابوبکرؓ صدیق نے مسلمان ہونے کے ساتھ ہی اسلام کی دعوت وتبلیغ کے لیے جدوجہد شروع کردی۔آپؓ نے پیغمبر خدا کی رفاقت کا حق پوری طرح ادا کیا۔حضورؐ جن قبیلوں، جن بستیوں اور جن میلوں میں خدا کا پیغام سنانے تشریف لے جاتے، حضرت ابوبکرؓ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے ہمراہ ہوتے۔خود حضرت ابوبکرؓ اپنے طور پر اس فرض کو ادا کرنے میں بھی کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے۔بہت سے جلیل القدر صحابہ جن میں حضرت عثمانؓ بن عفّان،

حضرت زبیرؓ بن عوام، حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت سعد بن وقاصؓ شامل ہیں، آپ ہی کے تعلق اور اثر سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔(7) جب کفار مکہ کے غلاموں نے اسلام قبول کرنا شروع کیا اور کافروں نے انہیں اس جرم میں دردناک تکلیفیں پہنچائیں تو حضرت ابوبکرؓ ہی تھے جنہوں نے اپنے روپے سے انہیں خرید خرید کر کافروں کے پنجۂ ظلم سے نجات دلائی۔ ایسے اصحاب میں حضرت بلال بن رباحؓ، حضرت عامرؓ بن فہیرہ، حضرت ابوفکیہہؓ اور خواتین میں حضرت لبینہؓ زنیرہ، نہدیہ، ام عبیس شامل ہیں۔(8)

1.4 ہجرتِ حبشہ:

کفّار مکہ نے جب مسلمانوں پر ظلم ڈھانے شروع کیے اور مجبور ہو کر انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے بھی رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے اجازت چاہی اور حبشہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپ مقام ''برک الغماد'' میں پہنچے تو قارہ کے سردار ''ابن الدغنہ'' سے ملاقات ہوئی۔ ابن الدغنہ نے پوچھا۔ ابوبکر! کہاں کا ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ مکہ والوں نے جلاوطن کر دیا ہے۔ کسی دوسرے ملک جا رہا ہوں جہاں آزادی کے ساتھ اپنے خدا کی عبادت کرسکوں۔'' ابن الدغنہ نے کہا۔ ''ابوبکر! تم جیسا آدمی جلاوطن نہیں کیا جا سکتا۔ تم مفلسوں کی امداد کرتے ہو، مصیبت زدوں کے کام آتے ہو، مسافروں کے مہمانداری کرتے ہو۔ میں تمہیں اپنی ذمہ داری پر واپس لے چلوں گا۔ حضرت ابوبکرؓ واپس چلے آئے اور ابن الدغنہ نے اعلان کر دیا کہ ابوبکرؓ میری پناہ میں ہیں انہیں کوئی نہ ستائے۔

کافروں نے کہا ہم ابوبکرؓ سے کچھ نہ کہیں گے مگر ان سے کہہ دو کہ وہ خاموشی کے ساتھ عبادت کرلیا کریں۔

کچھ دن تو حضرت ابوبکرؓ نے اس شرط پر عمل کیا مگر پھر ان کی آزاد طبیعت اعلانِ حق پر اس پابندی کو گوارا نہ کرسکی۔ چنانچہ انہوں نے کھلم کھلا تبلیغی فرائض ادا کرنے شروع کر دیئے۔ جب ابن الدغنہ نے شکایت کی تو صاف کہہ دیا کہ ''مجھے تمہاری پناہ کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے لیے اللہ کی پناہ کافی ہے۔(9)

1.5 ہجرت مدینہ:

جب مکہ کے کافروں نے اسلام کی روشنی کو قبول کرنے سے انکار ہی نہیں کیا بلکہ اس روشنی کو بجھانے کا بھی پکا ارادہ کرلیا تو رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے حکم خداوندی کے مطابق مدینہ منورہ کا عزم فرمایا۔ ایک دن حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے اپنے رفیق وغمگسار سے اپنے اس ارادہ کا اظہار فرمایا تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! کیا مجھے بھی ساتھ چلنے کی اجازت ہے؟ حضورؐ نے فرمایا ''ہاں تیار ہو جاؤ''۔

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! میں نے تو اس دن کی تمنا میں پہلے ہی سے دو اونٹنیاں تیار کر رکھی ہیں''۔

اس تاریخی سفر کا تمام انتظام حضرت ابوبکرؓ کے گھر سے ہوا۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ نے سامان سفر درست کیا۔ حضرت اسماءؓ نے اپنا کمر بند کھول کر دو ٹکڑے کئے اور ایک ٹکڑے سے توشہ دان باندھا اور ''ذوالنطاقین'' کا خطاب حاصل کیا۔ عبداللہ بن ابی بکرؓ مکہ کے حالات کی اطلاع پہنچانے پر مقرر ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ کے غلام عامر بن فہیرہ کے سپرد یہ خدمت ہوئی کہ وہ بکریاں لے کر غار ثور چلے آیا کریں اور تازہ دودھ پلایا کریں۔(10)

رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہٖ وسلّم نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لٹا کر اور حضرت ابوبکرؓ کو اپنے ساتھ لے کر مکہ سے اندھیری رات میں چپکے سے باہر نکلے اور غارِ ثور پر جا کر پہلی منزل کی۔ جب کافروں کو معلوم ہوا کہ ان کی سازش ناکام رہی ہے تو انہوں نے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہٖ وسلّم کی تلاش میں چاروں طرف آدمی دوڑائے۔ کچھ لوگ تلاش کرتے کرتے عین غار کے منہ پر پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ گھبرانے لگے اور عرض کیا یارسولؐ اللہ اگر کافر نیچے کی طرف نظر ڈالیں گے ہمیں دیکھ لیں گے۔ حضورؐ نے بڑے اطمینان کے ساتھ فرمایا۔ اے ابوبکر! غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ قرآن مجید نے اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:۔

﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾(11) التوبة :40

''اگر تم رسول اللہ کی مدد نہ کرو گے (تو نہ سہی) اللہ نے تو اس کی اس وقت مدد کی ہے جب اسے کافروں نے اس کے رفیق کے ساتھ نکال دیا تھا۔ وہ (رسول) ان دو (رسول اکرم اور ابوبکر صدیق) میں دوسرے تھے جب وہ دونوں غار میں تھے اور وہ (رسول) اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے۔''

اس طرح رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہٖ وسلّم اپنے یارِ غار کے ساتھ دن کو چھپتے ہوئے اور رات کو سفر کرتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے۔ اور تاریخ اسلام میں فتح صداقت اور غلبۂ حق کے باب کا آغاز ہوا۔

1.6 غزوات میں شرکت:

ہجرت کے بعد جب کفار سے لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہوا تو حضرت ابوبکرؓ تمام لڑائیوں میں شامل ہوئے اور اپنی بہادری اور جان نثاری کا پورا پورا ثبوت دیا۔ بعض اتفاقی اسباب سے غزوۂ احد اور غزوۂ حنین میں مسلمانوں کو کچھ نقصان پہنچا اور اسلامی لشکر کے بعض سپاہیوں سے انسانی کمزوریاں ظاہر ہوئیں لیکن لشکر اسلام کا یہ بہادر جرنیل اپنی جگہ پہاڑ کی طرح جما رہا اور رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہٖ وسلّم کی رفاقت کا پورا پورا حق ادا کیا۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر گھر میں جو کچھ موجود تھا لا کر اپنے آقا کے قدموں میں ڈال دیا اور جب حضورؐ نے پوچھا اے ابوبکرؓ تم نے کچھ بال بچوں کے لیے بھی چھوڑا تو نہایت بے پرواہی کے ساتھ جواب دیا کہ

''ان کے لیے اللہ اور رسول حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کافی ہیں'' (12)۔

1.7 امارت حج:

فتح مکہ کے بعد اگلے سال رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے حضرت ابو بکرؓ کو اپنا قائم مقام اور امیر الحج بنا کر روانہ فرمایا۔ حضرت ابوبکرؓ نے امیر الحج کی حیثیت سے مسلمانوں کی قیادت کی اور خطبہ دیا۔ اور حضرت علیؓ آپ کے ساتھ تھے انھوں نے رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کا وہ تاریخی اعلان پڑھ کر سنایا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا۔ (13)

1.8 امامت جماعت:

رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی علالت شروع ہوئی اور ضعف جب بڑھ گیا تو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نماز کے لیے حجرہ اقدس سے نکل کر مسجد میں آئے اور نماز کی امامت کرانا دشوار ہوا، تو آپ نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کو حکم دیا کہ وہ نماز پڑھائیں۔ آپ نے کل سترہ نمازیں حیات نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم میں پڑھائیں۔ دنیا سے رخصت کے دن، نماز فجر کے وقت حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے حجرہ شریفہ کا پردہ اٹھایا۔ آپ نے دیکھا کہ مسلمان حضرت ابوبکرؓ کی امامت میں کامل اتحاد واطمینان کے ساتھ اپنا دینی فرض ادا کر رہے ہیں تو بے اختیار مسکرا دیئے اور پھر پردہ کھینچ لیا۔ (14)

رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے وصال کی خبر آپ کے جان نثاروں پر بجلی بن کر گری۔ وہ کسی صورت اپنے آقا و مولیٰ کی جدائی کے تصوّر کے لیے بھی تیار نہ تھے۔ حضرت عمرؓ تو تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے جو یہ کہے گا کہ رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کا وصال ہو گیا میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ حضرت ابوبکرؓ اس روز رسول کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ

وسلّم کے مرض میں تخفیف دیکھ کر مقام ''سُخ'' تشریف لے گئے تھے۔ جب واپس آئے اور یہ ہنگامہ دیکھا تو حضرت عمرؓ سے کہا کہ تم بیٹھ جاؤ۔ مگر جب وہ نہ مانے تو الگ اپنی تقریر شروع کر دی۔ صحابہ کا مجمع آپ کی آواز کی طرف ڈھل گیا۔
آپ نے فرمایا۔

''جو لوگ محمد حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی عبادت کرتے تھے انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کا تو وصال ہو گیا۔ لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور وہ کبھی نہ مرے گا پھر یہ آیت پڑھی:۔

﴿''وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ، اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُم﴾ (15)

''محمد حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم ایک رسول ہی تو ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم اسلام سے الٹے پاؤں پھر جاؤ گے''۔

آپ کی اس تقریر نے فوری اثر کیا اور صحابہؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں ایسا معلوم ہوا گویا یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے۔

2۔ خلافت صدیقی کے اہم کارنامے

حضرت ابوبکرؓ صدیق نے دو برس تین ماہ اور گیارہ دن حکومت کی۔ اس مختصر مدت میں انھوں نے عظیم کارنامے انجام دیئے۔ ان میں سب سے اہم اسلامی حکومت اور ریاست کا تحفظ و استحکام ہے۔ دوسرا قریبی ممالک یا جزیرہ نمائے عرب کے باہر اسلامی فتوحات کے آغاز کا کارنامہ ہے۔ تیسرا دینی خدمات پر مشتمل ہے چوتھا خلافت اسلامی کا عظیم ترین اور بے مثال ادارہ قائم کرنا ہے۔

2.1 لشکر اسامہؓ بن زید کی روانگی:

رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے اپنی وفات سے کچھ ہی پہلے رُومیوں سے ''جنگ موتہ'' کا انتقام لینے کے لیے ایک لشکر کی تیاری کا حکم دیا تھا اور اس لشکر کا سردار حضرت زید ابن حارثہؓ (جو جنگِ موتہ میں شہید ہوئے تھے) کے بیٹے حضرت اُسامہؓ کو مقرر فرمایا تھا۔ اس لشکر میں اکثر بڑے بڑے صحابہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ وغیرہ شامل تھے۔ لیکن ابھی یہ لشکر روانہ نہیں ہوا تھا کہ رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ

واصحابہ وسلّم بیمار ہوگئے اور پھر آپ ؐ کا وصال ہوگیا۔

رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کے دنیا سے تشریف لے جاتے ہی عرب میں ارتداد کی وباء پھیل گئی۔ نو مسلم قبیلے جن کے دلوں میں نورِ ایمان کی چمک پورے طور پر منعکس نہیں ہوئی تھی۔ ایک ایک کر کے مرتد ہونے لگے۔ یہ وقت اسلام کے لیے بڑا نازک تھا۔ بعض صحابہ نے مشورہ دیا کہ کچھ عرصہ کے لیے لشکرِ اُسامہؓ کی روانگی ملتوی کر دی جائے اور پہلے مرتدین سے نمٹ لیا جائے۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے اس مشورہ کو قبول نہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ''میں اس جھنڈے کو نہیں کھول سکتا جسے رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے باندھا ہو''۔

پھر بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ ''اسامہؓ کی بجائے جو ایک نوعمر اور ناتجربہ کار شخص ہیں کسی اور کو سردار بنا دیجیے۔'' آپ نے غصّہ ہو کر فرمایا۔ ''جسے خدا کے رسول حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے سردار بنایا ہو مجھے اسے معزول کرنے کا کیا حق ہے؟'' (۱۶)

غرض حضرت ابوبکرؓ نے لشکرِ اسامہؓ کو روانگی کا حکم دیا اور اسے رخصت کرنے کے لیے خود کچھ دور تک تشریف لے گئے اس طرح کہ اسامہ گھوڑے پر سوار تھے اور حضرت ابوبکرؓ ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ اسامہؓ نے عرض کیا کہ اے خلیفۃ الرسول آپ بھی سوار ہو جائیں ورنہ مجھے اجازت دیجیے کہ میں بھی پیدل ہو جاؤں''۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا۔

''خدا کی قسم دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہیں ہوسکتی۔ کیا حرج ہے اگر میں خدا کے راستہ میں تھوڑی دور تک اپنا پاؤں غبار آلود کرلوں جبکہ غازی کے ہر قدم کے بدلے سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں''۔ (۱۷)

''لشکرِ اسامہ'' میں حضرت عمرؓ بھی شامل تھے اور ان کا خلیفۃ المسلمین کے مشیر کی حیثیت سے مدینہ میں رہنا ضروری تھا اس لیے حضرت ابوبکرؓ نے اپنی ضرورت ظاہر کر کے اسامہؓ سے درخواست کی کہ وہ انہیں چھوڑ دیں۔ اسامہؓ نے اجازت دے دی۔ یہ بھی حقیقت میں ذاتِ نبوت ؐ کی تعظیم تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ اسامہؓ اس ذاتِ مقدّس کی طرف سے مامور ہیں جن کا اقتدار میرے اقتدار سے بالا ہے۔ لہٰذا مجھے ان کے اختیارات میں دخل دینے کا حق نہیں۔ جب حضرت ابوبکرؓ سے اسامہؓ جدا ہونے لگے تو آپ نے انہیں بیش قرار نصیحتیں فرمائیں جن میں سے چند یہ ہیں:۔

1۔ دیکھو! خیانت نہ کرنا۔

2۔ دھوکا نہ دینا۔

3۔ مال نہ چھپانا

4۔ کسی کے اعضاء کو نہ کاٹنا

5۔ بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔

6۔ کھجور کے درختوں کو نہ جلانا

7۔ پھل والے درختوں کو نہ کاٹنا

8۔ اور کھانے کی ضرورت کے سوا کسی بکری، گائے یا اونٹ کو نہ کاٹنا۔

9۔ تمہارا گزر ایک قوم پر ہوگا جو دنیا کو چھوڑ کر اپنی خانقاہوں میں بیٹھی ہو گی تم اس سے تعرض نہ کرنا''۔(18)

لشکر اسامہ یکم ربیع الثانی ۱۱ھ کو مدینہ سے روانہ ہوا ''شام'' کے پاس قضاعہ کی بستیوں کو تاخت و تاراج کیا اور چالیس روز کے بعد فتح و ظفر کے واپس آیا۔

لشکر اسامہؓ کی یہ مہم اسلام کے لیے بے حد مفید ثابت ہوئی۔ منافقین اور مرتدین کہنے لگے کہ مسلمانوں کی طاقت میں کوئی کمی نہیں آئی ہے۔ ورنہ وہ اتنی دور اتنے قوی دشمن کے مقابلہ کے لیے اپنی فوج نہ بھیجتے۔ چنانچہ بہت سے مرتد قبیلے ڈر کر پھر اسلام میں داخل ہو گئے۔

2.2 ردہ جنگیں ۱۲۔۱۱ھ:

فتنۂ ارتداد کے اسباب:

رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی وفات ہوتے ہی عرب کے بعض حصوں میں ارتداد کی طوفانی ہوائیں چلنے لگیں اور ضعیف الایمان لوگوں کے دلوں میں ایمان کی روشنی بجھنے لگی۔ اس فتنہ کی وجوہ حسب ذیل تھیں۔

1۔ اسلام سے پہلے عرب مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ اسلام نے ان گروہوں کو ملا کر ایک ملت بنا دیا۔ مگر چونکہ وہ برسہا برس سے اس کے عادی نہ تھے اس لیے انہوں نے اس نظام کو اپنی آزادی کے لیے ایک زنجیر سمجھا اور اسے توڑ کر نکل بھاگنے کی فکر کرنے لگے۔

2۔ قرآن کریم نے حکومت اسلامی کے شعبہء مالیات کے لیے ''زکوٰۃ'' کو بنیاد ٹھہرایا۔ زکوٰۃ اسلام کے اصول کے مطابق امیروں سے لی جاتی ہے اور غریبوں پر صرف کی جاتی ہے اور اس کا مقصد قوم میں دولت کے توازن کو برقرار رکھنا ہے۔ مگر اسے بھی ایک بار سمجھا گیا اور اس بار کو اتار پھینکنے کی کوشش کی جانے لگی۔

3۔ شراب عربوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی جوان کا دل پسند کھیل تھا اور زنا ایک مرغوب تفریح۔اسلام کے قانون نے ان سب برائیوں پر کڑی بندشیں قائم کر دیں جوان لوگوں پر گراں گزریں۔ یہ امراض ان لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوئے جو مرکز اسلام سے دور نجد، یمن وغیرہ کے علاقوں میں رہتے تھے۔ رسول کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی صحبت انہیں نصیب نہیں ہوئی تھی۔اسلام کی شوکت کو دیکھ کران کی گردنیں ضرور خم ہوگئی تھیں۔ مگر دلوں میں خضوع کی کیفیت پیدا نہیں ہوئی تھی چنانچہ قرآن کریم نے خودان لوگوں کا ذکران الفاظ میں کیا ہے۔

"قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ.(19)

''دیہاتی عرب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اے رسول کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم مطیع ہو گئے ہیں ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا''

پھراس پرطرہ یہ ہوا کہ خدا کے سچے نبی کی کامیابی کو دیکھ کرعرب میں بہت سے جھوٹے نبوّت کے دعوے دار پیدا ہو گئے۔انہوں نے سوچا کہ نبوت کا دعویٰ بھی دنیاوی ترقی کا ایک اچھاذریعہ ہوسکتا ہے۔

الف) مرتدین کے طبقات:

عہد صدیقی میں اسلام دشمن عناصر کو عام طور سے تین طبقوں یا گروں مین تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1۔ زکوۃ ادا نہ کرنے والے جن کو ''مانعین زکوۃ،، کہا جاتا ہے۔

2۔ جھوٹے نبی (المتنبو ن)اور

3۔ مرتد افراد اور علاقے۔

یہ تینوں گروہ الگ تھلگ کام کرنے کے باوجود آخر کارایک ہو گئے اوران کا ایک دوسرے سے گٹھ جوڑ اسلام کے خلاف رہا۔صرف مرتدین کا ایک گروہ ایسا تھا جو اسلام چھوڑ کر پرانے مذہب پرلوٹ گیا تھا اوراس نے جھوٹے نبیوں کونہیں مانا تھا۔

1۔ مانعین زکوۃ:

اسلامی تاریخ کے سے معلوم ہوتا ہے کہ بدوی مسلمانوں میں سے کچھ لوگ زکوۃ وصدقات کو جرمانہ سمجھ کرادا کرتے تھے۔اور کچھ یہ سوچ کر کہ رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے بعد زکوۃ دینا ضروری نہیں اور اسلامی ریاست اتنی متحد نہیں رہی ،ان قبیلوں نے اسلامی ریاست کو زکوۃ وصدقات دینے سے انکار کر دیا۔ان میں عبس وذبیان، کنانہ،غطفان اور خاص کران کے کچھ خاندان وطبقات نے مدینہ منورہ اپنے نمائندے بھیج کرخلیفہء اسلام سے

درخواست کی کہ ان کو زکوۃ کی ادائیگی سے معاف کر دیا جائے۔ باقی اسلامی احکامات پر وہ عمل کرتے رہیں گے۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق نے انکار کر دیا کیوں کہ اسلام کے ایک رکن کا انکار پورے اسلام کا انکار ہے

جب آپؓ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو بعض صحابہ نے عرض کیا وقت بہت نازک ہے۔ جو لوگ صرف زکوۃ ادا کرنے سے ہی انکار کرتے ہیں ان کے ساتھ نرمی کی جائے۔ مگر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔

''خدا کی قسم! اگر کوئی ایک بکری کا بچّہ دینے سے بھی جو رسول ؐاللہ کو دیا جاتا تھا انکار کرے گا تو میں اس کے خلاف بھی جہاد کروں گا۔''(20)

جوں ہی حضرت اسامہؓ واپس آئے آپؓ نے مدینہ میں انہیں اپنا قائم مقام بنا کر عبس اور ذبیان کے قبیلوں کے مقابلہ کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ ان قبائل نے شکست کھائی اور ان کی چراگاہیں مسلمان مجاہدین کے گھوڑوں کے لیے وقف کر دی گئیں۔

حضرت ابوبکر کے ان اقدامات نے مانعین زکوۃ کے حوصلے پست کر دیئے۔ ان میں سے بہت سے لوگوں نے پھر زکوۃ ادا کر کے پورے اسلام کو مان لیا، ان سے سبق سیکھ کر دوسرے قبیلوں کے مانعین زکوۃ نے بھی توبہ کر لی۔

2۔ جھوٹے نبی (المتنبون):

رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی دینی کامیابی کے نتیجے میں جو سیاسی، سماجی، اقتصادی اور تہذیبی کامیابی ملی اس سے متاثر ہو کر بعض قبائل کے سرداروں نے سوچا وہ بھی نبوت کا دعوی کر کے اپنے لیے کامیابی حاصل کر لیں، مگر ان کے یہ پرفریب دعوی چند دنوں سے زیادہ نہیں چل سکے۔ ایسے چار اشخاص تھے جن میں ایک عورت بھی تھی ان کے نام مع ان کے قبیلوں اور علاقوں کے حسب ذیل ہیں۔

1۔ اسود عنسی: قبیلہ مذحج، یمن کے علاقے میں حیات نبوی میں مدعی نبوت ہوا، کچھ قبیلوں نے اس کو اپنا سردار بنالیا۔

2۔ مسیلمہ کذاب: قبیلہ بنوحنفیہ، یمامہ کے علاقے میں اپنے قبیلہ کے علاوہ بعض قریبی قبیلوں کا نبی بن بیٹھا۔

3۔ سجاح بنت الحارث، قبیلہ تمیم وتغلب، یمامہ کے علاقے میں تغلب، ربیعہ، نمر اور شیبان وغیرہ کی نبی بن گئی۔ وہ اصلا عیسائی تھی، بعد میں اس نے مسیلمہ سے شادی کر کے دونوں کا اتحاد اسلام کے خلاف بنالیا۔

4۔ طلیحہ اسدی: قبیلہ بنواسد، بنوفزارہ، بنوطے اور غطفان کے خاندانوں کا نبی بن بیٹھا۔ اس کا علاقہ مدینہ کے شمال میں تھا۔

3۔ ارتداد کے خلاف صدیقی اقدامات

''ذوالقصّہ'' کے باغیوں سے نمٹنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے عام مرتدوں اور جھوٹے نبیوں کے مشترکہ خطرے کو ختم کرنے کے لیے، کل اسلامی فوج کو گیارہ دستوں میں تقسیم کیا۔ ہر دستہ کا ایک الگ سردار مقرر کیا اور اسے ایک جھنڈا دیا۔ یہ گیارہ سردار اپنے دستوں کے ساتھ ملک کے مختلف حصوں میں روانہ کئے گئے ان گیارہ سرداروں کے نام یہ ہیں۔

	اسلامی قائد	مہم کا مقام	مرتد اور جھوٹے نبیوں کے قبیلے
1۔	خالدؓ بن ولید مخزومی	بزاخہ اور بطاح	طلیحہ اسدی اور اس کے قبیلے
2۔	عکرمہؓ بن ابی جہل مخزومی	یمامہ	مسیلمہ کذاب اور قبیلہ بنو حنیفہ
3۔	شرحبیلؓ بن حسنہ کندی	یمامہ	مسیلمہ کذاب اور قبیلہ بنو حنیفہ
4۔	مہاجرؓ بن ابی امیہ خزرجی	یمن وحضرموت	اسود عنسی کے خلاف
5۔	حذیفہؓ بن محصن	عمان،	لقیط بن مالک ازدی اور مرتدین کے خلاف
6۔	عرفجہؓ بن ہرثمہ	مہرہ	مہرہ کے مرتدین کے خلاف
7۔	سویدؓ بن المقرِن	یمن کے نشیبی علاقے	یمن کے مرتدین کے خلاف
8۔	علاءؓ بن الحضرمی	بحرین	بحرین کے مرتدین کے خلاف
9۔	طریفہؓ بن حاجز سلمی	مدینہ کے شمال اور جنوب میں	بنو سُلیم اور ہوازن
10۔	عمروؓ بن عاص سہمی	عرب کی شمالی سرحد	قضاعہ، ودیعہ بلی وغیرہ کے خلاف
11۔	خالدؓ بن سعید اموی	حمقتان	غسان اور عذرہ کے خلاف

مجاہدین کے ان دستوں کی روانگی سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے مرتدین کے نام ایک عام پیغام بھیجا۔ اس پیغام میں انہیں فتنہ وفساد سے باز آنے اور اسلامی برادری میں دوبارہ داخل ہونے کی دعوت دی اور ان سے وعدہ کیا کہ اگر وہ اس دعوت کو قبول کرلیں گے تو ان سے تعرض نہ کیا جائے گا۔ پھر فوج کے سپہ سالاروں کے نام حسبِ ذیل ہدایت نامہ جاری فرمایا:۔

''میں مجاہدین اسلام کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ ہر حال میں خدا سے ڈریں حکم خداوندی کی تعمیل میں پوری کوشش کریں۔ جو لوگ حلقہء اسلام سے نکل کر شیطان کے جال میں پھنس گئے ہیں ان کے ساتھ جہاد کریں۔ لیکن تلوار اٹھانے سے

پہلے انہیں اسلام کا پیغام پہنچائیں اوران پر حجت پوری کر دیں۔ اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو فوراً ہاتھ روک لیں لیکن اگر انکار کریں تو ان پر حملہ کر دیں یہاں تک کہ کفر سے باز آ جائیں۔ مرتدین جب دوبارہ داخل اسلام ہو جائیں تو اسلامی فوج کا سردار انہیں آ گاہ کردے کہ ان کے ذمّہ اسلام کے کیا کیا فرائض ہیں؟ اور مسلمانوں پران کے کیا کیا حقوق ہیں؟ ان کے فرائض کو ان سے پورا کرایا جائے اور ان کے حقوق ادا کئے جائیں۔ امیر لشکر اپنے ساتھیوں کو جلد بازی اور فساد سے روکے۔ دشمنوں کی بستی میں اندھا دھند نہ گھس جائے، خوب دیکھ بھال کر داخل ہو، ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچ جائے۔ سردار فوج کوچ اور قیام کی حالت میں اپنے ماتحتوں کے ساتھ میانہ روی اور نرمی کا برتاؤ کرے، ان کی دیکھ بھال رکھے۔ ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آئے اور گفتگو میں نرمی اختیار کرے۔'' (21)

اس کے بعد اسلامی فوج کے دستے اپنے تجربہ کار سرداروں کی رہنمائی میں حریفوں کے مقابلہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

3.1 طلحہ اسدی کے خلاف مہم:

طلیحہ اسدی کا تعلق بنی اسد سے تھا۔ حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد اس کے دماغ میں نبوت کا خبط سمایا۔ چنانچہ اس نے اپنی قوم میں نبوّت کا دعویٰ کر دیا۔ بنی اسد سب اس کے تابع ہو گئے بنی اسد اور بنی طے کے درمیان معاہدہ دوستی تھا۔ لہذا انہوں نے بھی اپنے حلیف کا ساتھ دیا اور قبیلہء غطفان کے بھی بہت سے لوگ ان کے شریک ہو گے۔ طلیحہ نے اس عظیم الشان فوج کو لے کر نجد میں ''چشمہ بزاخہ'' پر پڑاؤ ڈالا۔

حضرت خالدؓ بن ولید طلحہ کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے۔ حضرت عدیؓ بن حاتم طائی جو قبیلہ بنی طے کے سرداروں میں شمار ہوتے تھے اس زمانہ میں مدینہ میں مقیم تھے۔ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے عرض کیا مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنے قبیلہ کو سمجھا بجھا کر اس فتنہ سے نکال لوں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اجازت دے دی اور حضرت عدیؓ کی کوشش سے ان کے قبیلہ کے تمام آدمی طلیحہ سے علیحدہ ہو گئے اور پھر یہی کوشش انہوں نے قبیلہ جدیلہ میں بھی کی اور یہاں بھی انہیں کامیابی ہوئی۔

اب حضرت خالدؓ اپنی فوج کو لے کے چشمہ بُزاخہ پر پہنچے اور طلیحہ کے لشکر سے زبردست مقابلہ ہوا۔ جب طلیحہ کے لشکر میں شکست کے آثار ظاہر ہونے لگے تو بنو غطفان کا سردار عینیہ بن حصن فزاری جو طلیحہ کا مددگار تھا اس کے پاس آیا طلیحہ اس وقت چادر میں لپٹا اس طرح بیٹھا تھا گویا اس پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ عینیہ نے پوچھا کہیے ''جبرائیل کوئی پیغام لائے'' طلیحہ بولا ہاں اور پھر ایک مقفی عبارت سنائی جس کا مطلب یہ تھا کہ آخر میں جیت ہماری ہی ہوگی۔ عینیہ نے کہا اے فزارہ یہ شخص کذّاب ہے اور پھر اپنے آدمیوں کو لے کر اس کے لشکر سے علیحدہ ہو گیا۔

جب طلیحہ نے دیکھا کہ شکست لازمی ہے تو اپنی بیوی کو ساتھ لے کر شام کی طرف بھاگ گیا اور بعد میں کفر سے توبہ کر کے دوبارہ داخل اسلام ہوا۔ حضرت عمرؓ فاروق کے دور خلافت میں مدینہ آیا، بعدازاں طلیحہ نے فتوحات عراق کے موقع پر بہت بہادری دکھائی اور اپنے گناہ کا کفارہ ادا کرنے کی کوشش کی۔(22)

3.2 مالک بن نویرہ کے خلاف مہم:

رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے بنی تمیم میں پانچ امیر مقرر فرمائے تھے۔ جب حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی وفات ہوئی تو ان میں سے بعض مرتد ہو گئے اور بعض اسلام پر قائم رہے۔ مرتد ہونے والوں میں ''مالک بن نویرہ'' بھی تھا اس نے زکوۃ روک لی اور قبیلہ کے مسلمانوں کے ساتھ جنگ شروع کر دی۔ بنی تمیم میں ابھی خانہ جنگی ہو ہی رہی تھی کہ بنی تغلب کی ایک عورت ''سجاح'' ادھر سے گزری۔ یہ عورت پہلے نصرانی تھی۔ آنحضرتؐ کے وصال کے بعد اس پر بھی نبوّت کا جنون سوار ہوا اور بنو تغلب اور بنو ہذیل کے عیسائی عرب اس کے ساتھ ہو گئے۔ یہ اپنے ساتھیوں کو لے کر مدینہ پر حملہ کے ارادہ سے نکلی تھی راستہ میں جب بنی تمیم کی بستیوں پر گزر ہوا تو اس نے مالک بن نویرہ کے پاس پیغام دوستی بھیجا۔ مالک بن نویرہ نے اس پیغام کو قبول کر لیا اور اسے مشورہ دیا کہ وہ مدینہ پر حملہ سے پہلے بنی تمیم کے مسلمانوں پر حملہ کرے۔ مسلمان اس کے مقابلہ کی طاقت نہ رکھتے تھے بھاگ گئے۔ سجاح اپنی فوج کو لے کر مدینہ کی طرف بڑھنے لگے جب وہ مقام ''نباج'' میں پہنچی تو وہاں بنی تمیم ہی کی ایک اور جماعت سے اس کا مقابلہ ہوا۔ ان لوگوں نے اس کے کچھ آدمیوں کو قید کر لیا۔ آخر میں اس شرط پر صلح ہو گئی کہ سجاح ان کے آدمیوں کو چھوڑ دے اور وہ اس کے آدمیوں کو اور مدینہ کا ارادہ چھوڑ کو واپس چلی جائے۔ چنانچہ سجاح ناکام یمامہ کی طرف لوٹ گئی۔

اس دوران میں بنی تمیم کے مرتدین کو خدا نے ہدایت دی اور انہوں نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا۔ مگر مالک بن نویرہ ابھی کوئی فیصلہ نہ کر سکا تھا اس نے اپنے ساتھیوں کو لے کر مقام بطاح میں پڑاوٗ ڈال دیا۔ خالد بن ولیدؓ جب طلیحہ کے مقابلہ سے فارغ ہوئے تو انہوں نے مالک بن نویرہ کے مقابلہ کا ارادہ کیا۔ مالک بن نویرہ نے اپنے ساتھیوں کو منتشر کر دیا۔ خالدؓ بن ولید نے اپنے ساتھیوں کو بھیج کر مالک بن نویرہ اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرا لیا۔ آپ نے مالک بن نویرہ کے قتل کا حکم دیا اور اس کی بیوی سے شادی کر لی۔

بعض مسلمانوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ مالک بن نویرہ نے گرفتاری سے پہلے اپنی بستی میں اذان دلوا دی تھی اس لیے خالد بن ولیدؓ نے اسے قتل کرا کر زیادتی کی ہے۔ خالد بن ولیدؓ سے مالک بن نویرہ کا قصاص لینا چاہئے۔ خالد بن ولیدؓ

نے جواب دیا کہ مالک بن نویرہ نے قتل کے خوف سے اذان دلوائی تھی۔

حضرت ابوبکرؓ نے فیصلہ کیا کہ خالدؓ سے چونکہ واقعہ کی تاویل میں غلطی ہوئی ہے اس لیے ان سے قصاص نہیں لیا جاتا اور مالک بن نویرہ کا خون بہا اپنی طرف سے ادا کر دیا۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے یہ بھی فرمایا کہ ''اللہ کی تلوار کو جسے اس نے کافروں پر چمکایا ہے میں روپوش کرنے والا کون ہوں۔'' (23)

3.3 مسیلمہ کذّاب کے خلاف مہم:

قبیلہ بنی حنیفہ کا ایک وفد ۹ھ میں رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کے لیے حاضر ہوا تھا۔ اس وفد میں ایک شخص ''مسیلمہ بن ثمامہ'' بھی تھا۔ مسیلمہ نے کہا میں اس شرط پر اسلام لاؤں گا کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم اپنے بعد مجھے اپنا خلیفہ بنا دیں۔ رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کے ہاتھ میں اس وقت کھجور کی ایک ٹہنی تھی۔ آپؐ نے فرمایا اگر تو اسلام کے عوض کھجور کی یہ ٹہنی بھی مجھ سے مانگے گا تو میں نہ دوں گا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تو وہی کاذب ہے جس کے متعلق مجھے خواب میں پہلے ہی خبر دی جا چکی ہے۔

اس طرح جب مسیلمہ مایوس ہو کر اپنے وطن یمامہ لوٹا اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کی بیماری کی خبر سنی تو نبوّت کا دعویٰ کر دیا اور کہا کہ میں نبوت میں محمدؐ کا شریک بنا دیا گیا ہوں۔ پھر اس نے حضورؐ کی خدمت میں ایک خط بھیجا۔ خط کا مضمون یہ تھا:۔ (24)

''مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمدؐ رسول اللہ کے نام''

سلام علیک! میں نبوّت میں آپ کے ساتھ شریک کر دیا گیا ہوں لہذا آدھی دنیا آپ کی ہے اور آدھی میری، لیکن مجھے آپ سے انصاف کی امید نہیں''۔

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم نے اس خط کا یہ جواب دیا:۔

''محمدؐ رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذّاب کے نام

سلام علي من اتبع الهدى اما بعد

اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ. (25)

''درحقیقت زمین خدا کی ہے اپنے بندوں میں سے وہ جسے چاہتا ہے زمین کا وارث بناتا ہے اور انجام کار کامیابی

خدا سے ڈرنے والوں کی ہے''۔

رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے عکرمہ بن ابی جہل کو اس کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا اور شرحبیل بن حسنہ کو ان کے پیچھے ان کی مدد کو بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ شرحبیل کا انتظار کریں۔عکرمہ نے شرحبیل کا انتظار کئے بغیر مسیلمہ پر حملہ کر دیا اور شکست کھائی۔حضرت ابو بکرؓ کو جب واقعہ کی خبر پہنچی تو بہت ناراض ہوئے اور عکرمہ کو حکم دیا کہ وہ یمن کی طرف جا کر اہل مہرہ کا مقابلہ کریں۔خالدؓ بن ولید اس وقت بنی تمیم کے مقابلہ سے فارغ ہو چکے تھے آپ نے انہیں مسیلمہ کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا اور شرحبیل کو حکم دیا کہ وہ ان کا انتظار کریں۔

مسیلمہ کو جب حضرت خالدؓ کے پہنچنے کی خبر ملی تو وہ اپنی عظیم الشان فوج کو جو چالیس ہزار جوانوں پر مشتمل تھی لے کر مقابلہ کے لیے نکلا۔دونوں فوجوں میں سخت ہولناک لڑائی ہوئی۔شروع میں مسلمانوں پر شکست کے آثار ظاہر ہونے لگے تھے اور مسیلمہ کے آدمی خالدؓ بن ولید کے خیمہ تک پہنچ گئے تھے۔لیکن حضرت خالدؓ نے سنبھل کر حملہ کیا اور دور تک مسیلمہ کے آدمیوں کو دھکیلتے چلے گئے۔حضرت خالدؓ نے خود مسیلمہ کو مبارزت کے لیے للکارا۔وہ آیا مگر مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگا۔اس کی فوج میں بھی بھگدڑ مچ گئی اور بری طرح شکست کھائی۔مسیلمہ اپنے کچھ آدمیوں کو لے کر اپنے ایک باغ میں جس کا نام اس نے ''حدیقۃ الرحمٰن'' رکھا تھا چھپ گیا اور باغ کے دروازے بند کرا دیئے۔ایک بہادر انصاری حضرت براءؓ بن مالک نے کہا مجھے باغ کے اندر پھینک دو چنانچہ انہیں پھینک دیا گیا اور انھوں نے تن تنہا مسیلمہ کے پہرہ دار کو قتل کر کے دروازہ کھول دیا۔اب مسلمان اندر گھس گئے اور مسیلمہ کے ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا۔خود ''مسیلمہ'' بھی ''خدا کی تلوار'' سے نہ بچ سکا۔مسیلمہ کے قتل کرنے والوں میں حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی بھی شریک تھے۔گویا اس طرح انہوں نے اپنے گناہ کا کفارہ ادا کر دیا۔

مسیلمہ کے قتل کے بعد اس کی قوم ''بنی حنیفہ'' نے مسلمانوں سے نرم شرائط پر صلح کر لی۔صلح کی تکمیل ہو چکی تھی کہ حضرت ابو بکرؓ کا حکم پہنچا کہ بنی حنیفہ کے تمام سپاہی قتل کر دیئے جائیں مگر حضرت خالد چونکہ ان سے عہد نامہ کر چکے تھے لہذا اسی پر قائم رہے۔پھر بعد میں بنی حنیفہ کا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

3.4 اسود عنسی کے خلاف مہم:

رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے زمانہ میں جب ''یمن'' فتح ہوا تو آپ نے ''باذان فارسی'' کو (جو کسریٰ کی طرف سے یمن کے عامل (حاکم) تھے اور اسلام لے آئے تھے) یمن کا عامل مقرر کر

دیا۔ان کا مرکزِ حکومت صنعاء تھا جب باذان کا انتقال ہوا تو آپ نے نے یمن کی حکومت متعدد عاملوں میں تقسیم کر دی۔ان عاملوں میں سے ایک باذان کا بیٹا ''شہر'' بھی تھا جو صنعاء کا عامل مقرر کیا گیا۔

رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی وفات سے کچھ پہلے یمن میں ایک شخص اسود نے جس کا اصلی نام ''عبہلہ بن کعب'' تھا اور قبیلہ مذحج کی ذیلی شاخ ''عنس'' سے تعلق رکھتا تھا۔نبوّت کا دعویٰ کیا۔ قبیلہ مذحج کے لوگ اس کے پیرو ہو گئے اور انہوں نے اسود کے ساتھ مل کر نجران پر حملہ کیا۔اور وہاں سے عامل نجران عمرو بن حزم کو نکال دیا۔اب اسود اپنی قوم کے سات سو آدمیوں کو لے کر صنعاء پر حملہ آور ہوا۔اور وہاں کے عامل شہر بن باذان کو قتل کر کے صنعاء پر قبضہ کر لیا۔اس فتح کے بعد تمام یمن میں اس کی دھوم مچ گئی اور یمن کے بہت سے ضعیف الایمان لوگ اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔

رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو آپ نے ابناء الملوک (یمن کی ایرانی فوج جو مسلمان ہو گئی تھی) کے سرداروں اور ابوموسیٰ اور معاذ بن جبل کو لکھا کہ اسود کو جس طرح ہو سکے قتل کر دیا جائے۔

اسود نے شہر بن باذان کو شہید کر کے اس کی بیوی سے شادی کر لی تھی۔شہر کی بیوی اسود سے سخت متنفّر تھی اور وہ اس کے چنگل سے چھٹکارا پانا چاہتی تھی۔فوج ابنا کے سرداروں ''فیروز'' اور داذویہ'' نے اس کی مدد سے رات کے وقت اسود کو قتل کر دیا اور صبح ہوتے ہی اسود کے مکان کی چھت پر چڑھ کر اذان دے دی۔اذان کی آواز سنتے ہی ایک شور مچ گیا اور اسود کے آدمی شہر سے نکل بھاگے۔اور صنعاء اور عدن کے درمیان منتشر ہو گئے۔اسود کے قتل سے یمن میں امن وامان برقرار ہو گیا۔اسلامی عامل اپنے اپنے مرکزوں میں واپس لوٹ آئے۔

اس فتح کی خبر مدینہ میں جس صبح کو پہنچی اس سے پہلی شام کو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی وفات ہو چکی تھی۔گویا یہ پہلی بشارت تھی جو حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں مدینہ پہنچی۔اسود کی شورش کا کل زمانہ صرف چار مہینے تھا۔

جب رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی وفات کی خبر یمن پہنچی تو قیس بن عبد یغوث مرتد ہو گیا اور اس نے اسود کے منتشر ساتھیوں کو اپنے جھنڈے تلے جمع ہونے کی دعوت دی۔یہ لوگ اس کے ساتھ

ہو گئے اور ان کی مدد سے قیس نے صنعاء پر قبضہ کر لیا اور ''ابناء'' کے بال بچوں کو پکڑ کر انہیں جزیروں میں قید کر دیا۔ ابناء کے سردار فیروز کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو اس نے ''بنی عقیل'' اور ''بنو عک'' سے مدد طلب کی۔ ان قبیلوں نے مدد دی اور ابناء کے بچوں کو قیس کے آدمیوں کے پنجہ سے نکال لیا اور پھر فیروز کے ساتھ مل کر قیس کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے۔ اسی دوران میں مہاجر بن ابی امیہ جنہیں حضرت ابوبکرؓ نے اسود کے آدمیوں کے مقابلہ کے لیے راونہ کیا تھا اور عکرمہ بن ابی جہل جو عمان اور مہرہ کی مہم سے فارغ ہو گئے تھے اپنی اپنی فوجوں کو لے کر ابناء کی مدد کو آ پہنچے۔

اسلامی فوجوں نے صنعاء پر قبضہ کر لیا اور قیس اور عمرو بن معدی کرب زبیدی (جو مرتد ہو کر اسود کا ساتھی بن گیا تھا) کو گرفتار کر کے مدینہ روانہ کر دیا۔ مدینہ پہنچ کر انہوں نے اپنے کرتوتوں پر ندامت ظاہر کی اور دوبارہ مسلمان ہو گئے حضرت ابو بکرؓ نے بھی ان کی خطا معاف کر دی اور انہیں آزاد کر دیا۔

3.5 فتنہ بحرین اور اس کا انسداد:

بحرین میں ربیعہ کے بہت سے قبائل عبد القیس اور بنو بکر بن وائل وغیرہ آباد تھے۔ رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی خدمت میں اہل بحرین کا بھی ایک وفد حاضر ہوا تھا اور یہ اسلام لے آئے تھے۔ آنحضرتؐ نے منذر بن ساوی کو ان کا عمل مقرر فرمایا تھا۔

جونہی حضورؐ کی وفات ہوئی منذر بن ساوی کا بھی انتقال ہو گیا اور اہل بحرین مرتد ہو گئے۔ بنو بکر تو ارتداد پر اڑے رہے مگر عبد القیس اپنے سردار حضرت جارود بن معلٰی کی بدولت اس فتنہ سے نکل آئے۔ عبد القیس کے اس طرح دوبارہ مسلمان ہونے کی خبر بنو بکر کے سردار حطم بن ضبیعہ کو پہنچی تو وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر ان کے مقابلہ کے لیے نکلا اور ان کا محاصرہ کر لیا۔ حطم بن صنبیعہ کے ساتھ اور بھی بہت سے کفار اور مرتدین لگ لئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے علاء بن حضرمی کو حطم کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ راستہ میں ثمامہ بن اثال اور قیس بن عاصم بھی بنی حنیفہ اور بنی تمیم کے آدمیوں کو لے کر ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ حطم کے ساتھیوں میں سے کچھ جزیرہ دارین (خلیج فارس میں بحرین کے قریب ایک جزیرہ ہے) میں جا چھپے۔ مسلمان سمندر میں گھس کر وہیں پہنچے اور انہیں قتل کیا، ان کے علاوہ عمان کے بعض قبائل اور قبیلہ کندہ کے لوگ بھی مرتد ہو گئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے بھیجے ہوئے سپہ سالاروں کی ان سے بھی لڑائیاں ہوئی اور ہر جگہ مسلمان ہی فتح یاب ہوئے۔ (26)

3.6 فتنہ ارتداد کا خاتمہ:

یہ فتنہء ارتداد اور اس کے انسداد کی مختصر روئیداد ہے۔ ان واقعات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی وفات ہوتے ہی عرب میں ارتداد کی جو سہر اٹھی تھی اسے حضرت ابو بکرؓ نے عزمِ راسخ سے دبا دیا۔ درحقیقت رسول اللہ کے بعد اسلام کی حفاظت واشاعت میں، حضرت ابوبکرؓ کا مسلمانوں پر سب سے بڑا احسان ہے۔ خلافتِ صدیقی کے اس ابتدائی دور میں مسلمان چاروں طرف سے دشمنوں سے گھر گئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے الفاظ میں ان کی حالت بکریوں کے اس ریوڑ کی سی تھی جو جاڑوں کی ٹھنڈی رات میں بارش کی حالت میں جنگل بیابان میں بغیر چرواہے کے رہ جائے۔ مگر صدیق اکبرؓ کی ایمانی قوت نے دشمنوں کی طاقت کی پرواہ نہ کی اور ان کے سامنے فولادی دیوار بن کر کھڑے ہوگئے۔ اور اللہ تعالی نے آپ کو فتح ونصرت عطا فرمائی۔

4۔ عہد صدیقی کی فتوحات

خلافتِ صدیقی کا دوسرا اہم کارنامہ اسلامی فتوحات کے سلسلہ کا آغاز ہے۔ ردّہ جنگوں کے نتیجہ میں بہت سے باغیوں نے قریبی ملکوں ایران، عراق اور شام وغیرہ میں پناہ لے لی۔ ان علاقوں کے حکمرانوں نے اسلام اور اسلامی ریاست سے انتقام لینے کا اچھا موقعہ دیکھا اور ان باغیوں کی مدد کی۔ ان کی مدد سے لیس ہو کر سرحدوں پر حملے کرنے لگے۔ بعض سرحدی مسلم سرداروں اور دوسرے عرب شیوخ نے بھی زیادہ جوش دکھایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پڑوسی ملکوں سے جنگوں کا سلسلہ بیک وقت شروع ہوگیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے مسلمان اہل رائے اور فوجی ماہروں سے مشورہ کے بعد سرحد پر ہونے والی شرارت کو روکنے کا فیصلہ کرلیا اور ان ملکوں کے خلاف فوجیں بھیجیں۔ مسلمان فوجوں نے بے مثل کامیابیاں حاصل کیں اور فتوحات کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو خلیفہء سوم کی شہادت تک جاری رہا۔ ان کی بنا پر اسلامی ریاست جزیرہ نمائے عرب سے نکل کر ان ملکوں میں پھیل گئی۔

4.1 مہمات عراق:

حضرت ابوبکرؓ نے ابتداء محرم ۱۲ھ میں خالدؓ بن ولید کو اسلامی فتوحات کا سنگِ بنیاد نصب کرنے کے لیے اس طرف روانہ کیا اور قعقاع بن عمرو کو ان کی مدد کے لیے بھیجا۔ آپ نے انہیں ہدایت کی کہ وہ اپنی مہم کا آغاز رملہ (خلیج فارس پر سلطنت ایران کا سرحدی مقام) سے کریں۔ دوسری طرف عیاض بن غنم کو حکم دیا کہ وہ شمالی عراق کی طرف سے حملہ کریں اور ان کی مدد

کے لیے عبد یغوث حمیری کو مقرر کیا اور انہیں ہدایت کی کہ وہ اپنی مہم کا آغاز شمالی عراق کے گاؤں مصیخ سے کریں۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان دونوں سپہ سالاروں کو یہ بھی حکم دیا کہ وہ ان مہمات میں کسی مرتد ہونے والے کو ساتھ نہ لیں۔ آپ کو ان لوگوں پر کامل اعتماد نہ تھا اور پھر آپ انہیں ان کی نامناسب حرکت کی سزا بھی دینا چاہتے تھے۔

خالدؓ بن ولید نے اسلامی قاعدہ کے مطابق سرحدِ عراق کے حاکم ہرمز کو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:۔

''اسلام قبول کرلو محفوظ رہو گے۔ اگر اس سے انکار ہے تو ذمی بن جاؤ اور جزیہ دینا منظور کرو ورنہ تمہیں اپنے ہی آپ کو ملامت کرنا پڑے گی۔ کیونکہ میں تمہارے مقابلہ پر ایک ایسی قوم کو لا رہا ہوں جو موت کی ایسی ہی عاشق ہے جیسے کہ تم زندگی کے''۔

جب دونوں فوجیں مقابلہ پر آئیں تو حضرت خالدؓ نے آگے بڑھ کر ''ہرمز'' کو مبارزت کے لیے پکارا ہرمز اپنے گھوڑے سے اتر کر مقابلہ کے لیے آیا حضرت خالدؓ نے اسے قتل کر دیا اور ایرانی فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے مثنیٰ بن حارثہ کو ایرانی فوج کے تعاقب کے لیے روانہ کیا اور دربارِ خلافت میں فتح کی خوشخبری بھیجی۔

شہنشاہ ایران اردشیر کو اس شکست کی خبر پہنچی تو اس نے مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے ایک دوسری فوج بھیجی۔ اس فوج کا سردار قارن تھا۔ قارن نے ہرمز کے بچے کھچے آدمیوں کو ساتھ لیا اور بصرہ کے محل وقوع کے قریب مقام ثنی پر پڑاؤ ڈالا۔

حضرت خالدؓ بھی اپنی فوج لے کر مقابلہ پر پہنچے۔ دونوں طرف سے صف آرائی ہوئی۔ قارن کو اپنی بہادری کا بڑا گھمنڈ تھا۔ اس نے ہرمز کا بدلہ لینے کے لیے مسلمانوں میں سے کسی بہادر کو مبارزت کے لیے پکارا۔ اسلامی فوج میں ایک جوان نکلا اور اسے قتل کر دیا۔ قارن کے قتل ہوتے ہی مسلمانوں نے ایرانیوں پر حملہ کر دیا۔ بے شمار ایرانی قتل ہوئے بہت سے بھاگتے ہوئے نہر میں غرق ہو گئے کچھ کشتیوں میں بیٹھ کر پار اتر گئے۔

شہنشاہِ ایران کو جب اس شکست کی خبر پہنچی تو اس نے ایک ایرانی بہادر اندرزگر کی ماتحتی میں ایک زبردست فوج بھیجی اور پھر اس کے پیچھے ہی ایک دوسرے بہادر بہمن جادویہ کی سرداری میں ایک دوسری فوج روانہ کی ان دونوں ایرانی سرداروں نے مقام ولجہ میں پڑاؤ ڈالا۔

جنگِ وُلجہ:

حضرت خالدؓ کو جب ان فوجوں کے پہنچنے کا حال معلوم ہوا تو آپ بھی آگے بڑھے اور مقابلہ پر پہنچ گئے دونوں فوجوں میں زبردست لڑائی ہوئی اور آخر کار ایرانیوں کو شکست فاش ہوئی۔ اندرزگر تو مارا گیا مگر بہمن جادویہ جان بچا کر نکل بھاگا۔ اس لڑائی میں قبیلہ بکر کے عیسائی عربوں نے بھی ایرانیوں کی مدد کی اور یہ بھی بڑی تعداد میں مارے گئے۔

قبیلہ بکر کے عیسائی عربوں کو اپنے آدمیوں کے قتل سے بہت جوش آیا۔ انہوں نے شہنشاہ ایران کو پیغام بھیجا کہ ہم مسلمانوں سے لڑیں گے۔ ہماری مدد کی جائے۔ شہنشاہ نے بہمن جادویہ کو حکم دیا کہ وہ قبیلہ بکر کے آدمیوں کو ساتھ لے کر دوبارہ مسلمانوں سے لڑے۔ مگر بہمن جادویہ کو ہمت نہ ہوئی۔ اس نے اپنی بجائے ایک دوسرے سردار جابان کو بھیج دیا اور خود دارالسلطنت مدائن کا رخ کیا تاکہ شہنشاہ کو مسلمانوں کے خطرہ کی اہمیت سے صحیح طور پر آگاہ کرے اور آئندہ کے لیے مشورہ طلب کرے لیکن شہنشاہ بیمار تھا اس لیے وہ وہیں ٹھہر گیا۔

جنگ اُلیس:

جابان اپنی فوج اور بنی بکر کے آدمیوں کو لے کر ابنار کے متصل پہنچا اور مقام الیس میں پڑاؤ ڈال دیا۔ حضرت خالدؓ بھی اپنی فوج لے کر مقابلہ پر پہنچ گئے۔ آپ نے اپنی عادت کے مطابق حریف کے سرداروں میں سے کسی کو مبارزت کے لیے بلایا۔ بنی بکر کا ایک سردار مقابلہ پر آیا اور مارا گیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے ایرانیوں پر عام حملہ کر دیا۔ بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں ایرانی بہت جم کر لڑے کیونکہ انہیں بہمن جادویہ کی کمک کی توقع تھی مگر ابھی سورج ڈھلنے نہ پایا تھا کہ ایرانی اور بکری جی چھوڑ بیٹھے اور بھاگ کھڑے ہوئے اور بھاگتے ہوئے ہزاروں قتل ہوئے۔ یہ واقعہ صفر ۱۲ھ کا ہے۔

فتح حیرہ:

جنگ الیس سے فارغ ہو کر حضرت خالدؓ بن ولید نے حیرہ کا رخ کیا۔ حیرہ عراق کے عربی رئیسوں کا (جو سلطنت ایران کے باجگزار تھے) صدر مقام تھا۔ حضرت خالدؓ نے حیرہ پہنچنے کے لیے دریا کا راستہ اختیار کیا تھا۔ جب آپ شہر کے قریب پہنچے تو وہاں کا رئیس بھاگ گیا۔ حضرت خالدؓ نے شہر کے مشہور محلات کا محاصرہ کر لیا اور حیرہ کے سرداروں کو اسلام کی دعوت دی۔ مگر انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حیرہ کے باشندوں نے جب دیکھا کہ ان مسلمانوں سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے تو اپنے سرداروں کو صلح کرنے پر مجبور کیا۔ چنانچہ عمرو بن عبدالمسیح نے حضرت خالدؓ کے پاس آکر صلح کی بات چیت کی اور ایک لاکھ نوے ہزار درہم سالانہ جزیہ کی رقم دینی منظور کی۔ سردارانِ حیرہ کے قدیم دستور کے مطابق اسلامی سپہ سالار کی خدمت میں قیمتی تحفے بھی پیش کئے۔ مگر حضرت خالدؓ نے ان سب کو فتح کی خوشخبری کے ساتھ خلیفہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان تحائف کو جزیہ میں ہی شمار کیا اور تحفہ کی حیثیت سے قبول نہ کیا۔

فتح حیرہ کے بعد حضرت خالدؓ نے مفتوحہ علاقوں کے امن وامان کا بندوبست کیا۔ سرحدات پر نگران افسر مقرر کئے اور خراج وجزیہ کی وصولیابی کے لیے دیانت دار عاملوں کو بھیجا۔ حضرت خالدؓ کا یہ طرزِ عمل دیکھ کر حیرہ کے آس پاس کے علاقہ کے رؤسا نے یہی مناسب سمجھا کہ مسلمانوں سے صلح کر لی جائے۔ چنانچہ فلالیج سے ہرمز تک کے علاقہ کے سرداروں نے حضرت

خالدؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر بیس لاکھ درہم سالانہ کی رقم پر صلح کر لی۔

فتح انبار و عین التمر :

حضرت خالد بن ولید نے حیرہ پر قعقاع بن عمر و کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور خود انبار کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں شیر زاد حاکمِ ساباط سے مقابلہ ہوا۔ شیر زاد نے اپنے گرد خندق کھود لی تھی۔ مسلمانوں نے اپنے اونٹوں کو ذبح کر کے خندق کو بھر دیا اور اسے پار کر گئے۔ جب شیر زاد نے یہ مصیبت دیکھی تو مسلمانوں کی تجویز کردہ شرائط پر صلح کر لی۔

انبار کے بعد حضرت خالد عین التمر کی طرف بڑھے وہاں بہرام چوبیں کا بیٹا بہرام ایک زبردست ایرانی لشکر لیے پڑا تھا۔ اس لشکر کے ساتھ ایرانی ماتحت علاقوں کے عرب قبیلوں (نمر، تغلب وغیرہ) کی فوجیں تھیں۔ بہرام نے اس خیال سے کہ لوہے کو لوہا ہی کاٹ سکتا ہے عربوں ہی کو مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے بڑھایا۔ مگر حضرت خالدؓ نے ان کے سردار کو گرفتار کر لیا۔ سردار کی گرفتاری سے عرب قبیلے بھاگ کھڑے ہوئے۔ پھر ان کی دیکھا دیکھی ایرانی لشکر میں بھی بھگدڑ پڑ گئی مسلمانوں نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور شکست سے خوردہ عرب فوج کو قتل کر دیا۔

فتح دومتہ الجندل:

''عین التمر'' میں حضرت خالدؓ کو حضرت عیاض بن غنم کا خط ملا۔ عیاض نے انہیں اپنی مدد کے یے دومتہ الجندل (شمالی عراق) میں بلایا تھا۔ رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے اپنے زمانہء حیات میں حضرت خالد کو دومتہ الجندل کی فتح کے لیے روانہ فرمایا تھا۔ حضرت خالدؓ نے وہاں پہنچ کر وہاں کے حاکم اکیدر بن عبدالملک کو گرفتار کر لیا اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کی خدمت میں لے آئے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے اس کی جان بخشی فرمائی اور جزیہ ادا کرنے کے وعدہ پر اس کا علاقہ اسی کے سپرد کر دیا۔

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں اکیدر اور اس کا شریک کار جودی نے عہد شکنی کی اور جزیہ ادا کرنا بند کر دیا۔ عیاض بن غنم اپنی مہمات کے سلسلے میں جب وہاں پہنچے تو نصارائے عرب کی بہت بڑی جماعت جودی کی ماتحتی میں ان کے مقابلہ کے لیے جمع ہوگئی۔ مجبوراً انہیں حضرت خالدؓ کو اپنی مدد کے لیے بلانا پڑا۔

حضرت خالدؓ کی آمد کی خبر سن کر اکیدر تو کسی طرف نکل بھاگا مگر جودی نے مقابلہ کیا اور شکست کھائی۔ مسلمانوں نے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ حضرت خالدؓ نے اکیدر کی تلاش میں آدمی بھیجے۔ انہوں نے اسے گرفتار کر لیا اور عہد شکنی کی سزا میں قتل کر دیا۔

جنگ فراض:

مقام فراض پر جو جنگ ہوئی وہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ ایرانیوں، رومیوں اور عربوں کے عظیم الشان لشکر نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے بڑے جوش وخروش کے ساتھ نہر فرات کو عبور کیا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی اور آخر کار فتح نے مسلمانوں ہی کے قدم چومے۔ یہ واقعہ ۱۵ ذیقعدہ ۱۲ھ کا ہے۔

اس لڑائی سے فارغ ہو کر حضرت خالدؓ نے عاصم بن عمرو کو فوج کے ساتھ حیرہ واپس جانے کا حکم دیا۔ اپنے متعلق یہ ظاہر کیا کہ میں ساقہ کے ساتھ پیچھے رہوں گا۔ لیکن آپ سیدھے مکہ معظّمہ پہنچے اور وہاں حج سے فارغ ہو کر اس قدر جلد واپس لوٹے کہ ابھی ساقہ حیرہ نہ پہنچا تھا۔ چنانچہ آپ ساقہ کے ساتھ شامل ہو کر حیرہ میں داخل ہوئے اور چند ساتھیوں کے علاوہ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی کہ آپ یہ طویل سفر کر آئے ہیں۔

4.2 مہمات شام:

۱۳ھ میں حضرت ابوبکرؓ نے شامیوں اور رومیوں کے خطرہ کو مٹانے کے لیے شام وفلسطین کی طرف ایک لشکر بھیجنے کا انتظام کیا۔ آپ نے اس لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ہر حصہ کا مستقل سردار مقرر کیا اور اس کے حملہ آور ہونے کے لیے ایک علیحدہ سمت تجویز کی۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو حمص کی طرف، عمرو بن العاصؓ کو فلسطین کی طرف، یزیدؓ بن ابی سفیان کو دمشق کی طرف اور شرجیل بن حسنہ کو اردن کی طرف روانہ کیا گیا۔

ہدایات ونصیحتیں:

خلیفہء اسلام حضرت ابوبکرؓ اس لشکر کو رخصت کرنے کے لیے کچھ دور تک پیدل تشریف لے گئے اور رخصت کرتے وقت سردارانِ لشکر کو بہترین نصیحتیں فرمائیں۔ ان نصیحتوں میں سے کچھ یہ ہیں:۔

1۔ ہر حال میں خدا سے ڈرنا وہ باطن کو بھی اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح ظاہر کو۔

2۔ اپنے ماتحتوں سے اچھا سلوک کرنا۔

3۔ جب انہیں نصیحت کرو تو مختصر نصیحت کرنا۔ کیونکہ جب بات لمبی ہوتی ہے تو اس کا ایک حصہ دوسرے کو بھلا دیتا ہے۔

4۔ پہلے اپنے نفس کی اصلاح کرنا۔ دوسرے خود بخود اصلاح پذیر ہو جائیں گے۔

5۔ جب تمہارے پاس دشمن کے سفیر آئیں تو ان کی عزت کرنا۔

6۔ اپنے بھید کو چھپانا تاکہ تمہارا انتظام درہم برہم نہ ہو۔

7۔ ہمیشہ سچی بات کہنا تاکہ صحیح مشورہ ملے۔

8۔ رات کو اپنے ساتھیوں کی مجلس میں بیٹھنا تاکہ تمہیں ہر قسم کی خبریں معلوم ہوں۔

9۔ لشکر میں پہرہ چوکی کا عمدہ انتظام کرنا۔ کبھی کبھی اچانک پہنچ کر پہرہ داروں کے کام کی نگرانی بھی کرتے رہنا۔

10۔ جھوٹوں کی صحبت سے بچنا، سچے اور وفادار ساتھیوں کی صحبت اختیار کرنا۔

11۔ جن سے ملو اخلاص کے ساتھ ملنا اور بزدلی اور خیانت سے بچنا۔

12۔ تم کچھ لوگوں کو دیکھو گے کہ دنیا سے بے تعلق اپنی عبادت گاہوں میں بیٹھے ہیں ان سے ہرگز نہ الجھنا اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا۔

اسلامی فوج کے چاروں سردار اپنی اپنی فوج کو لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے جابیہ پر، یزید بنؓ ابی سفیان نے بلقاء پر، شرجیلؓ بن حسنہ نے بصرہ پر اور عمروؓ بن عاص نے عربہ پر پہنچ کر اپنا مورچہ قائم کر لیا۔ جب شامیوں اور رومیوں نے دیکھا کہ مسلمانوں نے ان کے ملک کو گھیر لیا ہے تو بہت پریشان، ہوئے اور اپنے شہنشاہ ہرقل قیصرِ روم سے مدد مانگی۔

ہرقل قیصر روم اس زمانے میں بیت المقدس میں ٹھہرا ہوا تھا اس نے اپنے تمام سرداروں کو جمع کیا اور ان سے کہا:۔

''میرے رائے تو یہ ہے کہ مسلمانوں سے صلح کر لی جائے۔ شام کا آدھا خراج مسلمانوں کو دے دینا اور آدھا اپنے لیے بچا لینا۔ اس سے بہتر ہے کہ شام کا سارا خراج مسلمانوں کے حوالے کر دیا جائے اور روم کے آدھے خراج سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں''۔

مگر اس کے سرداروں نے اسکی نصیحت قبول نہ کی اور لڑنے پر اصرار کیا۔ ہرقل بیت المقدس سے روانہ ہو کر حمص آیا اور یہاں اس نے اپنی فوجیں جمع کیں۔ اس کو معلوم ہو چکا تھا کہ اسلامی فوج چار حصوں میں تقسیم ہے اس نے بھی ہر حصہ کے مقابلہ کے لیے الگ الگ فوج اپنے چار سرداروں کی ماتحتی میں راونہ کی۔ یہ فوج تعداد کے لحاظ سے کہیں زیادہ تھی۔

ہرقل کا بھائی تذارق ۹۰ ہزار فوج کے ساتھ عمرو بن عاصؓ کے مقابلہ کے لیے جرجیر بن تودر ۵۰ ہزار فوج کے ساتھ یزید کے مقابلہ کے لیے قیقار بن نسطوس ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ ابوعبیدہؓ کے مقابلہ کے لیے اور دراقص ۴۰ ہزار فوج کے ساتھ شرحبیل کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔

جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ ان کی فوج کے ہر حصہ کے مقابلہ کے لیے اس سے کئی کئی گنا رومی فوج آ رہی ہے اور

دشمن کی تجویز یہ ہے کہ مسلمانوں کو الگ الگ پیس ڈالا جائے تو انہوں نے عمرؓو بن عاص سے مشورہ طلب کیا۔

عمرو بن عاص نے کہا میری رائے یہ ہے کہ ہم سب کو یکجا ہو جانا چاہیئے۔ اس صورت میں ہم تعداد کی کمی کی وجہ سے ہرگز مغلوب نہ ہوسکیں گے۔ سب نے عمرو بن عاص کا مشورہ کو پسند کیا اور دربارِ خلافت سے اجازت طلب کی۔

حضرت ابوبکرؓ نے اجازت دے دی اور یہ بھی لکھ بھیجا کہ ''مسلمان تعداد کی کمی کی سبب کبھی مغلوب نہیں ہو سکتے۔ البتہ اگر وہ گناہوں میں گھر گئے تو مغلوب ہو جائیں گے لہذا انہیں گناہوں سے بچنا چاہیئے''۔

ہرقل کو جب معلوم ہوا کہ اسلامی فوج یکجا ہوگئی ہے تو اس نے بھی اپنی فوج کو یکجا ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ رومی فوج نے وادی یرموک کے کنارے مقام واقوصہ میں اپنا مورچہ جمالیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے حکم کے مطابق اسلامی فوجیں آمنے سامنے پڑی رہیں۔ اور کسی کو دوسرے پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ رومیوں کی پوزیشن بھی مضبوط تھی کیونکہ ان کے سامنے دریا تھا اور پس پشت پہاڑ اور ان کی تعداد بھی زیادہ۔ لہذا مسلمانوں نے دربار خلافت میں درخواست کی کہ ان کو مدد بھیجی جائے۔ وہاں سے حضرت خالد بنؓ ولید کو حکم ہوا کہ وہ عراق کی مہم کو چھوڑ کر شام راونہ ہو جائیں۔ حضرت خالدؓ نے مثنیٰ بن حارثہ کو عراق میں اپنا قائم مقام بنایا اور دس ہزار فوج لے کر نہایت تیزی کے ساتھ یرموک کی طرف روانہ ہوگئے۔ اب اسلامی فوج کی کل تعداد ۳۶ ہزار ہوگئی اور رومی فوج کی کل تعداد دو لاکھ چالیس ہزار۔

جنگ یرموک:

حضرت خالدؓ نے دیکھا کہ رومی تعداد کے لحاظ سے بہت زیادہ ہیں اور پھر جنگی اصول کے مطابق اپنی فوجوں کو ترتیب دیئے ہوئے ہیں۔ مسلمان تعداد کے اعتبار سے ان سے کم ہیں اور پھر جتنے ہیں وہ بھی ایک جھنڈے تلے نہیں۔ اس صورت میں اندیشہ تھا کہ لڑائی بہت طول کھینچے اور پھر بھی دشمن کو نقصان نہ پہنچایا جا سکے۔ اس لیے آپ نے اسلامی لشکر کے سرداروں کو جمع کیا اور یہ تقریر فرمائی:۔

''یہ لڑائی ایک عظیم الشان مذہبی لڑائی ہے، آج ہمیں فخر اور نافرمانی کا خیال دل سے نکال دینا چاہیئے اور خالص اللہ کے لیے اپنی کوششیں صرف کر دینی چاہئیں۔ دیکھو دشمن تنظیم و ترتیب کے ساتھ میدان جنگ میں موجود ہے اور تم متفرق و منتشر ہو۔ تمہارا یہ انتشار تمہارے لیے دشمن کے حملہ سے زیادہ نقصان پہنچانے والا ہے اور دشمن کے لیے اس کی مدد سے زیادہ مفید ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ساری فوج ایک امیر کی کمان میں دے دی جائے اور امارتِ فوج کو باری باری تقسیم کر لیا جائے۔ ایک دن ایک سردار امیر ہو اور دوسرے دن دوسرا۔ اگر یہ رائے پسند ہے تو آج مجھے امیر بن جانے دو''۔

اسلامی فوج کے سرداروں نے حضرت خالدؓ کی رائے کو پسند کیا اور انہیں امیرِ لشکر تسلیم کر لیا۔

اسلامی فوج کی تنظیم:

رومی بڑی آن بان کے ساتھ میدان میں صف آرا ہوئے۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے اسلامی فوج کو بھی اس طرح ترتیب دیا کہ پہلے کبھی ترتیب نہ دی گئی تھی۔ آپ نے کل فوج کو ۴۰ دستوں پر تقسیم کیا کچھ دستے قلب میں رکھے۔ ان کا سردار حضرت ابوعبیدہؓ کو مقرر کیا۔ کچھ دستے میمنہ پر رکھے ان کا سردار عمرو بنؓ عاص اور شرجیل بن حسنہ کو مقرر کیا۔ کچھ دستوں پر قعقاع بن عمرو اور مذعور بن عدی وغیرہ کو سردار مقرر کیا۔ آپ نے ہر ہر دستے پر جس میں تقریباً ایک ایک ہزار سپاہی تھے الگ الگ افسر مقرر کئے۔ یہ افسر قلب، میمنہ ومیسرہ کے سرادروں کے ماتحت تھے۔ ابوسفیان نقیب لشکر مقرر ہوئے۔ یہ ساری فوج میں پھر پھر کر تقریر کرتے تھے اور سپاہیوں کو جوش دلاتے تھے۔ جب دنوں فوجیں آمنے سامنے آئیں تو اسلامی فوج میں سے ایک شخص نے کہا۔ ''رومی کس قدر زیادہ ہیں اور مسلمان کس قدر کم''! حضرت خالدؓ نے سنا تو فرمایا۔ یوں کہو۔ ''مسلمان کس قدر زیادہ ہیں اور رومی کس قدر کم''۔

اور پھر اس شخص سے کہا۔

''زیادتی اور کمی کوئی چیز نہیں فتح وشکست اصل چیز ہے۔''

آخر کار لڑائی چھڑی اور تلواروں سے تلواریں ٹکرانے لگیں۔ حضرت خالدؓ خود قلب کے دستوں کو لے کر دشمن کی صفوں میں جا گھسے اور دشمن کی سوار فوج اور پیدل فوج کے درمیان حائل ہو گئے۔ دشمن کے سوار مسلمانوں کے حملوں کو برداشت نہ کر سکے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے انہیں بھاگنے کا راستہ دے دیا۔ اب پیدل فوج رہ گئی۔ حضرت خالدؓ اپنے دستوں کو لے کر اس پر ٹوٹ پڑے۔ رومیوں نے محسوس کیا کہ گویا ان پر دیوار گر پڑی ہے۔ بھاگنے کا ارادہ کیا مگر جاتے کہاں پیچھے پہاڑ تھا۔ بدحواسی کے عالم میں دریا کی طرف پلٹے اور غرق ہو گئے۔

طبری کے بیان کے مطابق اس دریا میں غرق ہونے والوں کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار ہے۔ تلوار کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اترنے والوں کا شمار اس کے علاوہ ہے۔ مسلمان کل تین ہزار شہید ہوئے۔ ابتداء میں جب رومی فوج نے مسلمانوں پر حملہ کیا تو بعض اسلامی دستوں کے قدم اکھڑنے لگے تھے۔ مگر عکرمہؓ بن ابی جہل اور ان کے بیٹے عمرو بن عکرمہ نے اس وقت بڑی جانبازی کا ثبوت دیا۔ عکرمہ نے چلا کر کہا:۔

''میں نے ہر میدان میں رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے ساتھ جنگ کی ہے بھلا میں آج پیٹھ دکھا سکتا ہوں میرے ہاتھ پر کون بیعتِ موت کرنے کے لیے تیار ہے''۔

حارث بن ہشام اور ضرار بن ازور وغیرہ چار سو جانبازوں کی آواز پر میدان میں نکل آئے اور حضرت خالدؓ کے خیمہ

کے سامنے اس بہادری کے ساتھ لڑے کہ دشمن کا منہ پھیر دیا۔ دوسرے دن صبح کو عکرمہؓ اور عمرو بن عکرمہؓ کو حضرت خالدؓ کے پاس لایا گیا۔ یہ زخموں سے چور تھے اور دم توڑ رہے تھے۔ حضرت خالدؓ نے ایک کا سر ران پر اور دوسرے کا اپنی پنڈلی پر رکھا اور ان کے چہرے سے گرد صاف کرتے اور حلق میں پانی ٹپکاتے رہے۔ اسی حالت میں ان دونوں کی روحیں قفس عنصری سے پرواز کر گئیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

اس لڑائی میں مسلمان عورتوں نے بھی اپنا ایک الگ دستہ بنا کر مردانگی کے جوہر دکھائے۔ یہ لڑائی ''جنگ یرموک'' کے نام سے مشہور ہے اور تاریخ اسلامی میں ایک اہم حیثیت رکھتی ہے اس لڑائی میں فتح حاصل کرنے کے بعد شام میں مسلمانوں کے قدم جم گئے اور پھر وہ آگے بڑھتے ہی چلے گئے۔

جنگ یرموک ابھی جاری ہی تھی کہ مدینہ سے قاصد ایک خط لے کر آیا۔ اس خط میں لکھا تھا کہ خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہو گیا ہے اور حضرت عمرؓ ان کے جانشین مقرر ہوئے ہیں۔ خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ نئے خلیفہ نے حضرت خالدؓ کو معزول کر کے ان کی جگہ ابوعبیدہؓ بن الجراح کو سالارِ افواج اسلامیہ مقرر کیا ہے۔

یہ خط سب سے پہلے حضرت خالدؓ ہی کے ہاتھ میں پہنچا۔ اسے پڑھ کر وہ ذرا بھی بددل نہ ہوئے۔ خاموشی کے ساتھ حضرت ابوعبیدہؓ کو خبر دے دی کہ اب آپ میرے سردار ہیں اور میں آپ کا ماتحت اور اس خبر کو عام طور پر شہرت نہ دی کہ کہیں فوج میں بددلی اور ہراس نہ پھیل جائے۔

کسی نے آپ سے پوچھا کہ ''معزولی کی خبر سے آپ کے حملوں کی سختی میں ذرا فرق نہ آیا''۔ آپ نے جواب دیا کہ:

''میں خدا کے لیے لڑ رہا تھا نہ کہ عمرؓ کے لیے''۔(27)

حضرت ابوبکر کی بیماری اور وفات:

۷ جمادی الاخر ۱۳ھ کو حضرت ابوبکرؓ بخار میں مبتلا ہوئے۔ پندرہ روز تک برابر بخار کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر کار ۲۱ جمادی الاخر ۱۳ھ کی شام کو ۶۳ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ حضرت عائشہؓ کے حجرۂ مبارکہ میں رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ کی خلافت کی مدت دو سال تین مہینے گیارہ روز ہوئی۔

وفات کے وقت آپ نے وصیت فرمائی کہ میری زمین فروخت کر کے وہ روپیہ ادا کر دیا جائے جو میں نے وظیفۂ خلافت کی صورت میں وصول کیا ہے۔ چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی۔ کفن کے متعلق فرمایا کہ ''جو کپڑا اس وقت میرے بدن پر ہے اسی کو دھو کر اس میں کفنا دینا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا۔

''ابّا جان یہ تو پرانا ہے''۔ آپ نے جواب دیا ''میرے لیے یہی پھٹا پرانا کافی ہے''۔

آپ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے چند دوسرے کابر صحابہؓ کے ساتھ بیت المال کا جائزہ لیا۔ وہاں صرف ایک دینار پایا گیا جب بیت المال کے خزانچی سے پوچھا گیا کہ شروع سے اب تک خزانہ حلافت میں کتنا روپیہ داخل ہوا ہوگا؟ تو اس نے جواب دیا دولاکھ دینار۔

حضرت ابوبکرؓ کا اصول یہ تھا کہ جو کچھ آئے فوراً تقسیم کر دیا جائے۔ رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کے طریقہ کے مطابق مال جمع رکھنا آپ پسند نہ فرماتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ ایک ہوش مند مدبر، تجربہ کار مفکراور باہمت سپہ سالار تھے آپ کی خلافت آپ کے اس خطبہء خلافت کی عملی تفسیر تھی۔

''اے لوگو! جو شخص تم میں سب سے زیادہ کمزور ہے وہ میرے لیے سب سے زیادہ قوی ہے جب تک کہ میں اسے اس کا حق نہ دلا دوں اور جو شخص تم میں سب سے زیادہ قوی ہے وہ میرے نزدیک سب سے زیادہ کمزور ہے جب تک کہ میں اس سے دوسروں کا حق نہ لے لوں۔ اے لوگو! میں رسول اللہ کا پیروہوں خود کوئی نئی بات پیدا کرنے والا نہیں جب تک میں راہِ حق پر رہوں میری مدد کرو اور جب اس راہ سے ہٹوں تو مجھے سیدھی راہ پر ڈال دو''۔

5۔ خودآزمائی

1۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حالات زندگی اور سیرت پر نوٹ لکھیں۔

2۔ عہد صدیقی میں جھوٹی نبوت کا دعوی کرنے والے کون کون لوگ تھے۔

3۔ فتنہ ارتداد اور منکرین زکوۃ کے خلاف اقدامات صدیقی کا جائزہ لیں۔

6۔ لازمی کتب برائے مطالعہ

1۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی: صدیق اکبرؓ

2۔ پروفیسر علی محسن صدیقی: الصدیقؓ

3۔ مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی: سیرۃ الصدیقؓ

4۔ حسنین ہیکل: الصدیق ابوبکرؓ

5۔ مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی وتاریخ ملت جلد از مفتی انتظام اللہ شہابی

6۔ حاجی معین الدین ندوی خلفائے راشدین

7۔ ماخذ و مصادر

1۔ محمد بن سعد، الطبقات الکبری، جلد۳ ص ۱۶۹

2۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ترجمہ ام الخیر سلمی

3۔ طبری، امام ابن جریر الطبر ی، تاریخ الرسل والملوک، جلد۳ ص ۴۲۷

4۔ طبری، امام ابن جریر الطبر ی، تاریخ الامم والملوک، جلد۳، ص ۲۷

5۔ البلاذری، انساب الاشراف، دار المعارف، ۱۹۵۹ء جلد ا ص ۲۰۶

6۔ ابن ہشام، السیر ۃ النبویہ، ج ا ص ۲۵۰

7۔ ابن ہشام، السیر ۃ النبویہ، ج ا ص ۲۵۰

8۔ البلاذری، انساب الاشراف، جلد ا ص ۱۶۵

9۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحوالات، باب جوار ابی بکر فی عہد النبی، حدیث نمبر ۲۱۳۴

10۔ ابن کثیر، السیر ۃ النبویہ، ہجرت مدینہ

11۔ التوبۃ: ۴۰

12۔ دارمی کتاب الزکاۃ باب الرجل یتصدق بجمیع ما عندہ

13۔ بوداؤد، السنن، کتاب المناسک حجاب الخطبۃ یوم الرویۃ حدیث نمبر ۲۹۴۳

14۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاذان، باب حد المریض ان یشھد الجماعۃ، حدیث نمبر ۶۲۴

15۔ آل عمران ۳: ۱۴۴

16۔ طبری، امام ابن جریر الطبر ی، تاریخ الامم والملوک، جلد۳، ص ۲۲۵

17۔ طبری، امام ابن جریر الطبر ی، تاریخ الامم والملوک، جلد۳، ص ۲۲۷

18۔ ابن ہشام، ج۲ص۳۰۶

19۔ الحجرات۴۹:۱۴

20۔ امام مالک الموطا،ص۳۰۵

21۔ طبری، امام ابن جریر الطبر ی، تاریخ الامم والملوک، جلد۳،ص۲۴۸

22۔ تاریخ ملت ج اص۱۶۸تا۱۸۰

23۔ تاریخ ملت ج اص۱۶۸تا۱۸۰

24۔ بن ہشام، السیر ۃ النبو یہ، ج اص۲۵۰

25۔ الاعراف ۷:۱۲۸

26۔ تاریخ ملت ج اص۱۶۸تا۱۸۰(اخذ وتلخیص)

27۔ تاریخ ملت ج اص۱۸۸تا۲۰۵(اخذ وتلخیص)

یونٹ نمبر 6

حضرت عمر فاروقؓ، سیرت، خلافت اور کارنامے

تالیف: ڈاکٹر محمد سجاد
نظر ثانی: پروفیسر ڈاکٹر محی الدین ہاشمی

فہرست عنوانات

		یونٹ کا تعارف	198
		یونٹ کے مقاصد	199
1۔		نام ونسب اور خاندان	200
2		قبول اسلام	201
3		ہجرت	203
4		غزوات میں شرکت	203
5		خلافت اور فتوحات	207
	5.1	مہم عراق	207
	5.2	جنگ قادسیہ	210
	5.3	فتوحات شام	212
	5.4	میدان یرموک	213
	5.5	بیت المقدس	214
	5.6	فتوحات مصر	214
	5.7	شہادت	215
	5.8	ازدواج واولاد	216
6		عہد فاروقی کا نظام سلطنت	216
	6.1	شورائیت	216
	6.2	صوبوں اور ضلعوں کی تقسیم	217
	6.3	احتساب	217
	6.4	محکمہ پولیس	218
	6.5	بیت المال	219
	6.6	تعمیرات	219
	6.7	نئے شہروں کی آبادکاری	220
	6.8	فوجی انتظامات	221

7۔	مذہبی خدمات	223
7.1	قرآن حکیم کی تعلیم واشاعت	223
7.2	حدیث نبوی	224
8۔	حضرت عمرؓ کی سیرت	225
8.1	عدل وانصاف	225
8.2	تقوی	225
8.3	حب رسول واتباع سنت	226
8.4	زہد وقناعت	227
8.5	تواضع وانکساری	227
8.6	رفاہ عامہ	228
9۔	خود آزمائی	229
10۔	لازمی کتب برائے مطالعہ	229
11۔	مآخذ ومصادر	230

یونٹ کا تعارف

حضرت عمرؓ بن خطاب کا تعلق خاندان قریش کے ایک اہم خاندان بنو عدی سے تھا۔ اپنی قابلیت اور لیاقت کی بنا پر قریشی اشرافیہ میں بلند مقام پر فائز تھے۔فنون حرب سے واقف اور پڑھے لکھے تھے۔ جب رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے اللہ کے دین کی دعوت دی اور لوگ مسلمان ہونے لگے تو حضرت عمرؓ مسلمانوں کے سخت مخالف ہو گئے۔حضور اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے اللہ تعالی سے دعا فرمائی کہ!

اے اللہ عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کی نصرت فرما،

اللہ تعالی نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی اور حضرت عمرؓ ایمان کی دولت سے مستفیض ہوئے۔آپ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو اکرام واعزاز ملا۔ایمان لانے کے بعد آپ کی تمام سرگرمیوں کا مرکز ومحور رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی ذات تھی۔مکی عہد نبوت میں حضور کے ساتھ رہے،ہجرت مدینہ کے بعد تمام غزوات میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے ساتھ شریک رہے،رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے آپ کے فضائل ومناقب میں فرمایا۔

''بے شک عمر بن خطاب جنتی ہیں''۔

ایک اور موقع پر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا۔

''اگر میرے بعد نبی کوئی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے، میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں''۔

حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے دوسرے خسر تھے۔اور آپؐ کے ہمہ وقت کے رفیق،حضورؐ آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے۔امت اسلامیہ میں آپ تیسرے عظیم شخص شمار ہوتے ہیں۔حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں ان کے مشیر رہے،اور ان کے بعد دوسرے خلیفہ بنے۔آپ کا عہد خلافت اسلام کی فتح ونصرت اور اشاعت وتوسیع کا عہد ہے۔آپ نے اسلامی ریاست کو مزید منظّم کیا۔نئے نئے اداروں کی تشکیل کی ریاست کو کئی صوبوں اور ضلعوں میں تقسیم کیا،فوج کی تشکیل ہوئی،عاملین اور والیوں کے تقرر کے لیے اصول وضوابط وضع کیے گئے۔احتساب کا مکمل نظام بنایا گیا،نئے شہر بنائے گئے،تہذیب تمدن میں ترقی ہوئی،

خلافت فاروقی میں بعض نئے کام ہوئے جن کو عام طور سے ''اولیات عمر،، کہا جاتا ہے۔جن کی تعداد چالیس یا پچاس تک ہے،ان میں سن ہجری کا آغاز،خلیفہ کے لیے امیر المومنین کا لقب اختیار کرنا،مردم شماری،نہریں کھدوائیں،سڑکیں

بنوائیں، برید کا انتظام، وقف کے طریقہ کی ایجاد، مکاتیب کا قیام، تنخواہیں مقرر کیں، وغیرہ

حضرت عمر فاروقؓ اسلام کے مجسم پیکر تھے، ان میں اللہ کا خوف اور محبت رسول حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ قرآن وسنت کی پابندی کرتے تھے۔ آپ نے انتہائی سادہ زندگی بسر کی، عوام اور رعایا کی خبر گیری میں ہمیشہ مشغول رہے۔

اس یونٹ میں آپ کے احوال و آثار اور آپ کے عہد خلافت کا اجمالی جائزہ لیا گیا ہے۔

یونٹ کے مقاصد

امید ہے کہ اس یونٹ کی مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

1۔ حضرت عمر فاروقؓ کے حالات زندگی کے بارے میں جان سکیں۔

2۔ عہد فاروقیؓ کی فتوحات کا مطالعہ کر سکیں۔

3۔ حضرت عمر فاروقؓ کے نظام حکومت کے بارے میں جان سکیں۔

4۔ حضرت عمر فاروقؓ کی سیرت و کردار سے آگاہ ہو سکیں۔

1۔ نام ونسب اور خاندان

عمر نام، ابوحفص کنیت، فاروق لقب ہے۔والد کا نام خطاب اور والدہ کا نام ختمہ تھا۔ پورا سلسلۂ نسب یہ ہے، عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزی بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر بن مالک (۱) چونکہ عدی کے دوسرے بھائی مرہ تھے جو رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے اجداد سے ہیں، اس لحاظ سے حضرت عمرؓ کا سلسلۂ نسب رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی آٹھویں پشت میں جا کر مل جاتا ہے۔

آپؓ کا خاندان عہد جاہلیت میں بھی نہایت ممتاز تھا، آپ کے جد اعلیٰ عدی عرب کے باہمی منازعات میں ثالث مقرر ہوا کرتے تھے، اور قریش کو کسی قبیلہ کے ساتھ کوئی ملکی معاملہ پیش آجاتا تو سفیر بن کر جایا کرتے تھے، اور یہ دونوں منصب عدی کے خاندان میں نسلاً بعد نسل چلے آرہے تھے، آبائی خاندان کی طرح حضرت عمرؓ ماں کی طرف سے بھی نہایت معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

حضرت عمرؓ ولادت نبوی سے بارہ برس بعد پیدا ہوئے۔ بچپن کا زمانہ مکی سماج کے رسم ورواج کے مطابق گزارا۔ شباب کا آغاز ہوا تو نسب دانی، سپہ گری، پہلوانی اور خطابت میں مہارت پیدا کی، خصوصاً شہسواری میں کمال حاصل کیا، اسی زمانہ میں انہوں نے لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا تھا۔عرب میں لوگوں کا ذریعۂ معاش زیادہ تر تجارت تھا، اس لیے آپ نے بھی یہی پیشہ اختیار کیا اور اسی سلسلہ میں دور دراز ممالک کا سفر کیا اور اس طریقہ سے خودداری، بلند حوصلگی، تجربہ کاری اور معاملہ فہمی کی لازوال دولت حاصل کی، یہی وجہ تھی کہ حضرت عمرؓ قبول اسلام سے پہلے ہی تمام عرب میں روشناس ہو گئے تھے، اور قریش نے ان کی قابلیت کے جوہر دیکھ کر سفارت کے منصب پر مامور کر دیا تھا۔قبائل میں جب کوئی پیچیدگی پیدا ہو جاتی تھی تو آپ ہی سفیر بن کر جاتے تھے اور اپنے غیر معمولی فہم تدبر اور تجربہ سے اس عقدہ کو حل کرتے تھے (۲)

آپ کی عمر ستائیس سال تھی جب مکہ کی گھاٹیوں سے توحید کی صدا بلند ہوئی، حضرت عمرؓ کے لیے یہ آواز نہایت مانوس تھی، اس لیے سخت برہم ہوئے، یہاں تک کہ جس کی نسبت معلوم ہو جاتا کہ یہ مسلمان ہو گیا ہے، اس کے دشمن بن جاتے، ان کے خاندان کی ایک کنیز مسلمان ہو گئی تھی، اس کو اس قدر مارتے کہ مارتے مارتے تھک جاتے، اس کے سوا اور جس جس پر قابو چلتا تھا زدوکوب سے دریغ نہ کرتے تھے۔

2۔ قبول اسلام

قریش مکہ میں سے عمر بن ہشام (ابوجہل) اور عمر بن خطاب، اسلام اور بانی اسلامحضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی دشمنی میں سب سے زیادہ سرگرم تھے، اس لیے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے خصوصیت کے ساتھ انہی دونوں کے لیے قبول اسلام کی دعا فرمائی۔

" اللھم ا عز الاسلام با حد ھذین الرّجلین الیک بابی جھل بن ھشام او بعمر بن الخطاب (3)

یعنی خدایا اسلام کو ابوجہل بن ہشام یا عمر بن الخطاب سے معزز کر

اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ کچھ دنوں کے بعد جو اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا، سب سے بڑا دوست اور سب سے بڑا جان نثار ہوگیا، یعنی حضرت عمرؓ کا دامن دولت ایمان سے بھر گیا۔ تاریخ وسیر کی کتابوں میں حضرت عمرؓ کی تفصیلاتِ اسلام میں اختلاف ہے، ایک مشہور واقعہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ اپنی انتہائی سختیوں کے باوجود ایک شخص کو بھی اسلام سے بددل نہ کر سکے، تو آخر کار مجبور ہو کر (نعوذ باللہ) خود بانی اسلام حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے قتل کا ارادہ کیا، اور تلوار کمر سے لگا کر سیدھے رحضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی طرف چلے، راہ میں نُعیم بن عبداللہ مل گئے اور ان کے تیور دیکھ کر پوچھا خیر تو ہے؟ بولے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کا فیصلہ کرنے جاتا ہوں، انہوں نے کہا "پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو، خود تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام لا چکے ہیں" فوراً پلٹے اور بہن کے ہاں پہنچے، وہ قرآن پڑھ رہی تھیں ان کی آہٹ پا کر چپ ہوگئیں اور قرآن کے اجزا چھپالیے، لیکن آواز ان کے کانوں میں پڑ چکی تھی، بہن سے پوچھا یہ کیا آواز تھی؟ بولیں کچھ نہیں، انہوں نے کہا میں سن چکا ہوں تم دونوں مرتد ہوگئے ہو، یہ کہ کہ بہنوئی سے دست وگریبان ہوگئے اور جب ان کی بہن بچانے کو آئیں تو ان کی بھی خبر لی یہاں تک کہ ان کا جسم لہولہان ہوگیا، لیکن اسلام کی محبت پر ان کا کچھ اثر نہ ہوا۔ بولیں کہ "عمرؓ جو بن آئے کرو، لیکن اسلام اب دل سے نہیں نکل سکتا"۔

ان الفاظ نے حضرت عمرؓ کے دل پر خاص اثر کیا بہن کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھا، ان کے جسم سے خون جاری تھا، دیکھ کر اور بھی رقت ہوئی، فرمایا تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھ کو بھی سناؤ، فاطمہ نے قرآن کے اجزاء سامنے لا کر رکھ دیئے۔ اٹھا کر دیکھا تو یہ سورہ تھی،

﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ حَكِيم﴾ (4)

زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے سب خدا کی تسبیح پڑھتے ہیں وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

ایک ایک لفظ پران کا دل مرعوب ہوتا جا تا تھا، یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے

﴿آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِہٖ﴾(5)

خدا پراوراس کے رسول پرایمان لاؤ

تو بے اختیار پکاراٹھے،

اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد عبده ورسوله

یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم ارقم کے مکان میں جوکوہ صفا کے نیچے واقع تھا پناہ گزین تھے، حضرت عمرؓ نے آستانہ مبارک پر پہنچ کر دستک دی، چونکہ شمشیر بکف تھے صحابہ کوتر دد ہوا، لیکن حضرت امیر حمزہؓ نے کہا آنے دو' مخلصانہ آیا ہے تو بہتر ہے ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا'' حضرت عمرؓ نے اندر قدم رکھا تو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے خود آگے بڑھے، اوران کا دامن پکڑ کے فرمایا۔'' کیوں عمر کس ارادہ سے آئے ہو؟'' نبوت کی پرجلال آواز نے ان کو کپکپادیا۔(6)

حضرت عمرؓ کے مسلمان ہوجانے سے اسلام کی تاریخ میں ایک نیا دور شروع ہوگیا، اس وقت تک چالیس یا اس سے کچھ کم وبیش آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے، لیکن وہ نہایت بے بسی و مجبوری کے عالم میں تھے، علانیہ فرائض مذہبی ادا کرنا تو درکنارا اپنے کو مسلمان ظاہر کرنا بھی خطرہ سے خالی نہ تھا، اور کعبہ میں نماز پڑھنا تو بالکل ناممکن تھا۔ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے دفعتاً حالت بدل گئی، انہوں نے علانیہ اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ آپؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم، اب تو کعبہ میں نماز ادا کی جائیگی۔ حضرت عمرؓ کی خواہش پر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم مسلمانوں کی دوصفوں کو لے کر جن میں سے ایک کے لیڈر حضرت عمرؓ تھے اور دوسری کے حضرت حمزہؓ کعبہ میں تشریف لائے اور نماز باجماعت ادا کی(7)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا،

مازلنا اعزه منذ اسلم عمر(8)

یہ پہلا موقع تھا کہ حق، باطل کے مقابلہ میں سر بلند ہوا اور حضرت عمر کو اس صلہ میں دربار نبوت سے فاروق کا لقب مرحمت کیا گیا۔

3۔ ہجرت

حضرت عمرؓ ۷ نبوی میں اسلام لائے تھے، اور ۱۳ نبوی میں ہجرت ہوئی، اس طرح گویا انھوں نے اسلام لانے کے بعد تقریباً ۶۔۷ برس تک قریش کے مظالم برداشت کئے جب مسلمانوں کو مدینہ کی جانب ہجرت کی اجازت ہوئی تو حضرت عمرؓ بھی اس سفر کے لیے آمادہ ہوئے، اور بارگاہ نبوت حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے اجازت لے کر چند آدمیوں کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور اس شان کے ساتھ روانہ ہوئے کہ پہلے مسلح ہوکر مشرکین کے مجمعوں سے گذرتے ہوئے خانۂ کعبہ پہنچے، نہایت اطمینان سے طواف کیا، نماز پڑھی، پھر مشرکین سے مخاطب ہوکر کہا کہ جس کو مقابلہ کرنا ہو وہ مکہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرلے لیکن کسی کی ہمت نہ ہوئی، اور وہ مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے مدینہ تشریف لانے کے بعد غریب الوطن مہاجرین کے رہنے سہنے کا اس طرح انتظام کیا کہ ان میں اور انصار میں برادری قائم کردی، اس رشتے کے قائم کرنے میں فرقِ مراتب کا خاص طور پر لحاظ رکھا گیا تھا، یعنی جو مہاجر جس رتبہ کا تھا اسی حیثیت کے انصاری سے اس کی برادری قائم کی گئی تھی، چنانچہ حضرت عمرؓ کے برادر اسلام حضرت عتبان بن مالکؓ قرار پائے تھے جو قبیلۂ بنی سالم کے معزز رئیس تھے۔

4۔ غزوات میں شرکت

حضرت عمرؓ بدر سے تبوک تک تمام غزوات میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے شانہ بشانہ لڑے۔ مدینہ میں سب سے پہلا معرکہ بدر کا پیش آیا، حضرت عمرؓ اس معرکہ میں رائے، تدبر، جانبازی اور پامردی کے لحاظ سے ہر موقع پر رسول اللہؐ کے دست و بازو رہے، بدر کا میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ مشرکین کے کم و بیش ستر آدمی مارے گئے اور تقریباً اسی قدر گرفتار ہوئے، چونکہ ان میں سے قریش کے اکثر بڑے بڑے معزز سردار تھے اس لیے بحث پیدا ہوئی کہ ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے، حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے تمام صحابہ سے رائے لی، لوگوں نے مختلف رائیں دیں، حضرت ابوبکرؓ کی رائے ہوئی کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے، حضرت عمرؓ نے اختلاف کیا اور کہا کہ ان سب کو قتل کردینا چاہیے،

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی شان رحمۃ للعالمین نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے پسند کی اور فدیہ لے کر چھوڑ دیا، مگر اللہ تعالی نے بذریعہ وحی حضرت عمرؓ کی رائے کو درست قرار دیا۔ (9)

واقعۂ بدر کے بعد شوال ۳ھ میں غزوہ احد کا معرکہ پیش آیا، اس میں ایک طرف تو قریش کی تعداد تین ہزار تھی جس میں دوسو سوار اور سات سو زرہ پوش تھے، ادھر غازیانِ اسلام کی کل تعداد صرف سات سو تھی جس میں سو زرہ پوش اور دو سو سوار تھے، ۷/شوال ہفتہ کے دن لڑائی شروع ہوئی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے عبداللہ بن جبیرؓ کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ فوج کے عقب میں متعین کر دیا تھا کہ ادھر سے کفار حملہ نہ کرنے پائیں۔

مسلمانوں نے مشرکین کی صفیں تہ و بالا کر دیں، کفار شکست کھا کر بھاگے اور غازیان دین مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے تیر اندازوں نے سمجھا کہ اب معرکہ ختم ہو چکا، اس خیال سے وہ بھی مال غنیمت جمع میں مصروف ہو گئے، تیر اندازوں کا اپنی جگہ سے ہٹنا تھا کہ خالد نے (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) دفعۃً عقب سے زور شور کے ساتھ حملہ کر دیا، یہاں تک کہ کفار نے خود ذات اقدس حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم پر یورش کر دی، اور اس قدر تیروں اور پتھروں کی بارش کی کہ آپ کے دندانِ مبارک شہید ہو گئے، پیشانی پر زخم آیا، اور اس کے ساتھ آپ ایک گڑھے میں گر پڑے اور لوگوں کی نظروں سے چھپ گئے۔

جنگ کا زور شور جب کسی قدر کم ہوا تو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم اپنے تیس فدائیوں کے ساتھ پہاڑ پر تشریف لائے، اسی اثنا میں خالدؓ کو ایک دستۂ فوج کے ساتھ اس طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ خدایا یہ لوگ یہاں تک نہ آنے پائیں، حضرت عمرؓ نے چند مہاجرین اور انصار کے ساتھ آگے بڑھ کر حملہ کیا اور ان لوگوں کو ہٹا دیا۔

ابوسفیان سالار قریش درہ کے قریب پہنچ کر پکارا کہ اس گروہ میں محمد ہیں؟ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے اشارہ کیا کہ کوئی جواب نہ دے، ابوسفیان نے پھر حضرت عمرؓ اور ابوبکرؓ کا نام لے کر کہا یہ اس مجمع میں ہیں یا نہیں؟ اور جب کسی نے کچھ جواب نہیں دیا تو بولا کہ ضرور یہ لوگ مارے گئے، حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا پکار کر کہا او دشمن خدا! ہم سب زندہ ہیں! ابوسفیان نے کہا اے ہبل بلند ہو، حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا جواب دو، اللہ اعلیٰ واجل، یعنی خدا بلند و برتر ہے۔ (10)

غزوۂ احد کے بعد ۳ھ میں حضرت عمرؓ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ ان کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے نکاح میں آئیں۔ ۴ھ میں بنونضیر کو ان کی بدعہدی کے باعث مدینہ سے جلاوطن کیا گیا، اس واقعہ میں بھی حضرت عمر شریک رہے، ۵ھ میں غزوۂ خندق پیش آیا، حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ

وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے مدینہ سے باہر نکل کر خندق تیار کرائی، دس ہزار کفار نے خندق کا محاصرہ کیا، وہ لوگ کبھی کبھی خندق میں گھس کر حملہ کرتے تھے، اس لیے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے خندق کے ادھر ادھر کچھ کچھ فاصلہ پر اکابر صحابہ کو معین کر دیا تھا کہ دشمن ادھر سے نہ آنے پائیں، ایک حصہ پر حضرت عمرؓ معین تھے، چنانچہ یہاں ان کے نام کی ایک مسجد آج بھی موجود ہے، ایک دن کافروں کے مقابلہ میں ان کو اس قدر مصروف رہنا پڑا کہ عصر کی نماز قضا ہوتے ہوتے رہ گئی، چنانچہ آنحضرت کے پاس آ کر عرض کی کہ آج کافروں نے نماز پڑھنے تک کا موقع نہ دیا، حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا کہ میں نے بھی اب تک عصر کی نماز نہیں پڑھی۔ مختصر یہ کہ کامل ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد مسلمانوں کے ثبات واستقلال کے آگے کافروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور یہ میدان بھی غازیوں کے ہاتھ رہا۔

۶ ھ میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے زیارتِ کعبہ کا ارادہ فرمایا اور اس خیال سے کہ کسی کو لڑائی کا شبہ نہ ہو حکم دیا کہ کوئی ہتھیار باندھ کر نہ چلے، ذوالحلیفہ پہنچ کر حضرت عمرؓ کو خیال ہوا کہ دشمنوں میں غیر مسلح چلنا مصلحت نہیں؟ چنانچہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے ان کی رائے کے موافق مدینہ سے اسلحہ منگوا لیا، مکہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ قریش نے عہد کر لیا ہے کہ مسلمانوں کو مکہ میں قدم نہ رکھنے دیں گے، چونکہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو لڑنا مقصود نہیں تھا، اس لیے مصالحت کے خیال سے حضرت عثمانؓ کو سفیر بنا کر بھیجا، قریش نے ان کو روک رکھا، اور جب کئی دن گذر گئے تو خبر مشہور ہوئی کہ وہ شہید کر دیے گئے، حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے یہ خبر سن کر صحابہ سے جو تعداد میں چودہ سو تھے، ایک درخت کے نیچے جہاد پر بیعت لی، چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾(11)

حضرت عمرؓ نے بیعت سے پہلے ہی لڑائی کی تیاری شروع کر دی تھی ہتھیار سج رہے تھے کہ خبر ملی کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم بیعت لے رہے ہیں، اسی وقت بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور جہاد کے لیے دست اقدس پر بیعت کی (12)

قریش مصر تھے کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم اس سال مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے، آخر بڑے ردوقدح کے بعد ایک معاہدہ پر طرفین رضامند ہو گے، اس معاہدہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر قریش کا کوئی

آدمی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے ہاں چلا جائے تو اس کو قریش کے پاس واپس کر دیا جائے گا لیکن اگر مسلمانوں کا کوئی شخص قریش کے ہاتھ آ جائے تو ان کو نہ واپس کرنے کا اختیار ہوگا۔ حضرت عمرؓ کی غیور طبیعت اس شرط سے نہایت مضطرب ہوئی، اور خود سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے دربار میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ جب ہم حق پر ہیں تو باطل سے اس قدر دب کر کیوں صلح کرتے ہیں، حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں اور خدا کے حکم کے خلاف نہیں کرتا، اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں بھی یہی گفتگو کی اور انہوں نے بھی یہی جواب دیا، بعد کو حضرت عمرؓ کو اپنی اس گفتگو پر ندامت ہوئی اور اس کے کفارے میں کچھ خیرات کی (13)

الغرض معاہدۂ صلح لکھا گیا، حضرت عمرؓ نے بھی اس پر اپنے دستخط ثبت کیے، حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے مدینہ کا قصد کیا، راہ میں سورۂ فتح نازل ہوئی، حضرت عمرؓ کو بلا کر سنایا اور کہا کہ آج ایسی سورہ نازل ہوئی ہے، جو مجھ کو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے (14)

۷ھ میں واقعۂ خیبر پیش آیا، یہودیوں نے بڑے بڑے مضبوط قلعے بنالیے تھے جن کا مفتوح ہونا آسان نہ تھا، پہلے حضرت ابو بکرؓ سپہ سالار ہوئے، ان کے بعد حضرت عمرؓ اس خدمت پر مامور ہوے، لیکن یہ فخر تو حضرت علیؓ کے لیے مقدر ہو چکا تھا، غرض حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مرحب مارا گیا اور خیبر فتح ہو گیا حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے خیبر کی زمین مجاہدوں کو تقسیم کر دی، چنانچہ ایک ٹکرا ثمغ نامی حضرت عمرؓ کے حصہ میں آیا، انھوں نے اس کو راہ خدا میں وقف کر دیا، اور اسلام کی تاریخ میں یہ پہلا وقف تھا جو عمل میں آیا۔

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے دس ہزار مجاہدین کے ساتھ رمضان ۸ھ میں مکہ پر حملہ کیا اور نہایت جاہ وجلال کے ساتھ فاتحانہ داخل ہوئے اور باب کعبہ پر کھڑے ہو کر نہایت فصیح وبلیغ تقریر کی، پھر حضرت عمرؓ کو ساتھ لے کر مقام صفا پر لوگوں سے بیعت لینے کے لیے تشریف لائے، لوگ جوق در جوق آتے تھے اور بیعت کرتے جاتے تھے، حضرت عمرؓ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے قریب لیکن کسی قدر نیچے بیٹھے تھے، جب عورتوں کی باری آئی تو چونکہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم بیگانہ عورتوں کے ہاتھ کو مس نہیں کرتے تھے، اس لیے حضرت عمرؓ کو اشارہ کیا کہ تم ان سے بیعت لو چنانچہ تمام عورتوں نے انھیں کے ہاتھ پر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ

علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم سے بیعت کی۔

فتح مکہ کے بعد اسی سال ہوازن کی لڑائی پیش آئی جو غزوۂ حنین کے نام سے مشہور ہے حضرت عمرؓ اس جنگ میں بھی نہایت ثابت قدمی اور پا مردی کے ساتھ شریک کارزار رہے، پھر ۹ ھ میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ قیصرِ روم عرب پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے، چنانچہ آنحضرت نے تمام صحابہ کو تیاری کا حکم دیا اور جنگی تیاریوں کے لیے زرومال سے اعانت کی ترغیب دلائی، اکثر صحابہ نے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں، حضرت عمرؓ نے اس موقع پر تمام مال واسباب میں سے نصف لا کر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کی خدمت میں پیش کیا(15) غرض اسلحہ اور سامان رسد مہیا ہو جانے کے بعد مجاہدین نے مقام تبوک کا رخ کیا یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی اس لیے چند روز قیام کے بعد سب لوگ واپس آگئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت صرف سوا دو برس رہی، ان کے عہد میں جس قدر بڑے بڑے کام انجام پائے سب میں حضرت عمرؓ شریک رہے، قرآن شریف کی ترتیب کا کام خاص ان کے مشورہ اور اصرار سے عمل میں آیا، غرض حضرت ابوبکر صدیق کو اپنے عہد خلافت میں تجربہ ہو گیا تھا کہ منصب خلافت کے لیے عمر فاروقؓ سے زیادکوئی شخص موزوں نہیں ہوسکتا، چنانچہ انھوں نے وفات کے قریب اکابر صحابہ سے مشورہ لے کر ان کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا اور بلا کر مفید اور مؤثر نصیحتیں کیں جو حضرت عمرؓ کے لیے نہات عمدہ دستور العمل ثابت ہوئیں۔

5۔ خلافت اور فتوحات

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تریسٹھ برس کی عمر میں اواخر جمادی الثانی دوشنبہ کے روز وفات پائی اور حضرت عمر فاروقؓ مسند آرائے خلافت ہوئے، خلیفہ سابق کے عہد میں مدعیان نبوت، مرتدین عرب اور منکرین زکوۃ کا خاتمہ ہو کر فتوحات ملکی کا آغاز ہو چکا تھا، یعنی ۱۲ ہجری میں عراق پر لشکر کشی ہوئی، اور حیرہ کے تمام اضلاع فتح ہو گئے، اس طرح ۱۳ ہجری میں شام پر حملہ ہوا اور (اسلامی فوجیں سرحدی اضلاع میں پھیل گئیں، ان مہمات کا آغاز ہی تھا کہ خلیفہء وقت نے انتقال کیا، حضرت عمرؓ نے عنان خلافت ہاتھ میں لی تو ان کا سب سے اہم فرض انہی مہمات کو تکمیل تک پہنچانا تھا۔

5.1 مہمِ عراق:

حضرت عمرؓ نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی تو سب سے پہلے مہمِ عراق کے طرف متوجہ ہوئے، بیعت خلافت کے

لیے اطراف و دیار سے بے شمار آدمی آئے تھے، اس موقع کو غنیمت سمجھ کر مجمع عام میں جہاد کا وعظ کیا۔ حضرت عمرؓ نے کئی دن تک وعظ کہا لیکن کچھ اثر نہ ہوا، آخر چوتھے دن ایسی پر جوش تقریر کی کہ حاضرین کے دل ہل گئے، مثنیٰ شیبانی نے کہا کہ ''مسلمانو! میں نے مجوسیوں کو آزمالیا ہے، وہ مرد میدان نہیں ہیں ہم نے عراق کے بڑے بڑے اضلاع فتح کر لیے ہیں اور عجمی اب ہمارا لوہا مان گئے ہیں، اس طرح قبیلۂ ثقیف کے سردار ابوعبید ثقفی نے جوش میں آ کر کہا ''انا لھذا'' یعنی اس کے لیے میں ہوں۔ ابو عبید کی بیعت نے تمام حاضرین کو گرما دیا اور ہر طرف غلغلہ اٹھا کہ ہم بھی حاضر ہیں، حضرت عمرؓ نے مدینہ اور اس کے مضافات سے ایک ہزار اور دوسری روایت کے مطابق پانچ ہزار آدمی انتخاب کیے اور ابوعبید کو سپہ سالار مقرر کر کے روانہ کیا۔

حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں عراق پر جو حملہ ہوا اس نے ایرانیوں کو بیدار کر دیا تھا، چنانچہ پوران دخت نے جو صغیر السن یزدگرد شاہِ ایران کی نائب تھی فرخ زاد گورنر خراسان کے بیٹے رستم کو جو نہایت شجاع اور مدبر تھا دربار میں طلب کر کے وزیرِ جنگ بنایا اور تمام اہل فارس کو اتحاد و اتفاق پر آمادہ کیا، نیز مذہبی حمیت کا جوش دلا کر نئی روح پیدا کر دی، اس طرح دولت کیانی نے پھر وہی قوت پیدا کر لی جو ہرمزد پرویز کے زمانہ میں اس کو حاصل تھی۔

رستم نے ابوعبید کے پہنچنے سے پہلے ہی اضلاعِ فرات میں غدر کرا دیا اور جو مقامات مسلمانوں کے قبضہ میں آ چکے تھے وہ ان کے قبضہ سے نکل گئے۔ پوران دخت نے ایک اور زبردست فوج رستم کی اعانت کے لیے تیار کی اور نرسی و جابان کو سپہ سالار مقرر کیا، یہ دونوں دو راستوں سے روانہ ہوئے، جابان کی فوج تمارق پہنچ کر ابوعبید کی فوج سے برسر پیکار ہوئی اور بری طرح شکست کھا کر بھاگی، ایرانی فوج کے مشہور افسر جوشن شاہ اور مردان شاہ مارے گئے۔ جابان گرفتار ہوا، مگر اس حیلے سے بچ گیا۔

ابوعبید نے جابان کو شکست دینے کے بعد سقاطیہ میں نرسی کی فوج گراں سے مقابلہ کیا اور شکست دی اس کا اثر یہ ہوا کہ قرب و جوار کے تمام رؤسا خود بخود مطیع ہو گئے، نرسی و جابان کی ہزیمت سن کر رستم نے مردان شاہ کو چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ ابوعبید کے مقابلہ میں روانہ کیا، ابوعبید نے باوجود افسرانِ فوج کے شدید اختلاف کے فرات سے پار اتر کر نبرد آزمائی کی، چونکہ پار کا میدان تنگ اور ہموار تھا، نیز عربی دلاوروں کے لیے ایران کے کوہ پیکر ہاتھیوں سے یہ پہلا مقابلہ تھا، اس لیے مسلمانوں کو سخت ہزیمت ہوئی اور نو ہزار فوج میں سے صرف تین ہزار باقی بچی۔

حضرت عمرؓ کو اس شکست نے نہایت برافروختہ کیا، انہوں نے اپنے پر جوش خطبوں سے تمام قبائل عرب میں آگ لگا دی، عام جوش کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ نمر و تغلب کے سرداروں نے جو مذہباً عیسائی تھے اپنے قبائل کے

مسلمانوں کے ساتھ شرکت کی اور کہا کہ آج عرب وعجم کا مقابلہ ہے، اس قومی معرکہ میں ہم بھی قوم کے ساتھ ہیں، غرض حضرت عمرؓ نے ایک فوج گراں کے ساتھ حضرت جریر بجلی کو میدان رزم کی طرف روانہ کیا، یہاں مثنیٰ نے بھی سرحد کے عربی قبائل کو جوش دلا کر ایک زبردست فوج تیار کر لی تھی۔

پوران دخت نے ان تیاریوں کا حال سن کر فوج خاص میں سے بارہ ہزار جنگ آزما بہادر منتخب کر کے مہران ابن مہرویہ کے ساتھ مجاہدین کے مقابلہ کے لیے روانہ کیے حیرہ کے قریب دونوں حریف صف آرا ہوئے، ایک شدید جنگ کے بعد عجمیوں میں بھاگڑ پڑ گئی مہران بنی تغلب ایک نوجوان کے ہاتھ سے مارا گیا، مثنیٰ نے پل کا راستہ روک دیا اور اس قدر آدمیوں کو تہِ تیغ کیا کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے، اس فتح کے بعد مسلمان عراق کے تمام علاقوں میں پھیل گئے۔

پایہ تخت ایران میں یہ خبریں پہنچیں تو ایرانی قوم میں ایک زبردست انقلاب کا خیال پیدا ہو گیا، پوران دخت معزول کی گئی، یزدگرد جو سولہ سال کا نوجوان اور خاندان کیانی کا تنہا وارث تھا تخت سلطنت پر بٹھایا گیا، اعیان واکابر ملک نے باہم متفق ومتحد ہو کر کام کرنے کا ارادہ کیا، تمام قلعے اور فوجی چھاؤنیاں مستحکم کر دی گئیں، اسی کے ساتھ کوشش کی گئی کہ مسلمانوں کے مفتوحہ مقامات میں بغاوت پھیلائی جائے، ان انتظامات سے سلطنت ایران میں نئی جان پیدا ہو گئی اور تمام مفتوحہ مقامات مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گئے۔

مثنیٰ مجبور ہو کر عرب کی سرحد میں ہٹ آئے، اور ربیعہ ومضر کے قبائل کو جو اطراف عراق میں پھیلے ہوئے تھے ایک تاریخ معین تک علم اسلامی کے نیچے جمع ہونے کے لیے طلب کیا، نیز دربارِ خلافت کو اہل فارس کی تیاریوں سے مفصل طور پر مطلع کیا۔

حضرت عمرؓ نے ایرانیوں کی تیاری کا حال سن کر حضرت سعد بن وقاصؓ کو جو بڑے رتبہ کے صحابی اور رسول اللہؐ کے ماموں تھے۔ بیس ہزار مجاہدین کے ساتھ مہم عراق کی تکمیل پر مامور کیا، اس فوج کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس میں تقریباً ستر وہ صحابی تھے جو سرورِ کائناتؐ کے ساتھ غزوۂ بدر میں جوہر شجاعت دکھا چکے تھے۔ تین سو وہ جو بیعۃ الرضوان میں شریک تھے، نیز اسی قدر وہ بزرگ تھے جو فتحِ مکہ میں موجود تھے اور سات سو ایسے تھے جو خود صحابی نہ تھے لیکن ان کی اولاد ہونے کا فخر رکھتے تھے۔

حضرت سعد بن وقاصؓ نے شراف پہنچ کر پڑاؤ کیا، مثنیٰ آٹھ ہزار آدمیوں کے ساتھ مقام ذی قار میں اس عظیم

الشان کمک کا انتظار کر رہے تھے، لیکن اسی اثنا میں ان کا انتقال ہو گیا، اس لیے ان کے بھائی شراف آ کر حضرت سعد وقاصؓ سے ملے اور مثنی، نے جو ضروری مشورے دیے تھے ان سے بیان کیے۔

حضرت عمرؓ نے ایام جاہلیت میں نواحِ عراق کی سیاحت کی تھی اور وہ اس زمین کے چپہ چپہ سے واقف تھے، اس لیے انھوں نے خاص طور پر ہدایت کر دی تھی کہ فوج کا جہاں پڑاؤ ہو وہاں کے مفصل حالات لکھ کر آئیں، سعد بن وقاصؓ نے اس مقام کا نقشہ، لشکر کا پھیلاؤ، فرودگاہ کی حالت اور رسد کی کیفیت سے ان کو اطلاع دی، اس کے جواب میں دربارِ خلافت سے ایک مفصل فرمان آیا جس میں فوج کی نقل و حرکت، حملہ کا بندوبست، لشکر کی ترتیب اور فوج کی تقسیم کے متعلق مفصل ہدایتیں درج تھیں۔ اسی کے ساتھ حکم دیا گیا کہ شراف سے بڑھ کر قادسیہ کو میدانِ کارزار قرار دیں۔ اور اس طرح مورچے جمائیں کہ فارس کی زمین سامنے ہو اور عرب کا پہاڑ محافظت کا کام دے، حضرت سعدؓ نے دربار خلافت کی ہدایت کے مطابق شراف سے بڑھ کر قادسیہ میں اپنا مورچہ جمایا اور نعمان بن مقرن کے ساتھ چودہ نامور اشخاص کو منتخب کر کے دربار ایران میں سفیر بنا کر بھیجا کہ شاہ ایران اور اس کے رفقا کو اسلام کی ترغیب دیں لیکن جو لوگ دولت وحکومت کے نشہ میں مخمور تھے وہ خانہ بدوش عرب اور ان کے مذہب کو کب خاطر میں لاتے تھے؟ سفارت گئی اور ناکام واپس آئی۔

اس واقعہ کے بعد کئی ماہ تک دونوں طرف سے سکوت رہا، رستم ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ ساباط میں پڑا تھا، اور یزدگرد کی تاکید کے باوجود جنگ سے جی چرا رہا تھا، مجبور ہو کر رستم کو مقابلہ کے لیے بڑھنا پڑا، اور ایرانی فوجیں ساباط سے نکل کر قادسیہ کے میدان میں خیمہ زن ہوئیں۔

رستم قادسیہ پہنچ کر بھی جنگ کو ٹالنے کی کوشش کرتا رہا، اور اس نے مدتوں سفراء کی آمد و رفت اور نامہ و پیام کا سلسلہ جاری رکھا لیکن مسلمانوں کا آخری اور قطعی جواب یہ ہوتا تھا کہ اگر اسلام یا جزیہ منظور نہیں ہے تو تلوار سے فیصلہ ہوگا، رستم جب مصالحت کی تمام تدبیروں سے مایوس ہو گیا تو سخت برہم ہوا اور اس نے قسم کھا کر کہا ''آفتاب کی قسم اب تمام عرب کو ویران کر دوں گا''۔

5.2 جنگ قادسیہ

رستم نے فوج کو کمر بندی کا حکم دیا اور خود تمام رات جنگی تیاریوں میں مصروف رہا، صبح کے وقت قادسیہ کا میدان عجمی سپاہیوں سے آدمیوں کا جنگل نظر آنے لگا، جس کے پیچھے پیچھے ہاتھیوں کے کالے کالے پہاڑ عجیب خوفناک سماں پیدا کر رہے

تھے، دوسری طرف مجاہدین اسلام کا لشکر جرار صف بستہ کھڑا تھا، اللہ اکبر کے نعروں میں جنگ شروع ہوئی، دن بھر ہنگامۂ محشر برپا رہا شام کو جب بالکل تاریکی چھا گئی تو دونوں حریف اپنے اپنے خیموں میں واپس آئے قادسیہ کا یہ پہلا معرکہ تھا اور عربی میں اس کو یوم الارماث کہتے ہیں۔

قادسیہ میں دوسرے دن کی جنگ معرکۂ اغواث کے نام سے مشہور ہے شام کی چھ ہزار فوج عین معرکہ کے وقت پہنچی، حضرت عمرؓ کے قاصد بھی جن کے ساتھ بیش قیمت تحائف تھے عین جنگ کے وقت پہنچے اور پکار کر کہا ''امیر المؤمنین نے یہ انعام ان لوگوں کے لیے بھیجا ہے جو اس کا حق ادا کریں'' اس نے مسلمانوں کے جوش وخروش کو اور بھی بھڑکا دیا تمام دن جنگ ہوتی رہی، مسلمان دو ہزار اور ایرانی دس ہزار مقتول و مجروح ہوئے لیکن فتح وشکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا۔

تیسرا معرکہ یوم العماس کے نام سے مشہور ہے، اس میں مسلمانوں نے سب سے پہلے کوہ پیکر ہاتھیوں سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی، کیونکہ ایرانیوں کے مقابلہ میں مجاہدین اسلام کو ہمیشہ اس کالی آندھی سے زیادہ نقصان پہنچتا تھا، اگر چہ قعقاع نے اونٹوں پر سیاہ جھول ڈال کر ہاتھی کا جواب ایجاد کر لیا تھا تاہم یہ کالے دیو جس طرف جھک پڑتے تھے صف کی صف پس جاتی تھی، آخر کار مسلمانوں نے ہاتھیوں کی سونڈوں کو بے کار کر دیا جس سے وہ بھاگ گئے۔

اب بہادروں کو حوصلہ آزمائی کو موقع ملا، دن بھر ہنگامۂ کارزار گرم رہا، رات کے وقت بھی اس کا سلسلہ جاری رہا، اور اس زور کا رن پڑا کہ نعروں کی گرج سے زمین دہل اٹھتی تھی، اسی مناسبت سے اس رات کو لیلۃ الہریر کہتے ہیں، رستم پامردی اور استقلال کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا، لیکن جب زخموں سے چور چور ہو گیا تو بھاگ نکلا اور ایک نہر میں کود پڑا کہ تیر کر نکل جائے۔ ہلال نام ایک سپاہی نے تعاقب کیا اور ٹانگیں پکڑ کر نہر سے باہر کھینچ لایا، پھر تلوار سے کام تمام کر دیا رستم کی زندگی کے ساتھ سلطنت ایران کی قسمت کا بھی فیصلہ ہو گیا، ایرانی سپاہیوں کے پاؤں اکھڑ گئے، مسلمانوں نے دور تک تعاقب کر کے ہزاروں لاشیں میدان میں بچھا دیں۔

قادسیہ کے معرکوں نے خاندان کسریٰ کی قسمت کا آخری فیصلہ کر دیا، مسلمانوں نے قادسیہ سے بڑھ کر آسانی کے ساتھ بابل، کوثی، بہرہ شیر اور خود نوشیروانی دارالحکومت مدائن پر قبضہ کر لیا، ایرانیوں نے مدائن سے نکل کر جلولاء کو اپنا فوجی مرکز قرار دیا اور رستم کے بھائی حرزاد نے اپنے حسن تدبیر سے ایک بڑی زبردست فوج جمع کر لی، سعد نے ہاشم بن عتبہ کو جلولاء کی تسخیر پر مامور کیا، جلولاء چونکہ نہایت مستحکم مقام تھا، اس لیے مہینوں کے محاصرے کے بعد مفتوح ہوا۔

تسخیر عراق کے بعد حضرت عمرؓ کی دلی خواہش تھی کہ جنگ کا سلسلہ منقطع ہو جائے چنانچہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ کاش ہمارے اور فارس کے درمیان آگ کا پہاڑ ہوتا کہ نہ وہ ہم پر حملہ کر سکتے نہ ہم ان پر چڑھ کر جا سکتے، لیکن ایرانیوں کو عراق سے نکل جانے کے بعد کسی طرح چین نہیں آتا تھا، چانچہ یزدگرد نے معرکۂ جلولاء کے بعد مرو میں اقامت اختیار کر کے نئے سرے سے حکومت کے ٹاٹھ لگائے اور تمام ملک میں فرامین ونقیب بھیج کر لوگوں کو عربوں کی مقاومت پر آمادہ کیا۔

حضرت عمرؓ نے نعمان بن مقرن کو تیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ اس ایرانی طوفان کو آگے بڑھ کر روکنے کا حکم دیا، نہاوند کے قریب دونوں فوجیں سرگرم پیکار ہوئیں اور اس زور کا رن پڑا کہ قادسیہ کے بعد ایسی خونریز جنگ کوئی نہیں ہوئی تھی، یہاں تک کہ اس جنگ میں خود اسلامی سپہ سالار نعمان شہید ہو گئے، ان کے بھائی نعیم بن مقرن نے علم ہاتھ میں لے کر بدستور جنگ کو جاری رکھا، رات ہوتے ہوتے عجمیوں کے پاؤں اکھڑ گئے، مسلمانوں نے ہمدان تک تعاقب کیا، اس لڑائی میں تقریباً تیس ہزار عجمی قتل ہوئے، نتائج کے لحاظ سے مسلمانوں نے اس کا نام فتح الفتوح رکھا۔

5.3 فتوحاتِ شام

ممالک شام میں سے اجنادین، بصری اور دوسرے چھوٹے چھوٹے مقامات عہد صدیقی فتح ہو چکے تھے، حضرت عمرؓ مسند آرائے خلافت ہوئے تو دمشق محاصرہ کی حالت میں تھا، حضرت خالد سیف اللہؓ نے رجب ۱۴ھ میں اپنے خاص حسن تدبیر سے اس کو مسخر کیا۔

رومی دمشق کی شکست سے سخت برہم ہوئے اور ہر طرف سے فوجیں جمع کر کے مقام جیان میں مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے جمع ہوئے، مسلمانوں نے ان کے سامنے فحل میں پڑاؤ ڈالا۔ عیسائیوں کی درخواست پر معاذ بن جبل سفیر بن کر گئے، لیکن مصالحت کی کوئی صورت نہ نکلی، آخر کار ذوقعدہ ۱۴ھ میں فحل کے میدان میں نہایت خوفناک معرکے پیش آئے، خصوصاً آخری معرکہ نہایت سخت تھا، لیکن میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔

دمشق اور اردن مفتوح ہو جانے کے بعد مسلمانوں نے حمص کا رخ کیا، راہ میں بعلبک حماۃ، شیرز اور معرۃ النعمان فتح کرتے ہوئے حمص پہنچے اور اس کا محاصرہ کر لیا، حمص والوں نے ایک مدت تک مدافعت کرنے کے بعد مصالحت کر لی، ابو عبیدہ سپہ سالار اعظم نے عبادہ بن صامت کو وہاں متعین کر کے لاذقیہ کا رخ کیا اور ایک خاص تدبیر سے اس کے مستحکم قلعوں پر

قبضہ کرلیا۔

حمص کی فتح کے بعد اسلامی فوجوں نے خاص ہرقل کے پایہ تخت انطا کیہ کا رخ کیا،لیکن بارگاہ خلافت سے حکم پہنچا کہ اس سال آگے بڑھنے کا ارادہ نہ کیا جائے، اس لیے فوجیں واپس آ گئیں۔

5.4 میدان یرموک:

دمشق ،حمص، اور لاذقیہ کی پیہم اور متواتر ہزیمتوں نے قیصر کو سخت برہم کیا اور وہ نہایت جوش وخروش کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنی شہنشاہی کا پورا زورصرف کرنے پر آمادہ ہوا، چنانچہ اس کی کوشش سے انطا کیہ میں فوجوں کا ایک طوفان امنڈ آیا۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے اس طوفان کو روکنے کے لیے افسروں سے مشورہ لے کر تمام ممالک مفتوحہ کو خالی کر کے دمشق میں اپنی قوت مجتمع کی اور ذمیوں سے جو کچھ جزیہ وصول کیا گیا تھا سب واپس کر دیا گیا کیونکہ اب مسلمان ان کی حفاظت سے مجبور تھے، اس واقعہ کا عیسائیوں اور یہودیوں پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ روتے تھے اور جوش کے ساتھ کہتے تھے کہ خدا تم کو جلد واپس لائے۔

حضرت عمرؓ کو مسلمانوں کے مفتوحہ مقامات سے ہٹ کر چلے آنے کی خبر ملی تو پہلے بہت رنجیدہ ہوئے لیکن جب معلوم ہوا کہ تمام افسروں کی یہی رائے تھی تو فی الجملہ تسلی ہوئی اور فرمایا کہ خدا کی اسی میں مصلحت ہوگی، سعید بن عامر کو ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدد کے لیے روانہ کیا۔ اردن کے حدود میں یرموک کا میدان ضروریات جنگ کے لحاظ سے نہایت باموقع تھا، اس لیے اس عظیم الشان کارزار کے لیے اسی میدان کو منتخب کیا گیا، رومیوں کی تعداد دو لاکھ تھی اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد صرف تیس بتیس ہزار تھی لیکن سب کے سب یگانہ روزگار تھے، اس فوج کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ تقریباً ایک ہزار بزرگ تھے جنہوں نے رسول اللہؐ کا جمال مبارک دیکھا تھا اور سو وہ تھے جو غزوۂ بدر میں حضور خیر الانام حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہ وسلّم کے ہمرکاب رہ چکے تھے، اسی طرح دوسرے مجاہدین بھی ایسے قبائل سے تعلق رکھتے تھے جو اپنی شجاعت اور سپہ گری میں نظیر نہیں رکھتے تھے۔

یرموک کا پہلا معرکہ بے نتیجہ رہا، پانچویں رجب ۱۵ھ کو دوسرا معرکہ پیش آیا، رومیوں کے جوش کا یہ عالم تھا کہ تیس

ہزار آدمیوں نے پاؤں میں بیڑیاں پہن لی تھیں کہ بھاگنے کا خیال تک نہ آئے، ہزاروں پادری اور بشپ ہاتھوں میں صلیب لیے آگے آگے تھے اور حضرت عیسیٰ کا نام لے کر جوش دلاتے تھے، غرض رومیوں نے بڑے جوش سے حملہ کیا، لیکن انجام کار مسلمانوں کی ثابت قدمی اور پامردی کے آگے ان کے پاؤں اکھڑ گئے، تقریباً ایک لاکھ عیسائی قتل ہوئے، مسلمانوں کی طرف تین ہزار کا نقصان ہوا، قیصر کو اس ہزیمت کی خبر ملی تو حسرت و افسوس کے ساتھ شام کو الوداع کہہ کر قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہو گیا، حضرت عمر نے مژدۂ فتح سنا تو اسی وقت سجدہ میں گر کر خدا کا شکر ادا کیا۔

فتحِ یرموک کے بعد اسلامی فوجیں تمام اطرافِ ملک میں پھیل گئیں اور چھوٹے چھوٹے مقامات نہایت آسانی کے ساتھ فتح ہو گئے۔

5.5 بیت المقدس:

فلسطین کی مہم پر حضرت عمرو بن العاص مامور ہوئے تھے انھوں نے نابلس، لد، عمواس، بیت جرین وغیرہ بڑے شہروں پر قبضہ کر کے ۱۶ھ میں بیت المقدس کا محاصرہ کیا، اس اثناء میں حضرت ابو عبیدہؓ بھی اپنے مہمات سے فارغ ہو کر شریک ہو گئے، عیسائیوں نے کچھ دنوں کی مدافعت کے بعد مصالحت پر آمادگی ظاہر کی اور مزید اطمینان کے لیے خواہش ظاہر کی کہ خود امیر المؤمنین یہاں آئیں اور اپنے ہاتھ سے معاہدہ لکھیں لیکن حضرت عمرؓ کو خبر دی گئی تو انھوں نے اکابر صحابہ سے مشورہ کر کے حضرت علیؓ کو نائب مقرر کیا اور رجب ۱۶ھ میں مدینہ روانہ ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نہایت سادگی کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہو کر جابیہ پہنچے، یہاں افسروں نے استقبال کیا اور دیر تک قیام کر کے بیت المقدس کا معاہدہ صلح ترتیب دیا، پھر وہاں سے روانہ ہو کر بیت المقدس میں داخل ہوئے، پہلے مسجد تشریف لے گئے، پھر عیسائیوں کے گرجا کی سیر کی۔ نماز کا وقت ہوا تو عیسائیوں نے گرجا میں نماز پڑھنے کی اجازت دی، لیکن حضرت عمرؓ نے اس خیال سے کہ آئندہ نسلیں اس کو حجت قرار دے کر مسیحی معبد میں دست اندازی نہ کریں باہر نکل کر نماز پڑھی۔ بیت المقدس سے واپسی کے وقت حضرت عمر نے تمام ملک کا دورہ کیا، سرحدوں کا معائنہ کر کے ملک کی حفاظت کا انتظام کیا اور بخیر و خوبی مدینہ تشریف لائے۔

5.6 فتوحاتِ مصر:

حضرت عمرو بن العاصؓ نے اصرار کے ساتھ فاروق اعظمؓ سے اجازت لے کر چار ہزار فوج کے ساتھ مصر پر حملہ کیا،

اورفرما،بلبیس ،ام دنین وغیرہ کو فتح کرتے ہوئے فسطاط کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا اور حضرت عمرؓ کو امدادی فوج کے لیے لکھا، انھوں نے دس ہزار فوج اور چار افسر بھیجے، افسروں کے نام یہ ہیں، زبیر بن العوامؓ، عبادہ بن صامتؓ، مقداد بن عمرؓ، مسلمہ بن مخلدؓ، حضرت عمرو بن عاصؓ نے حضرت زبیرؓ کو ان کے رتبہ کے لحاظ سے افسر بنایا، سات مہینے کے بعد حضرت زبیرؓ کی غیر معمولی شجاعت سے قلعہ مسخر ہوا، وہاں سے فوجیں اسکندریہ کی طرف بڑھیں، مقام کربون میں ایک سخت جنگ ہوئی۔ یہاں بھی عیسائیوں کو شکست ہوئی اور مسلمانوں نے اسکندریہ پہنچ کر دم لیا اور ایک عرصہ کے محاصرہ کے بعد اس کو بھی فتح کرلیا، حضرت عمرؓ نے مژدۂ فتح سنا تو سجدہ میں گر پڑے اور خدا کا شکر ادا کیا (16) فتح اسکندریہ کے بعد تمام مصر پر اسلام کا سکہ بیٹھ گیا اور بہت سے قبطی برضا ورغبت حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

5.7 شہادت

مغیرہ بن شعبہؓ کے ایک پارسی غلام فیروز نامی نے جس کی کنیت ابولولوتھی حضرت عمرؓ سے اپنے آقا کے بھاری محصول مقرر کرنے کی شکایت کی چونکہ شکایت بے جا تھی، اس لیے حضرت عمرؓ نے توجہ نہ کی، اس پر وہ سخت ناراض ہوا، اور صبح کی نماز میں خنجر لے کر اچانک حملہ کر دیا اور متواتر چھ وار کئے، حضرت عمرؓ زخم سے گر پڑے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے نماز پڑھائی۔

حضرت عمرؓ کو اس حادثہ میں ایسا زخم کاری لگا تھا کہ اس سے جانبر نہ ہو سکے، لوگوں کے اصرار سے انھوں نے چھ شخصوں کو منصبِ خلافت کے لیے نامزد کیا۔ ان میں سے کسی کو اس منصب کے لیے منتخب کرلیا جائے، ان لوگوں کے نام یہ ہیں، علیؓ، عثمانؓ، زبیرؓ، طلحہؓ، سعد وقاصؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، اس مرحلہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کے پہلو میں مدفون ہونے کی اجازت لی۔

مہاجرین، انصار، اعراب اور اہل ذمہ کے حقوق کی طرف توجہ دلائی، اس کے بعد اپنے صاحبزادہ عبداللہ کو وصیّت کی مجھ پر جس قدر قرض ہوا گر وہ میرے متروک مال سے ادا ہو سکے تو بہتر ہے، ورنہ خاندانِ عدی سے درخواست کرنا اور اگر ان سے نہ ہو سکے تو کل قریش سے، لیکن قریش کے سوا اور کسی کو تکلیف نہ دینا، غرض اسلام کا سب سے بڑا ہیرو ہر قسم کی ضروری وصیتوں کے بعد تین دن بیمار رہ کر محرم کی پہلی تاریخ، ہفتہ کے دن ۲۴ ہجری میں واصل بحق ہوا اور اپنے محبوب آقا حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کے پہلو میں ہمیشہ کے لیے میٹھی نیند سو رہا۔

5.8 ازواج اولاد:

حضرت عمرؓ نے مختلف اوقات میں متعدد نکاح کیے ان کے ازواج کی تفصیل یہ ہے: زینب ہمشیرہ عثمان بن مظعون مکہ میں مسلمان ہوکر مریں، قریبہ بنت ابی امیۃ المخزومی، مشرکہ ہونے کے باعث ان کو طلاق دے دی تھی، ملیکہ بنت جرول، مشرکہ ہونے کی وجہ سے ان کو بھی طلاق دے دی، جمیلہ کسی وجہ سے ان کو بھی طلاق دے دی، عاتکہ بنت زیدان کا نکاح پہلے عبداللہ بن ابی بکرؓ سے ہوا تھا پھر حضرت عمرؓ کے نکاح میں آئیں، ام کلثوم، رسول اللہ کی نواسی اور حضرت فاطمہؓ کی بیٹی تھیں، حضرت عمرؓ نے خاندانِ نبوت سے تعلق پیدا کرنے کے لیے ۱۷ھ میں چالیس ہزار مہر پر نکاح کیا۔ حضرت عمرؓ کی اولاد میں حضرت حفصہؓ اس لحاظ سے سب سے ممتاز ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ازواج مطہرات میں داخل تھیں، حضرت عمرؓ نے اپنی کنیت بھی ان ہی کے نام پر رکھی تھی، اولاد ذکور کے نام یہ ہیں۔ عبداللہ، عبیداللہ، عاصم، ابوشحمہ، عبدالرحمٰن، زید، مجیر، ان سب میں عبداللہ، عبیداللہ اور عاصم اپنے علم و فضل اور مخصوص اوصاف کے لحاظ سے نہایت مشہور ہیں (17)

6۔ عہد فاروقی کا نظام سلطنت

6.1 شورائیت:

حضرت عمرؓ کی خلافت شورائی طرزِ حکومت تھی یعنی تمام ملکی و قومی مسائل مجلس شوریٰ میں پیش ہوکر طے پاتے تھے، اور بحث و مباحثہ کے بعد اتفاقِ آراء یا کثرتِ رائے سے تمام امور کا فیصلہ کرتے تھے، اس مجلس کے ممتاز اور مشہور ارکان یہ ہیں، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ۔ مجلس شوریٰ کے علاوہ ایک مجلس عام بھی تھی جس میں مہاجرین وانصار کے علاوہ تمام سرداران قبائل شریک ہوتے تھے، یہ مجلس عموماً نہایت اہم امور کے پیش آجانے پر طلب کی جاتی تھی ورنہ روزمرہ کے کاروبار میں مجالس شوریٰ کا فیصلہ کافی ہوتا تھا، ان دونوں مجلسوں کے سوا ایک تیسری مجلس بھی تھی جس کو ہم مجلس خاص کہہ سکتے ہیں، اس میں صرف مہاجرین صحابہ شریک ہوتے تھے۔

مجلس شوریٰ کے انعقاد کا عام طریقہ یہ تھا کہ منادی ''الصلوٰۃ جامعۃ'' کا اعلان کرتا تھا لوگ مسجد میں جمع ہوجاتے تھے تو حضرت عمرؓ دو رکعت نماز پڑھ کر مسئلہ بحث طلب کے متعلق مفصل خطبہ دیتے تھے، اس کے بعد ہر ایک کی رائے دریافت

کرتے تھے۔

6.2 صوبوں اور ضلعوں کی تقسیم:

نظامِ حکومت میں سب سے پہلا کام ملک کا صوبوں اور ضلعوں میں تقسیم کرنا ہے، اسلام میں سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے اس کی ابتداء کی اور تمام ممالک مفتوحہ کو آٹھ صوبوں پر تقسیم کیا، مکہ، مدینہ، شام، جزیرہ، بصرہ، کوفہ، مصر، فلسطین، ان صوبوں کے علاوہ تین صوبے اور تھے۔ خراسان، آذربائیجان، فارس ہر صوبہ میں مفصلۂ ذیل بڑے بڑے عہدہ دار رہتے تھے۔ والی یعنی حاکمِ صوبہ، کاتب یعنی میر منشی، کاتب دیوان، یعنی فوجی محکمہ کا میر منشی، صاحب الخراج یعنی کلکٹر، صاحب احداث یعنی افسر پولیس، صاحب بیت المال یعنی افسرِ خزانہ، قاضی یعنی جج، چنانچہ کوفہ میں عمار بن یاسرؓ والی عثمان بن حنیف کلکٹر، عبداللہ بن مسعودؓ افسر خزانہ، شریح قاضی، عبداللہ بن الخزاعیؓ کاتب دیوان تھے۔

بڑے بڑے عہدہ داروں کا انتخاب عموماً مجلس شوریٰ میں ہوتا تھا، حضرت عمرؓ کسی لائق راستباز اور متدین شخص کا نام پیش کرتے تھے اور چونکہ حضرت عمرؓ میں فطری طور پر جوہر شناسی کا مادہ ودیعت کیا گیا تھا، اس لیے اربابِ مجلس عموماً ان کے حسنِ انتخاب کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس شخص کے تقرر پر اتفاق رائے کر لیتے تھے، چنانچہ نہاوند کی عظیم الشان مہم کے لیے نعمان بن مقرنؓ کا اسی طریقہ سے انتخاب ہوا تھا۔

6.3 احتساب:

خلیفۂ وقت کا سب سے بڑا فرض حکام کی نگرانی اور تمام قوم کے اخلاق وعادات کی حفاظت ہے، حضرت عمرؓ اس فرض کو نہایت اہتمام کے ساتھ انجام دیتے تھے، وہ اپنے ہر عامل سے عہد لیتے تھے کہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا، باریک کپڑے نہ پہنے گا، چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا، دروازے پر دربان نہ رکھے گا، اہل حاجت کے لیے دروازہ ہمیشہ کھلا رہے گا۔ اسی کے ساتھ اس کے مال واسباب کی فہرست تیار کرا کے محفوظ رکھتے تھے اور جب کبھی کسی عامل کی مالی حالت میں غیر معمولی ترقی ہوتی تھی تو جائزہ لے کر آدھا مال بٹا لیتے تھے۔ اور بیت المال میں داخل کر لیتے تھے،

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ جو بصرہ کے گورنر تھے ان کی شکایتیں گذریں کہ ''انھوں نے اسیرانِ جنگ میں سے ساٹھ

رئیس زادے منتخب کر کے اپنے لیے رکھ چھوڑے ہیں، دوسری شکایت یہ تھی کہ انھوں نے کاروبار حکومت زیاد بن سفیان کے سپرد کر رکھا ہے، تیسری شکایت یہ تھی کہ ان کے پاس ایک لونڈی ہے جس کو نہایت اعلیٰ درجہ کی غذا بہم پہنچائی جاتی ہے۔ حالانکہ عام مسلمانوں کو اس قسم کی غذا میسر نہیں آ سکتی'' حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعری سے مواخذہ کیا تو انھوں نے دو اعتراضوں کا تشفی بخش جواب دیا، لیکن تیسری شکایت کا کچھ جواب نہ دے سکے، چنانچہ لونڈی ان کے پاس سے لے لی گئی۔

حضرت سعد بن وقاصؓ نے کوفہ میں ایک محل تعمیر کرایا جس میں ڈیوڑھی تھی، حضرت عمرؓ نے اس خیال سے کہ اس سے اہل حاجت کو رکاوٹ ہوگا، محمد بن مسلمہ کو حکم دیا کہ جا کر ڈیوڑھی میں آگ لگا دیں، چنانچہ اس حکم کی پوری تعمیل ہوئی اور سعد خاموشی سے دیکھتے رہے۔

عیاض بن غنم عاملِ مصر کی نسبت شکایت پہنچی کہ وہ باریک کپڑے پہنتے ہیں اور ان کے دروازہ پر دربان مقرر ہے، حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہ کو تحقیقات پر مامور کیا، محمد بن مسلمہ نے مصر پہنچ کر دیکھا تو واقعی دروازہ پر دربان تھا اور عیاض باریک کپڑے پہنے تھے، اسی ہیئت اور لباس میں ساتھ لے کر مدینہ آئے۔ حضرت عمرؓ نے ان کا باریک کپڑا اتروایا اور بالوں کا کرتا پہنا کر جنگل میں بکری چرانے کا حکم دیا۔ عیاض کو انکار کی مجال نہ تھی مگر بار بار کہتے تھے کہ اس سے مرجانا بہتر ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ تو تمھارا آبائی پیشہ ہے۔ اس میں عار کیوں ہے؟ غرض عیاض نے دل سے توبہ کی اور جب تک زندہ رہے، اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔

6.4 محکمہ پولیس:

ملک میں امن و امان قائم کرنے کے لیے حضرت عمرؓ نے ایک مستقل محکمہ پولیس کا قائم کیا، اس کے افسر کا نام صاحب الاحداث تھا، حضرت ابو ہریرہؓ کو بحرین کا صاحب الاحداث بنایا تو ان کو خاص طور پر ہدایت کی کہ امن و امان قائم رکھنے کے علاوہ احتساب کی خدمت بھی انجام دیں، احتساب کے متعلق جو کام ہیں مثلاً دوکاندار ناپ تول میں کمی نہ کریں، کوئی شخص شاہراہ پر مکان نہ بنائے، جانوروں پر زیادہ بوجھ نہ لادا جائے، شراب علانیہ نہ بکنے پائے وغیرہ۔ ان تمام امور کا کافی انتظام تھا اور صاحبان احداث (افسران پولیس) اس خدمت کو بھی انجام دیتے تھے۔ عہد فاروقی سے پہلے عرب میں جیل خانوں کا نام ونشان نہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے اول مکہ معظّمہ میں صفوان بن امیہ کا مکان چار ہزار درہم پر خریدا اور اس کو جیل خانہ بنایا، پھر اور اضلاع میں بھی جیل خانے بنوائے۔ جلاوطنی کی سزا بھی حضرت عمرؓ ہی کی ایجاد ہے، چنانچہ ثقفی کو بار بار شراب پینے کے

جرم میں ایک جزیرہ میں جلاوطن کر دیا تھا۔

6.5 بیت المال:

خلافت فاروقی سے پہلے مستقل خزانہ کا وجود نہ تھا، بلکہ جو کچھ آتا اسی وقت تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ ابن سعد کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ایک مکان بیت المال کے لیے خاص کر لیا تھا لیکن وہ ہمیشہ بند پڑا رہتا تھا، اور اس میں کچھ داخل کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی تھی، چنانچہ ان کی وفات کے وقت بیت المال کا جائزہ لیا گیا تو صرف ایک درہم نکلا۔ حضرت عمرؓ نے تقریباً ۱۵ھ میں ایک مستقل خزانہ کی ضرورت محسوس کی اور مجلس شوریٰ کی منظوری کے بعد مدینہ منورہ میں بہت بڑا خزانہ قائم کیا، دارالخلافہ کے علاوہ تمام اضلاع اور صوبہ جات میں بھی اس کی شاخیں قائم کی گئیں اور ہر جگہ اس محکمہ کے افسر جداگانہ مقرر ہوئے، مثلاً اصفہان میں خالد بن حارث اور کوفہ میں عبداللہ بن مسعودؓ خاص خزانہ کے افسر تھے۔ صوبجات اور اضلاع کے بیت المال میں جس قدر رقم ہو جاتی تھی وہ وہاں کے سالانہ مصارف کے بعد اختتام سال پر صدر خزانہ یعنی مدینہ منورہ کے بیت المال میں منتقل کر دی جاتی تھی، صدر بیت المال کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ دارالخلافہ کے باشندوں کی جو تنخواہیں اور وظائف مقرر تھے صرف اس کی تعداد سالانہ تین کروڑ درہم تھی۔ بیت المال کے حساب کتاب کے لیے مختلف رجسٹر بنائے، نیز اس وقت تک کسی مستقل سن کا عرب میں رواج نہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے ۱۶ھ میں سنہ ایجاد کر کے یہ کمی بھی پوری کر دی۔

6.6 تعمیرات:

اسلام کا دائرہ جس قدر وسیع ہوتا گیا، اسی قدر تعمیرات کا کام بھی بڑھتا گیا، حضرت عمرؓ کے عہد میں اس کے لیے کوئی مستقل صیغہ نہ تھا، تاہم صوبہ جات کے عمال اور حکام کی نگرانی میں تعمیرات کا کام نہایت منتظم اور وسیع طور پر جاری تھا، ہر جگہ حکام کے بودوباش کے لیے سرکاری عمارتیں تیار ہوئیں، رفاہِ عام کے لیے سڑک، پل اور مسجدیں تعمیر کی گئیں، فوجی ضروریات کے لحاظ سے قلعے، چھاؤنیاں اور بارکیں تعمیر ہوئیں، مسافروں کے لیے مہمان خانے بنائے گئے، خزانہ کی حفاظت کے لیے بیت المال کی عمارتیں تیار ہوئیں، حضرت عمرؓ تعمیرات کے باب میں نہایت کفایت شعار تھے، لیکن وہ بیت المال کی عمارتیں عموماً شاندار اور مستحکم بنواتے تھے۔ چنانچہ کوفہ کے بیت لمال کو روزبہ نامی ایک مشہور مجوسی معمار نے بنایا تھا اور اس میں خسروانِ

فارس کی عمارت کا مسالہ استعمال کیا گیا تھا۔

مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں جو خاص باہمی تعلق ہے اس کے لحاظ سے ضروری تھا کہ ان دونوں شہروں کے درمیانی فاصلے کو سہل اور آرام دہ بنا دیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے ۱۷ھ میں اس کی طرف توجہ کی اور مدینہ سے لے کر مکہ تک ہر ہر منزل پر چوکیاں، سرائیں، اور چشمے تیار کرائے

6.7 نئے شہروں کی آبادکاری:

مسلمان جب عرب کی گھاٹیوں سے نکل کر شام وایران کے چمن زار میں پہنچے تو ان کو یہ ممالک ایسے خوش آئند نظر آئے کہ انھوں نے وطن کو خیر باد کہہ کر یہیں طرح اقامت ڈال دی اور نہایت کثرت سے نو آبادیاں قائم کیں، حضرت عمرؓ کے عہد میں جو جو شہر آباد ہوئے ان کی ایک اجمالی فہرست درجِ ذیل ہے۔

(i) بصرہ:

۱۴ھ میں عتبہ بن غزوان نے حضرت عمرؓ کے حکم سے اس شہر کو بسایا تھا، ابتدا میں صرف آٹھ سو آدمیوں نے یہاں سکونت اختیار کی لیکن اس کی آبادی بہت جلد ترقی کر گئی۔ یہاں تک کہ زیاد بن سفیان کے عہدِ حکومت میں صرف ان لوگوں کی تعداد جن کے نام فوجی رجسٹر میں درج تھے اسی ہزار اور ان کی آل اولاد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ بصرہ اپنی علمی خصوصیات کے لحاظ سے مسلمانوں کا مایۂ ناز شہر رہا ہے۔

(ii) کوفہ:

حضرت سعد بن وقاصؓ نے امیر المؤمنین کے حکم سے قدیم فرماں روائے عراق عرب کے پایۂ تخت کو آباد کیا۔ چالیس ہزار آدمیوں کی آبادی کے لائق مکانات بنوائے گئے۔ حضرت عمرؓ نے اس شہر کے بسانے میں غیر معمولی دلچسپی ظاہر کی تھی، یہاں تک کہ شہر کی وضع اور ساخت کے متعلق بھی خود ہی ایک یادداشت لکھ بھیجی تھی۔ اس میں حکم تھا کہ شارع ہائے عام چالیس چالیس ہاتھ چوڑی ہوں اور اس کے گھٹ کر ۳۰، ۳۰ ہاتھ اور ۲۰، ۲۰ ہاتھ رکھی جائیں۔ جامع مسجد کی عمارت اس قدر وسیع بنائی گئی تھی کہ اس میں چالیس ہزار آدمی آسانی سے نماز ادا کر سکتے تھے۔ مسجد کے سامنے دو سو ہاتھ لمبا ایک وسیع سائبان تھا اور سنگِ رخام کے ستونوں پر قائم کیا گیا تھا۔ یہ شہر حضرت عمرؓ ہی کے عہد میں اس عظمت وشان کو پہنچ چکا تھا کہ وہ اس کو راس اسلام فرمایا کرتے تھے علمی حیثیت سے بھی ہمیشہ ممتاز رہا ہے۔ امام نخعی، حماد، امام ابوحنیفہ اور امام شعبی اسی معدن کے لعل وگہر تھے۔

(iii) فسطاط:

دریائے نیل اور جبل مقطم کے درمیان ایک میدان تھا۔حضرت عمرو بن العاصؓ فاتحِ مصر نے اثنائے جنگ میں یہاں پڑاؤ کیا، اتفاق سے ایک کبوتر نے ان کے خیمہ میں گھونسلا بنالیا، عمرو بن العاصؓ نے کوچ کے وقت قصداًاس خیمہ کو چھوڑ دیا کہ اس مہمان کو تکلیف نہ ہو۔مصر کی کامل تسخیر کے بعد انھوں نے حضرت عمرؓ کے حکم سے اسی میدان میں ایک شہرآباد کیا چونکہ خیمہ کو عربی میں فسطاط کہتے ہیں۔اس لیے اس شہر کا نام فسطاط قرار پایا۔فسطاط نے بہت جلد ترقی کر لی اور تمام مصر کا صدر مقام ہو گیا۔

(iv) موصل:

پہلے ایک گاؤں کی حیثیت رکھتا تھا۔حضرت عمرؓ نے اس کو عظیم الشان شہر کی ہرثمہ بن عرفجہ نے بنیاد رکھی اور ایک جامع مسجد تیار کرائی اور چونکہ یہ مشرق ومغرب کو باہم پیوست کرتا ہے اس لیے اس کا نام موصل رکھا گیا۔

(v) جیزہ:

فتحِ اسکندریہ کے بعد عمروؓ بن العاص نے اس خیال سے کہ رومی دریا کی طرف سے حملہ نہ کرنے پائیں، تھوڑی سی فوج لب ساحل مقرر کر دی تھی۔ان لوگوں کو دریا کا منظر ایسا پسند آ گیا کہ وہاں سے ہٹائے نہ ہٹے۔حضرت عمرؓ نے ان لوگوں کی حفاظت کے لیے ۲۱ھ میں ایک قلعہ تعمیر کرادیا اور اس وقت سے یہاں ایک مستقل نوآبادی کی صورت پیدا ہوگئی۔

6.8 فوجی انتظامات:

اسلام جب رومن امپائر سے بھی زیادہ وسیع سلطنت کا مالک ہوگیا اور قیصر وکسریٰ کے عظیم الشان ممالک اس کے ورثہ بن گئے تو اس کو ایک منتظم اور با اصول فوجی سسٹم کی ضرورت محسوس ہوئی، حضرت عمرؓ نے اس کی طرف توجہ کی اور انھوں نے تمام ملک کو فوج بنانا چاہا، لیکن چونکہ ابتداء میں ایسی تعمیم ممکن نہ تھی، اس لیے پہلے قریش اور انصار سے آغاز ہوا اور مخرمہ بن نوفلؓ، جبیر بن مطعم، عقیلؓ بن ابی طالب، کے متعلق یہ خدمت سپرد کی گئی کہ قریش وانصار کا ایک رجسٹر تیار کریں جس میں ہر شخص کا نام ونسب تفصیل سے درج ہو، غرض حضرت عمرؓ کی ہدایت کے مطابق رجسٹر تیار ہوا اور حسبِ حیثیت تنخواہیں مقرر

ہوئیں نیز ان کی بیوی بچوں کے گزارے کے لیے وظائف مقرر ہوئے، چنانچہ مہاجرین اور انصار کی بیویوں کی تنخواہ ۲۰۰ سے ۴۰۰ درہم تک اور اہل بدر کی اولاد ذکور کی تنخواہ دو ہزار درہم سالانہ مقرر ہوئی، اس موقع پر قابل لحاظ امر یہ ہے کہ جن لوگوں کی جو تنخواہیں مقرر ہوئی ان کے غلاموں کی بھی وہی تنخواہ مقرر ہوئی، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ فاروق اعظم نے مساوات کا کیسا سبق سکھایا تھا۔

حضرت عمرؓ نے کچھ دنوں کے بعد اس نظام کو قریش و انصار سے وسعت دے کر تمام قبائلِ عرب میں عام کر دیا۔ کل ملک کی مردم شماری کی گئی اور ہر ایک عربی النسل کی علی قدر مراتب تنخواہ مقرر ہوئی، یہاں تک کہ شیر خوار بچوں کے لیے بھی وظائف کا قاعدہ جاری کیا گیا۔ گویا عرب کا ہر ایک بچہ اپنے یومِ ولادت ہی سے اسلامی فوج کا ایک سپاہی تصور کر لیا جاتا تھا۔

حضرت عمرؓ کو فوج کی تربیت کا بہت خیال تھا، انھوں نے نہایت تاکیدی احکام جاری کیے تھے کہ ممالک مفتوحہ میں کوئی شخص زراعت یا تجارت کا شغل اختیار نہ کرنے پائے کیونکہ اس سے ان کے سپاہیانہ جوہر کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا، سرد اور گرم ممالک پر حملہ کرتے وقت موسم کا بھی خاص لحاظ رکھا جاتا تھا کہ فوج کی صحت اور تندرستی کو نقصان نہ پہنچے۔

قواعد کے متعلق حضرت عمرؓ چار چیزوں کے سیکھنے کی سخت تاکید کرتے، تیرنا، گھوڑے دوڑانا، تیر لگانا، اور ننگے پاؤں چلنا۔ ہر چار مہینے کے بعد سپاہیوں کو رخصت دی جاتی تھی کہ وطن جا کر اپنے اہل و عیال سے ملیں۔ چنانچہ ایک بار اس میں تاخیر ہوئی تو فوج خود واپس چلی آئی۔ جفاکشی کے خیال سے حکم تھا کہ اہل فوج رکاب کے سہارے سے سوار نہ ہوں، نرم کپڑے نہ پہنیں، دھوپ کھانا نہ چھوڑیں، حماموں میں نہ نہائیں۔

موسمِ بہار میں فوجیں عموماً سرسبز و شاداب مقامات میں بھیج دی جاتی تھی۔ اسی طرح بارکوں اور چھاؤنیوں کے بنانے میں ہمیشہ عمدہ آب و ہوا کا لحاظ رکھا جاتا تھا۔ کوچ کی حالت میں حکم تھا کہ فوج جمعہ کے دن مقام کرے اور ایک شب و روز قیام رکھے کہ لوگ دم لے لیں۔

حضرت عمرؓ نے حسب ذیل مقامات کو فوجی مرکز قرار دیا تھا، مدینہ، کوفہ، بصرہ، موصل، فسطاط، دمشق، حمص، اردن، فلسطین، ان مقامات کے علاوہ تمام اضلاع میں فوجی بارکیں اور چھاؤنیاں تھیں، جہاں تھوڑی فوج ہمیشہ متعین رہتی تھی۔

7۔ مذہبی خدمات

مذہبی خدمات سلسلہ میں سب سے بڑا کام اشاعتِ اسلام ہے۔حضرت عمرؓ کواس میں بہت انہماک تھا،۔حکام کو ہدایت تھی کہ جنگ سے پہلے لوگوں کو محاسن اسلام دکھا کر شریعت کی دعوت دی جائے۔اس کے علاوہ انھوں نے تمام مسلمانوں کو اپنی تربیت اور ارشاد سے اسلامی اخلاق کا مجسم نمونہ بنادیا تھا، وہ جس طرف گذر جاتے تھے لوگ ان کی اخلاقی تفوق کو دیکھ کر خود بخود اسلام کے گرویدہ ہو جاتے تھے، رومی سفیر اسلامی کیمپ میں آیا تو سالارِ فوج کی سادگی اور بے تکلفی دیکھ کر خود بخود اس کا دل اسلام کی طرف کھنچ آیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔مصر کا ایک رئیس مسلمانوں کے حالات ہی سن کر اسلام کا گرویدہ ہوا اور آخر دو ہزار کی جمیعت کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔

عربی قبائل جو عراق وشام میں آباد ہو گئے تھے وہ نسبتہً آسانی کے ساتھ اسلام کی طرف مائل کیے جاسکتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو ان لوگوں میں تبلیغ کا خاص خیال تھا۔چنانچہ اکثر قبائل معمولی کوشش سے حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔مسلمانوں کے فتوحات نے بھی بہت سے لوگوں کو اسلام کی صداقت کا یقین دلا دیا۔چنانچہ معرکۂ قادسیہ کے بعد ویلم کی چار ہزار عجمی فوج نے خوشی سے اسلام قبول کر لیا، اسی طرح فتحِ جلولاء کے بعد بہت سے رؤسا، برضا و رغبت مسلمان ہو گئے جن میں بعض کے نام یہ ہیں، جمیل بن بصیری، بسطام بن ترسی، رفیل فیروزان۔عراق کی طرح شام ومصر میں بھی نہایت کثرت سے لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔فسطاط میں ایک بڑا محلّہ نو مسلمانوں سے آباد کیا گیا تھا۔غرض حضرت عمرؓ کے عہد میں نہایت کثرت سے اسلام پھیل گیا تھا۔صرف یہی نہیں بلکہ انھوں نے دینِ حنیف کی آئندہ اشاعت کے لیے راستہ بھی صاف کر دیا تھا۔

7.1 قرآن حکیم کی تعلیم واشاعت:

اشاعت اسلام کے بعد سب سے بڑا کام خود مسلمانوں کی مذہبی تعلیم وتلقین اور شعار اسلامی کو رواج عام دینا تھا۔ اس کے متعلق حضرت عمرؓ کے مساعی کا سلسلہ حضرت ابو بکرؓ ہی کے عہد سے شروع ہوتا ہے یعنی قرآن مجید جو اساس اسلام ہے حضرت عمرؓ کے اصرار سے عہد صدیقی میں مرتب کیا گیا تھا۔اس کے بعد انھوں نے اپنے عہد میں اس کے درس وتدریس کا رواج دیا۔معلّمین اور حفاظ اور مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔حضرت عبادہ بن الصامتؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، اور حضرت ابوالدرداؓ کو جو حفاظِ قرآن اور صحابۂ کبار میں سے تھے، قرآن مجید کی تعلیم دینے کے لیے ملک شام میں روانہ کیا۔قرآن شریف کو صحت کے ساتھ پڑھنے پڑھانے کے لیے تاکیدی احکام روانہ کئے۔ابن الانباری کی روایت کے مطابق ایک حکم نامہ کے الفاظ یہ ہیں:

تعلمو اعراب القرآن كما تعلمون حفظه

غرض حضرت عمرؓ کے مساعی جمیلہ سے قرآن کی تعلیم ایسی عام ہوگئی تھی، کہ ناظرہ خوانوں کا تو شمار نہیں حافظوں کی تعداد بھی ہزاروں تک پہنچ گئی تھی، چنانچہ حضرت ابوموسی اشعریؓ نے ایک خط کے جواب میں لکھا تھا کہ ''صرف میری فوج میں تین سو حفاظ ہیں۔

7.2 حدیث نبوی:

اصولِ اسلام میں قرآن کے بعد حدیث کا رتبہ ہے، حضرت عمرؓ نے اس کے متعلق جو خدمات انجام دیں ان کی تفصیل یہ ہے:

احادیث نبوی کو نقل کرا کے حکام کے پاس روانہ کیا کہ عام طور پر اس کی اشاعت ہو، مشاہیر صحابہ کو مختلف ممالک میں حدیث کی تعلیم کے لیے بھیجا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ایک جماعت کے ساتھ کوفہ روانہ کیا، اسی طرح عبداللہ بن مغفل، عمران بن حصین اور معقل بن یسار کو بصرہ بھیجا، حضرت عبادہ بن الصامتؓ اور حضرت ابوالدرداؓ، کو شام کی طرف روانہ کیا۔

اگرچہ محدثین کے نزدیک تمام صحابہ عدول ہیں لیکن حضرت عمرؓ اس نکتہ سے واقف تھے کہ جو چیزیں خصائص بشری ہیں ان سے کوئی زمانہ مستثنیٰ نہیں ہوسکتا، چنانچہ انھوں نے روایت قبول کرنے میں نہایت چھان بین اور احتیاط سے کام لیا، ایک دفعہ حضرت عمرؓ کسی کام میں مشغول تھے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ آئے اور تین دفعہ سلام کر کے واپس چلے گئے، حضرت عمرؓ کام سے فارغ ہوئے تو ابو موسیٰؓ کو بلا کر دریافت کیا کہ تم واپس کیوں چلے گئے تھے، انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ تین دفعہ اذن مانگو اگر اس پر بھی اجازت نہ ملے تو واپس جاؤ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس روایت کا ثبوت دو ورنہ میں تم کو سزا دوں گا، حضرت ابوموسیٰ نے حضرت سعیدؓ کو شہادت میں پیش کیا۔ حضرت عباسؓ کے مقدمہ میں ایک حدیث پیش کی گئی تو حضرت عمرؓ نے تائیدی ثبوت طلب کیا۔ جب لوگوں نے تصدیق کی تو فرمایا مجھ کو تم سے بدگمانی نہ تھی بلکہ صرف اطمینان مقصود تھا۔

حضرت عمرؓ لوگوں کو کثرتِ روایت سے بھی نہایت سختی کے ساتھ منع فرماتے تھے۔ چنانچہ جب قرظہ بن کعب کو عراق کی طرف روانہ کیا تو خود دور تک ساتھ گئے اور سمجھایا کہ دیکھو تم ایسے ملک میں جاتے ہو۔ جہاں قرآن کی آواز گونج رہی ہے ایسا نہ ہو کہ تم ان کی توجہ کو قرآن سے ہٹا کر احادیث کی طرف مبذول کرا دو۔ حضرت ابوہریرہ نہایت کثرت سے روایتیں بیان کرتے تھے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ حضرت عمرؓ کے عہد میں بھی اس طرح روایت کر سکتے تھے؟ انھو ں نے کہا کہ اگر اس زمانہ میں ایسا کرتا تو دُرے کھاتا۔

8۔ حضرت عمر فاروقؓ کی سیرت

8.1 عدل وانصاف:

خلافت فاروقی کا سب سے نمایاں وصف عدل وانصاف ہے، ان کے عہد میں بال برابر بھی انصاف سے تجاوز نہیں ہوا، اور شاہ و گدا، شریف و رذیل، عزیز و بیگانہ سب کے لیے ایک ہی قانون تھا، ایک دفعہ عمرو بن العاصؓ کے صاحبزادے عبداللہ نے ایک شخص کو بے وجہ مارا، حضرت عمرؓ نے اسی مضروب سے ان کے کوڑے لگوائے، عمرو بن العاصؓ بھی موجود تھے، دونوں باپ بیٹے خاموشی سے عبرت کا تماشا دیکھتے گیے اور دم نہ مار سکے۔ جبلہ بن ایہم رئیس شام نے کعبہ کے طواف میں ایک شخص کو طمانچہ مارا اس نے بھی برابر کا جواب دیا، جبلہ نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی تو انھوں نے جواب دیا کہ جیسا کیا ویسا پایا، جبلہ کو اس جواب سے حیرت ہوئی اور مرتد ہو کر قسطنطنیہ بھاگ گیا۔

حضرت عمرؓ نے لوگوں کی تنخواہیں مقرر کیں تو اسامہ بن زیدؓ جو پہلے غلام تھے ان کی تنخواہ اپنے بیٹے عبداللہؓ سے زیادہ مقرر کی، عبداللہؓ نے عذر کیا کہ واللہ اسامہ کسی بات میں ہم سے فائق نہیں ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہاں لیکن رسول اللہؐ اسامہ کو تجھ سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔

فاروقی عدل وانصاف کا دائرہ مسلمانوں تک محدود نہ تھا بلکہ ان کا ایوان عدل مسلمان، یہودی، عیسائی، سب کے لیے یکساں تھا، قبیلہء بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو مار ڈالا، حضرت عمرؓ نے لکھا کہ قاتل وارثان مقتول کے حوالہ کر دیا جائے، چنانچہ وہ شخص مقتول کے وارث کو جس کا نام حنین تھا سپرد کر دیا گیا اور اس نے اس کو قتل کر ڈالا۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ایک بوڑھے شخص کو گداگری کرتے دیکھا پوچھا تو بھیک کیوں مانگتا ہے؟ اس نے کہا مجھ پر جزیہ لگایا گیا ہے حالانکہ میں بالکل مفلس ہوں، حضرت عمرؓ اس کو اپنے گھر پر لے آئے اور کچھ نقد دے کر مہتمم بیت المال کو لکھا کہ اس قسم کے ذمی مساکین کے لیے بھی وظیفہ مقرر کر دیا جائے واللہ یہ انصاف نہیں ہے کہ ان کی جوانی سے ہم متمتع ہوں اور بڑھاپے میں ان کی خبر گیری نہ کریں۔

8.2 تقوی:

اخلاق کی پختگی اور استواری کا اصلی سرچشمہ خشیت الٰہی اور خداوند جل وعلا کی جبروتیت وعظمت کا غیر متزلزل یقین ہے، جو دل خشوع وخضوع اور خوفِ خداوندی سے خالی ہوتا ہے اس کی حقیقت ایک ٹکڑا گوشت سے زیادہ نہیں ہوتی، حضرت عمرؓ

خشوع وخضوع کے ساتھ رات رات بھر نمازیں پڑھتے جب صبح ہونے کو آتی تو گھر والوں کو جگاتے اور یہ آیت پڑھتے **وامر اھلک بالصلوۃ** نماز میں عموماً ایسی سورتیں پڑھتے جس میں قیامت کا ذکر یا خدا کی عظمت وجلال کا بیان ہوتا، اور اس سے اس قدر متاثر ہوتے کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی، حضرت عبداللہ بن شدادؓ کا بیان ہے کہ میں باوجود یہ کہ پچھلی صف میں رہتا تھا۔لیکن حضرت عمرؓ یہ آیت **انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ** پڑھ کر اس زور سے روتے تھے کہ میں رونے کی آواز سنتا تھا، قیامت کے مواخذہ پر بہت ڈرتے تھے اور ہر وقت اس کا خیال رہتا تھا۔ ایک بار راہ میں ایک تنکا اٹھالیا اور کہا کاش میں بھی خس وخاشاک ہوتا، کاش میں پیدا ہی نہ کیا جاتا! کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی، غرض حضرت عمرؓ کا دل ہر لمحہ خوفِ خداوندی سے لرزاں وترساں رہتا تھا، آپ فرماتے کہ "اگر آسمان سے ندا آئے کہ ایک آدمی کے سوا تمام دنیا کے لوگ جنتی ہیں، تب بھی مواخذہ کا خوف زائل نہ ہوگا کہ شائد وہ ایک بدقسمت انسان میں ہی ہوں۔

8.3 حبِ رسول اور اتباعِ سنت:

تہذیبِ نفس اور اخلاق حمیدہ سے مزین ہونے کے لیے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے دل میں رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی خالص محبت اور اتباعِ سنت کا صحیح جذبہ پیدا کرے، جو دل حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی محبت سے خالی اور جو قدم اسوۂ حسنہ کے جادۂ مستقیم سے منحرف ہے وہ کبھی سعادتِ کونین کی نعمت سے متمتع نہیں ہوسکتا ہے ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے بارگاہِ نبوت میں عرض کیا کہ اپنی جان کے سوا حضور تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہیں ارشاد ہوا عمر! میری محبت اپنی جان سے بھی زیادہ ہونا چاہیے، حضرت عمرؓ نے کہا اب حضور اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔

حضرت عمرؓ جمال نبوت کے سچے شیدائی تھے، ان کو اس راہ میں، جان، مال، اولاد اور عزیز واقارب کی قربانی سے بھی دریغ نہ تھا، عاص بن ہشام جو حضرت عمرؓ کا ماموں تھا معرکۂ بدر میں خود ان کے ہاتھ سے مارا گیا، اس طرح جب آنحضرتؐ نے ازاوج مطہراتؓ سے ناراض ہوکر علیحدگی اختیار کرلی تو حضرت عمرؓ نے یہ خبر سن کر حاضر خدمت ہونا چاہا، بار بار اذن طلب کرنے پر بھی اجازت نہ ملی تو پکار کر کہا "خدا کی قسم میں حفصہ کی سفارش کے لیے نہیں آیا ہوں اگر رسول اللہ حکم دیں تو اس کی گردن ماردوں۔

حضرت عمرؓ کی محبت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے وفات پائی تو ان کو کسی طرح اس کا یقین نہیں آتا تھا۔مسجد نبوی میں حالتِ وارفتگی میں قسمیں کھا کھا کر اعلان کرتے

تھے کہ جو کہے گا کہ میرا محبوب آقا دنیا سے اٹھ گیا تو اس کا سر اڑا دوں گا۔ آپ کے وصال کے بعد جب کبھی عہد مبارک یاد آجاتا تو رقت طاری ہو جاتی اور روتے روتے بے تاب ہو جاتے۔ ایک دفعہ سفرِ شام کے موقع پر حضرت بلالؓ نے مسجد اقصیٰ میں اذان دی تو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہِ واصحابہ وسلّم کی یاد تازہ ہوگئی اور اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔

8.4 زہد وقناعت:

دنیا طلبی اور حرص تمام بداخلاقیوں کی بنیاد ہے، اس لیے حضرت عمرؓ کو اس سے طبعی نفرت تھی، یہاں تک کہ خود ان کے ہم رتبہ معاصرین کو اعتراف تھا کہ وہ زہد وقناعت کے میدان میں سب سے آگے ہیں حضرت طلحہؓ کا بیان ہے کہ قدامتِ اسلام اور ہجرت کے لحاظ سے بہت سے لوگوں کو عمر بن خطابؓ پر فوقیت حاصل ہے، لیکن زہد وقناعت میں وہ سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہؐ جب حضرت عمرؓ کو کچھ دینا چاہتے تھے وہ عرض کرتے تھے کہ مجھ سے زیادہ حاجت مند لوگ موجود ہیں اور وہ اس عطیہ کے زیادہ مستحق ہیں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرماتے کہ "اس کو لے لو پھر تمھیں اختیار ہے، اپنے پاس رکھو یا صدقہ کر دو۔ انسان کو اگر بے طلب مل جائے تو لے لینا چاہیے۔

غذا بھی عموماً نہایت سادہ ہوتی تھی، معمولاً روٹی اور روغنِ زیتون دسترخوان پر ہوتا تھا۔ روٹی اکثر گیہوں کی ہوتی تھی لیکن آٹا چھانا نہیں جاتا تھا۔ مہمان یا سفراء آتے تھے تو کھانے کی ان کو تکلیف ہوتی تھی کیونکہ وہ ایسی سادہ اور معمولی غذا کے عادی نہیں ہوتے تھے۔

8.5 تواضع وانکساری:

حضرت عمرؓ کی عظمت وشان اور رعب وداب کا ایک طرف تو یہ حال تھا کہ محض نام سے قیصر وکسریٰ کے ایوان حکومت میں لرزہ پیدا ہو جاتا تھا، دوسری تواضع اور خاکساری کا یہ عالم تھا کہ کاندھے پر مشک رکھ کر بیوہ عورتوں کے لیے پانی بھرتے تھے، مجاہدین کی بیویوں کا بازار سے سودا سلف خرید کر لا دیتے تھے۔ پھر اس حالت میں تھک کر مسجد کے گوشہ میں فرشِ خاک پر لیٹ جاتے تھے۔

ایک دفعہ اپنے ایام خلافت میں سر پر چادر ڈال کر باہر نکلے، ایک غلام کو گدھے پر سوار جاتے دیکھا۔ چونکہ تھک گئے تھے۔ اس لیے اپنے ساتھ بٹھا لینے کی درخواست کی۔ اس کے لیے اس سے زیادہ کیا شرف ہو سکتا تھا فوراً اتر پڑا اور سواری کے لیے اپنا گدھا پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں اپنی وجہ سے تمھیں تکلیف نہیں دے سکتا، تم جس طرح سوار تھے سوار ہو میں تمھارے پیچھے بیٹھ لوں گا۔ غرض اسی حالت سے مدینہ کی گلیوں میں داخل ہوئے۔ لوگ امیر المؤمنین کو ایک غلام کے پیچھے

دیکھتے تھے اور تعجب کرتے تھے۔

بارہا سفر کا اتفاق ہوا لیکن خیمہ وخرگاہ کبھی ساتھ نہیں رہا، درخت کا سایہ شامیانہ اور فرشِ خاک بستر تھا۔ سفر شام کے موقع پر مسلمانوں نے اس خیال سے کہ عیسائی امیر المؤمنین کے معمولی لباس اور بے سروسامانی کو دیکھ کر اپنے دل میں کیا کہیں گے سواری کے لیے ترکی گھوڑا اور پہننے کے لیے قیمتی لباس پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خدا نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمارے لیے یہی بس ہے۔

ایک دن صدقہ کے اونٹوں کے بدن پر تیل مل رہے تھے ایک شخص نے کہا امیر المؤمنین یہ کام کسی غلام سے لیا ہوتا، بولے مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہوسکتا ہے جو شخص مسلمانوں کا والی ہے وہ ان کا غلام بھی ہے۔

8.6 رفاہ عامہ:

فاروق اعظم کی زندگی کا حقیقی نصب العین رفاہ عام اور بہبودی بنی نوع انسان تھا۔ ذاتی حیثیت سے بھی ان کا ہر لمحہ خلق اللہ کی نفع رسانی کے لیے وقف تھا۔ ان کا معمول تھا کہ مجاہدین گھروں پر جاتے اور عورتوں سے پوچھ کر بازار سے سودا سلف لادیتے۔ مقام جنگ سے قاصد آتا تو اہل فوج کے خطوط خود ان کے گھروں میں پہنچا آتے اور جس گھر میں کوئی لکھا پڑھا نہ ہوتا خود ہی چوکھٹ پر بیٹھ جاتے اور گھر والے جو کچھ لکھاتے لکھ دیتے۔ راتوں کو عموماً گشت کرتے کہ عام آبادی کا حال معلوم ہو، ایک دفعہ حضرت عمرؓ گشت کرتے ہوے مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر مقام حرار پہنچے، دیکھا کہ ایک عورت پکا رہی ہے اور دو تین بچے رو رہے ہیں، پاس جا کر حقیقتِ حال دریافت کی، اس نے کہا بچے بھوک سے تڑپ رہے ہیں میں نے ان کے بہلانے کو خالی ہانڈی چڑھا دی ہے۔ حضرت عمرؓ اسی وقت مدینہ آئے اور آٹا، گھی، گوشت اور کھجوریں لے کر چلنے لگے۔ حضرت عمرؓ کے غلام اسلم نے کہا میں لیے چلتا ہوں، فرمایا ہاں لیکن قیامت میں میرا بار تم نہیں اٹھاؤ گے، غرض حضرت عمرؓ خود سب سامان لے کر اس عورت کے پاس آئے، اس نے کھانا پکانے کا انتظام کیا، حضرت عمرؓ خود چولھا پھونکتے، کھانا تیار ہوا تو بچے کھا کر خوشی خوشی اچھلنے کودنے لگے، حضرت عمرؓ دیکھتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ رات کو گشت کر رہے تھے کہ ایک بدو کے خیمہ سے رونے کی آواز آئی، دریافت سے معلوم ہوا کہ بدو کی عورت دردِ زہ میں مبتلا ہے حضرت عمرؓ گھر آئے اور اپنی بی بی ام کلثوم کو ساتھ لے کر بدو کے خیمہ میں آئے، تھوڑی دیر کے بعد بچہ پیدا ہوا ام کلثوم نے پکار کر کہا امیر المؤمنین اپنے دوست کو مبارکباد دیجیے، بدو امیر المومنین کا لفظ سن کر چونک پڑا، حضرت عمرؓ نے کہا کچھ خیال نہ کرو، کل میرے پاس آنا، بچہ کی تنخواہ مقرر کردوں گا۔

9۔ خود آزمائی

1۔ حضرت عمر فاروقؓ کی سیرت بیان کریں۔

2۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں جو فتوحات ہوئیں ان پر نوٹ لکھیں۔

3۔ عہد فاروقی کے نظام سلطنت پر روشنی ڈالیں۔

10۔ لازمی کتب برائے مطالعہ

1۔ علامہ شبلی نعمانی، الفاروقؓ

2۔ حسنین ہیکل، عمرؓ فاروق اعظم

3۔ حاجی معین الدین ندوی، خلفائے راشدین

11۔ ماخذ ومصادر

1۔ ابن حجر،اصابہ،ج۲ص۵۱۸

2۔ الاستعاب،ج۲ص۵۱۸

3۔ ترمذی،الجامع،کتاب الفضائل،باب مناقب عمر

4۔ الحدید:۱

5۔ الحدید:۷

6۔ ابن ہشام،السیرۃ النبویہ ج۱ص۳۴۱

7۔ ابن سعد،الطبقات الکبری،ج۱ص۱۹۳

8۔ البخاری،الجامع الصحیح، کتاب المناقب باب مناقب عمر بن الخطاب

9۔ مسلم،الجامع الصحیح،کتاب الجہاد والسیر ،باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر

10۔ البخاری،الجامع الصحیح،کتاب المغازی باب غزوہ احد

11۔ بخاری،الجامع الصحیح،کتاب المغازی باب غزوہ حدیبیہ،

12۔ ابن ہشام،السیرۃ النبویہ ج۱ص۳۴۱

13۔ بخاری،الجامع الصحیح،کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد

14۔ بخاری،الجامع الصحیح،کتاب التفسیر سورہ فتح

15۔ دارمی،کتاب الزکاۃ باب الرجل یتصدق بجمیع ما عندہ

16۔ شاہ معین الدین ندوی،خلفائے راشدین،(ص۶۲ تا۷۸) کی تلخیص

17۔ ابن سعد،الطبقات الکبری،تذکرہ عمر بن الخطاب

یونٹ نمبر 7

حضرت عثمان غنیؓ، سیرت، خلافت اور کارنامے

تالیف: ڈاکٹر محمد سجاد

نظر ثانی: ڈاکٹر احمد رضا

فہرست عنوانات

	یونٹ کا تعارف	234
	یونٹ کے مقاصد	234
1۔	نام و نسب	235
	1.1 قبول اسلام	235
	1.2 ہجرت حبشہ	235
	1.3 غزوات میں شرکت	236
	1.4 جود وسخا	237
2۔	خلافت و کارنامے	238
3۔	فتوحات	238
	3.1 آذربائیجان و آرمینیا	238
	3.2 اناطولیہ وقبرص	239
	3.3 مصر و بلاد مغرب	240
	3.4 فارس، خراسان وطبرستان	241
4۔	حضرت عثمان کے عہد میں فتنہ وفساد اور اس کے اسباب	242
5۔	عہد عثمانی کے کارنامے	244
	5.1 ملکی نظم ونسق	244
	5.2 بیت المال	244
	5.3 تعمیرات	244
	5.4 مسجد نبوی کی تعمیر وتوسیع	244
	5.5 امارت بحریہ	244
	5.6 مذہبی خدمات	245

6۔	حضرت عثمان بن عفانؓ کی سیرت	246
	6.1 تقوی	246
	6.2 حب رسول	246
	6.3 حیاء	246
	6.4 ایثار	247
7۔	خود آزمائی	247
8۔	لازمی کتب برائے مطالعہ	247
9۔	مآخذ و مصادر	248

یونٹ کا تعارف

حضرت عثمان بن عفانؓ کا تعلق قبیلہ قریش کے ایک اہم ترین خاندان بنو امیہ سے تھا۔ خاندان بنو ہاشم اور بنو امیہ قریش کے بہت ممتاز خاندان تھے۔ حضرت عثمان، حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم کی حقیقی پھو پھی حضرت ام حکیم کی دختر حضرت اروی بنت کریز کے فرزند تھے۔ اس لحاظ سے آپ کے بھانجے تھے۔ آپ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی دعوت پر ایمان لائے۔ دین اسلام کی راہ میں بہت سخت مشکلات سے دوچار ہوئے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے اپنی منجھلی بیٹی حضرت رقیہؓ کی شادی حضرت عثمانؓ سے کردی۔

پہلے ہجرت حبشہ کی اور بعد ازاں دونوں میاں بیوی نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، جب حضرت رقیہؓ کی وفات ہوئی تو رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ سے ان کی شادی کرادی اس لیے آپؓ ذوالنورین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ حضرت عثمانؓ بن عفان ممتاز تاجر اور صاحب ثروت تھے۔ آپؓ نے اپنی دولت اسلام کے لیے وقف کردی۔ حضور اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے آپ کے فضائل ومناقب میں فرمایا:

''آپ اہل جنت میں سے ہیں''۔

بیعت رضوان کے موقع پر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے اپنے ہاتھ کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا تھا، حضرت عثمانؓ بن عفان کی رفاہی اور فلاحی خدمات کی وجہ سے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلِہ واصحابہ وسلّم نے آپ کو دنیا ہی میں جنت کی خوشخبری سنائی تھی، آپ کا شمار عشرہ مبشرہ صحابہ میں ہوتا ہے۔

صحابہ کرامؓ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بعد انھیں سب سے افضل مانتے تھے، اس لیے حضرت عثمان بنؓ عفان خلیفہ سوم ہوئے۔ آپ کے عہد خلافت میں فتوحات اسلامیہ میں توسیع ہوئی، بری اور بحری نظام عسکری منظّم ہوا، علوم وفنون کا ارتقاء ہوا، رفاہی اداروں کا قیام عمل میں لایا گیا، قرآن مجید کی تدوین ہوئی، آپ کے عہد خلافت کے آخری سالوں میں سبائی تحریک اور عجمی عناصر کی اسلام دشمنی کی وجہ سے فتنہ فساد برپا ہوا، جس کے نتیجہ میں آپ کی شہادت ہوئی، شہادت عثمانؓ کا نتیجہ ہے کہ امت اسلامیہ کا اتحاد پارہ پارہ ہوگیا۔

یونٹ کے مقاصد

اس یونٹ کے میں خلیفہ سوم کے عہد کے اہم واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ اس یونٹ کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہوجائیں گے کہ

1۔ حضرت عثمان غنیؓ کے حالات زندگی سے آگاہ ہوسکیں۔
2۔ حضرت عثمانؓ بن عفان کی اسلام کے لیے خدمات کا جائزہ لیں سکیں
3۔ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں فتوحات اسلام کا جائزہ لے سکیں۔

1۔ نام ونسب

آپؓ کا نام عثمان ہے۔ ابوعبداللہ اور ابوعمر کنیت ہے، ذوالنورین لقب ہے۔ والد کا نام عفان ہے اور والدہ کا نام اروی۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے:

عثمان بن عفان بن ابی العاص بن اُمیّہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قُصی۔ اس طرح آپ کا سلسلہ پانچویں پشت میں عبدمناف پر رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے ساتھ جا ملتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی نانی بیضاء ام حکیم بنت عبدالمطلب رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی پھوپھی ہیں۔ یکے بعد دیگرے رسولِ کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی دو صاحبزادیاں آپ کے عقد میں آئیں اس لیے آپ ذوالنورین کے لقب سے مشہور ہوئے۔(1)

حضرت عثمانؓ کا خاندان زمانۂ جاہلیت میں بہت معزز سمجھا جاتا تھا۔ قریش کا قومی جھنڈا اعقاب اسی خاندان کے پاس تھا۔ آپ کے پردادا اُمیہ بن عبدشمس قریش کے ممتاز سردار اور رئیس تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ واقعۂ فیل کے چھٹے سال پیدا ہوئے۔ بڑے ہوئے تو کپڑے کی تجارت اختیار کی۔ اللہ تعالی نے اس پیشہ میں بڑی برکت دی۔ خوب کمایا اور خوب راہِ خدا میں خرچ کیا۔ آپ کے جودوکرم اور حسنِ اخلاق کی وجہ سے قریش میں آپ کو عزّت ومحبّت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

1.1 قبول اسلام:

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سب سے پہلے اپنے مخلص دوستوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ ان دوستوں میں حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ بھی تھے۔ چنانچہ ان تینوں نے ایک ساتھ دعوتِ حق کو لبیّک کہا اور سابقین اوّلین میں شمار ہوئے۔(2) حضرت عثمانؓ کو یہ شرف حاصل ہوا جو اُن کے مناقب میں سب سے درخشاں ہے۔ کہ رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے ان کو اپنی فرزندی میں قبول فرمایا، اور رسول کریم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی منجھلی صاحبزادی حضرت رقیّہؓ سے آپ کی شادی ہوئی۔

1.2 ہجرت حبشہ:

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت عثمانؓ بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح کفّار کے مظالم کا شکار ہوئے۔ آپ کے چچا حکم بن عاص بن امیہ نے آپ کے ہاتھ پاؤں باندھ کر قید کر دیا اور کہہ دیا کہ جب تک تم نئے دین کو نہ چھوڑو گے میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔

حضرت عثمانؓ جب ان اذّیتوں سے بے حد تنگ آ گئے تو قولِ اقدسؐ کے حکم کے مطابق اپنی بیوی کو ساتھ لے کر حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ دین کو بچانے کے لیے اپنے گھر بار اور اعزّہ و اقربا کو چھوڑ کر نکل جانے والوں میں پہلے شخص تھے۔ رسولِ اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا:۔

''خدا ان دونوں میاں بیوی کا نگہبان ہو۔ لوط علیہ السّلام کے بعد عثمان پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی بیوی کے ساتھ ہجرت کی''۔(3)

پھر جب مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ نے بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت فرمائی۔

1.3 غزوات میں شرکت:

آپ نے بھی تمام غزوات میں شریک ہو کر دین کے لیے جان کی قربانی پیش کی۔ البتہ غزوۂ بدر میں آپ اپنی اہلیۂ محترمہ حضرت رقیہؓ کی شدید علالت کے وجہ سے شرکت نہ فرما سکے۔ رسولِ اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہٖ وسلّم نے آپ کو حکم دیا تھا کہ مدینہ میں رہ کر حضرت رقیہؓ کی تیمارداری فرمائیں۔ حضرت رقیہؓ کا اسی زمانے میں انتقال ہو گیا۔ رسولِ اکرمؐ نے حضرت عثمانؓ کو شرکاءِ بدر' میں شمار کیا۔ سامانِ غنیمت میں سے بھی آپ کو حصّہ دیا اور اجرِ آخرت کی بھی بشارت دی۔(4) حضرت عثمانؓ کو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہٖ وسلّم کی فرزندی کے فخر سے محروم ہونے کا بڑا غم تھا۔ رسولِ اکرمؐ نے جب آپ کو بے حد ملول دیکھا تو اپنی دوسری صاحبزادی حضرت امِ کلثومؓ سے آپ کی شادی کر دی۔ یہ وہ فخر ہے جو آپ کے سوا کسی اور کو حاصل نہ ہو سکا اور اسی وجہ سے آپؓ 'ذوالنورین' کے لقب سے مشہور ہوئے۔

6ھ میں جب رسولِ اکرمؐ نے صحابہ کے ساتھ زیارتِ کعبہ کے لیے روانہ ہوئے تو مقام حدیبیہ میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ کفّار قریش آپ کو مکّہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ آپ نے حضرت عثمانؓ کو کفّار سے بات چیت کرنے کے لیے سفیر بنا کر بھیجا۔ کفّار نے آپ کو روک لیا اور مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ آپ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس خبر سے مسلمانوں میں سخت جوش پیدا ہو گیا۔ رسولِ اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہٖ وسلّم نے ایک پیڑ کے نیچے بیٹھ کر صحابہ سے جان کی قربانی کی بیعت لی۔ اس موقعہ پر آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر حضرت عثمانؓ کی طرف سے یہ بیعت لی اور اپنے دستِ مبارک کو حضرت عثمانؓ کے ہاتھ کا قائم مقام قرار دیا۔(5)

ایک غزوہ کی تیاری کے سلسلہ میں حضور اکرمؐ نے مسلمانوں سے جہاد کی تیاری اور سامانِ حرب کے لیے چندہ کی

اپیل کی۔ اس موقع پر آپ نے ایک ہزار اونٹ اور پچاس گھوڑے پیش کیے اور ایک ہزار دینار کی تھیلیاں لا کر رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی گود میں ڈال دیں۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے ان دیناروں کو الٹتے پلٹتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے:۔

حاضر عثمان ما عمل بعد الیوم(6)

''آج کے بعد عثمانؓ کا کوئی کام انہیں نقصان نہ پہنچائے گا''۔

1.4 جودوسخا:

حضرت عثمان نے اپنی دولت اسلام اور مسلمانوں کے لیے خرچ کر دی۔ رسول اقدس حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم جب مدینہ تشریف لائے تو مہاجرین کو پانی کی بہم رسانی کی سخت دقت تھی صرف بئر رومہ ہی ایک کنواں تھا جس کا پانی پینے کے لائق تھا مگر اس کا مالک ایک یہودی تھا جو مسلمانوں کو پانی نہ لینے دیتا تھا۔ رسول اللہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا۔

''کوئی ہے جو بئر رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دے اور اس کے عوض جنّت کے چشمہ کا مالک ہو''۔

حضرت عثمانؓ نے بیس ہزار درہم میں اسے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔(7)

اسی طرح جب مسجد نبویؐ میں توسیع کی ضرورت محسوس ہوئی تو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا۔

''کوئی ہے جو ہماری مسجد میں توسیع کرے''۔

حضرت عثمانؓ نے پانچ ستونوں کی مقدار زمین خرید لی اور مسجد نبویؐ کی توسیع ہو گئی۔

حضرت عثمانؓ کی یہی شانِ کرم تھی جس نے مسلمانوں کے دلوں کو موہ لیا تھا اور وہ آپ کے گرویدہ تھے۔

حضرت عثمانؓ رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے رفیق خاص اور کاتبِ وحی تھے۔ آپؐ کے ان دس حواریوں میں سے تھے جنہیں آپؐ نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی۔(8) آپ ان چھ بزرگوں میں سے تھے جنہیں حضرت عمرؓ نے ''اہل شوریٰ'' تجویز کیا اور خبر دی کہ رسول کریمؐ ان سے خوش دُنیا سے رُخصت ہوئے ہیں۔ حضورؐ نے بعض موقعوں پر آپ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بھی تجویز کیا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے مشیر خصوصی رہے اور خدماتِ خلافت میں دستِ راست بنے رہے۔

2۔ خلافت وکارنامے

(یکم محرم 24ھ بمطابق 7 نومبر 544ء تا 18 ذی الحجہ 35ھ بمطابق 17 جون 656ء)

حضرت عثمانؓ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ والیانِ صوبہ، امراء، فوج اور عُمال خراج کے نام فرمان جاری کیے۔ ان فرمانوں میں ہدایت کی گئی کہ عدل وانصاف کو ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے، آمدنی اور خرچ میں امانت و دیانت سے کام لیا جائے مسلمانوں اور ذِمیوں کے درمیان کوئی فرق روانہ رکھا جائے، دشمنوں کیساتھ مقابلہ کے وقت بدعہدی نہ کی جائے۔ اس کے علاوہ یہ بھی واضح کیا گیا کہ سردارانِ اسلام کی حیثیت محافظ اور نگہبان کی ہے وہ رعیت کے آقا و مولیٰ نہیں ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی شہادت ایک سازش کا نتیجہ تھی۔ اس سازش میں ابولولو کے علاوہ جفینہ اور ہرمزان بھی شریک تھے۔ ابولولوہ نہاوند کا رہنے والا پارسی غلام تھا اور جفینہ حیرہ کا رہنے والا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ غُصّے میں اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور جفینہ اور ہرمزان کو قتل کر دیا۔ حضرت عبداللہ کو اس حرکت پر گرفتار کرلیا گیا اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے بعد سب سے پہلے یہ مقدّمہ پیش ہوا۔

حضرت عثمانؓ نے سب سے پوچھا آپ کی اس معاملہ میں کیا رائے ہے؟ حضرت علیؓ نے کہا ہرمزان اور جفینہ پر صرف عبدالرحمٰن کی شہادت سے جرم ثابت نہیں ہوتا اس لیے عبداللہؓ بن عمر کو قصاص میں قتل کر دینا چاہیے۔ بعض دوسرے صحابہؓ نے کہا کل عمرؓ شہید ہوئے ہیں آج ان کے صاحبزادے کو قتل کر دیا جائے یہ نہیں ہوسکتا۔

حضرت عثمانؓ نے ہرمزان اور جفینہ کی دیت اپنے پاس سے ادا کر کے اس قضیہ کو ختم کر دیا۔ کیونکہ مقتولین کے ورثاء نہ تھے اور خلیفہ کو ان کے معاملہ میں پورا اختیار حاصل تھا۔ حضرت عثمان کے اس فیصلہ کو بہت پسند کیا گیا۔

3۔ فتوحات

3.1 آذربائیجان وآرمینیا:

آذربائیجان اور آرمنیا کے ممالک کوفہ سے متعلق تھے یہیں سے ان ملکوں کی حفاظت اور مدافعت کے لیے فوجیں روانہ کی جاتی تھیں۔ سعد بن وقاص والیٔ کوفہ کے زمانہ میں عقبہ بن فرقد آذربائیجان کے عامل تھے۔ سعد کی معزولی پر وہ معزول

کئے گئے ۔آ ذر بائیجان والوں نے ان کے جاتے ہی علم بغاوت بلند کیا۔ ولید بن عقبہ نے فوجی کارروائی کی اور اہل آ ذر بائیجان نے پھر اطاعت قبول کی۔

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں سراقہ بن عمرو نے عبدالرحمٰن بن ربیعہ باہلی اور حبیب بن مسلمہ فہری کے ساتھ آرمینیا اور قوقاز کے علاقوں میں حملہ کیا تھا۔ عبدالرحمٰن بن ربیعہ مشرقی آرمینیا کو فتح کرتے ہوئے بحرِ خزر کے کنارے کنارے باب تک پہنچ گئے تھے۔ باب کی فتح کے بعد سراقہ نے اسلامی سرداروں کو آرمینیا کے دوسرے شہروں کو فتح کے لیے روانہ کیا۔ چنانچہ حبیب بن مسلمہ گرجستان کے علاقہ میں بڑھے اور اس کے صدر مقام تفلس کو فتح کرلیا۔ اسی دوران میں سراقہ کا انتقال ہوگیا اور عبدالرحمٰن بن ربیعہ ان کے قائم مقام منتخب ہوئے۔

عبدالرحمٰن نے باب کو صدر مقام بنا کر انتظامات درست کیے اور پھر فتح کے ارادہ سے آگے بڑھے یہاں تک کہ دربند پہنچ گیے ۔ پھر آپ تنگنائے دربند کو پار کر کے شمال کے نشیبی علاقوں میں پہنچے اور بلنجر سے دوسو میل آگے پہنچ کر دم لیا۔

عبدالرحمٰن باب میں مقیم ہوگئے تھے۔ آپ موقع بہ موقع وہاں سے بلادِ خزر میں حملے کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ وہیں خاقانِ خزر سے مقابلہ کرتے ہوئے نہر ترک نہر بلنجر پر شہید ہوگئے۔

عبدالرحمٰن کی شہادت کے بعد مسلمان بلادِ خزر میں نہ ٹھہر سکے اور تمام آرمینیا ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔

26ھ میں حضرت عثمانؓ نے سلمان بن ربیعہ (برادر عبدالرحمٰن بن ربیعہ) اور حبیب بن مسلمہ کو دوبارہ ان علاقوں کی فتوحات کے لیے روانہ کیا۔ چنانچہ ان دونوں بہادروں نے آرمینیا اور قوقاز کے تمام علاقوں کو دوبارہ اسلامی جھنڈے کے سایہ میں داخل کرلیا۔

3.2 اناطولیہ وقبرص:

حضرت عثمانؓ کے عہد میں شام کا سارا ملک حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کے ماتحت تھا۔ چونکہ شام کی سرحد بلاد روم سے ملتی تھی اس لیے حضرت معاویہؓ کی رومیوں سے اکثر جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں۔ 25ھ یا 26ھ میں حضرت معاویہ نے اناطولیہ پر حملہ کیا اور شہر عموریہ کو فتح کرلیا۔ شام سے عموریہ تک جس قدر قلعے تھے ان پر قبضہ کر کے شام اور جزیرہ کے مسلمانوں کو ان میں آباد کیا۔ حضرت معاویہؓ اور آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ مگر انہیں خشکی کے راستہ مزید پیش قدمی کا موقع نہ ملا۔

انہوں نے اناطولیہ کے ساحلی علاقوں اور بحرِ روم کے جزیروں پر سمندر کے راستہ حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت

معاویہؓ نے جہازوں کا ایک بیڑہ خود تیار کیا اور دوسرا بیڑہ عبداللہ بن ابی سرح گورنر مصر لے کر بڑھے۔ یہ دونوں بیڑے عبداللہ بن قیس حارثی کی رہنمائی میں بحرِ روم کے مشہور جزیرہ قبرص پر لنگر انداز ہوئے۔ اہل قبرص نے سخت مقابلہ کیا۔لیکن آخر کار ہتھیار ڈال دیئے اور ان شرائط پر صلح کر لی:۔

1۔ اہلِ قبرص مسلمانوں کو سات ہزار دینار سالانہ ادا کریں گے اور اسی قدر رقم وہ رومیوں کو بھی ادا کرتے رہیں گے۔

2۔ مسلمانوں پر اہل قبرص کی حفاظت ضروری نہ ہوگی۔

3۔ اہل قبرص دشمنوں کی نقل وحرکت سے مسلمانوں کو اطلاع دیں گے اور مسلمان اپنے دشمنوں پر حملہ کرتے وقت قبرص کو استعمال کر سکیں گے۔

اس طرح جزیرہ قبرص جو مصر وشام کی حفاظت کے لیے اہم مقام ہے وہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا اور بحرِ روم میں اسلامی فوجوں کا بحری مرکز قرار پایا۔ یہ واقعہ ۲۸ھ کا ہے۔

3.3 مصر و بلاد مغرب:

اہل سکندریہ نے رومیوں کے اشارہ سے بغاوت کی۔حضرت عثمانؓ نے اہل مصر کے مشورہ سے اس بغاوت کو فرو کرنے کے لیے عمروؓ بن عاص کو متعین کیا۔انہوں نے بڑی دانائی کے ساتھ اس کام کو انجام دیا۔رومیوں کو شکست فاش ہوئی۔ عمروؓ بن عاص نے ان کے بیڑے کے بہت سے جہازوں پر قبضہ کر لیا اور اسکندریہ کی فصیل کو منہدم کرا دیا۔

اسی سال عبداللہ بن ابی سرح مصر سے طرابلس کی مہم پر روانہ کیے گیے۔انہوں نے طرابلس کے بہت سے شہروں پر جو رومیوں کے زیرِ اقتدار تھے قبضہ کر لیا اور پچیس لاکھ دینار پر صلح ہوئی۔

اس دوران میں عبداللہؓ بن ابی سرح اور عمروؓ بن عاص دونوں کا مصر کے انتظامات میں ہاتھ رہا۔حضرت عثمانؓ چاہتے تھے کہ عمروؓ بن عاص افسرِ فوج رہیں اور عبداللہ افسر مال وخراج لیکن عمرو بن عاص نے اسے منظور نہ کیا اور مصر کا پورا انتظام عبداللہ بن ابی سرح کے ہاتھ میں آ گیا۔ یہ واقعہ ۳۶ھ کا ہے۔

26ھ میں مصر کی ولایت کے مکمل اختیارات تفویض کرنے کے بعد حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن ابی سرح کو بلاد

مغرب میں آگے بڑھنے کا حکم دیا۔اس مہم میں ان کی مدد کے لیے مدینہ سے ایک لشکر روانہ کیا جس میں حضرت ابن عباس، ابن عمر، ابن عمرو بن عاص، ابن جعفر، حسن، حسین، ابن زبیر بھی شامل تھے۔''برقہ'' سے عتبہ بن نافع بھی ان کے ساتھ اپنی جمعیت لے کر شریک ہو گیے۔عبداللہ نے تمام طرابلس میں اپنی فوجیں پھیلا دیں اور افریقہ (تونس) کی طرف بڑھے۔شہر یعقوبہ کے متصل، افریقیہ شمالیہ کا رومی گورنر جرجیر ایک لاکھ بیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ مقابلہ پر آیا۔دونوں طرف کے بہادر بڑی جرأت کے ساتھ دادِ شجاعت دینے لگے۔آخر کار عبداللہ بن زبیر نے جرجیر کو قتل کر دیا اور لشکرِ اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔

3.4 فارس، خراسان و طبرستان:

فارس، خراسان اور سرحد، سندھ کے علاقے ولایت بصرہ سے متعلق تھے۔حضرت عمرؓ کے زمانہ سے بصرہ کے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ تھے۔۲۶ھ میں بصرہ کے بعض شورش پسندوں نے ان کی شکایت کی۔حضرت عثمانؓ نے انہیں معزول کر کے ان کی جگہ عبداللہ بن عامر کو مقرر کیا۔

اسی سال اہل فارس نے بغاوت کی اور اپنے امیر عبیداللہ بن معمر کو قتل کر دیا۔ابنِ عامر خود فوج لے کر بڑھے۔اصطخر پر ہولناک لڑائی ہوئی۔عبداللہ بن عامر نے منجنیق سے سنگباری کر کے باغیوں کا کچومر نکال دیا اور انہیں عبرتناک سزا دی۔

۳۰ھ میں امیر کوفہ سعید بن عاص ایک فوجِ گراں لے کر جس میں حضرات حسنؓ و حسینؓ، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو بن عاص، عبداللہ بن زبیرؓ اور حذیفہ بن یمان بھی شریک تھے۔طبرستان کی طرف روانہ ہوئے۔دوسری طرف سے عبداللہ بن عامر والیٔ بصرہ نے طبرستان کا رخ کیا۔لیکن سعید بن عاص نے ان کے پہنچنے سے پہلے جرجان اور طبرستان کو فتح کر لیا۔(9)

4۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں فتنہ وفساد اور اس کے اسباب

حضرت عثمانؓ کے ابتدائی چھ سال عہد خلافت میں حالات پرامن رہے، فتوحات کی کثرت رہی۔ مال غنیمت کی فراوانی ہوئی، ملک میں زراعت، تجارت میں ترقی ہوئی۔ عمدہ نظم ونسق کی وجہ سے ہر طرف فارغ البالی عام ہوئی۔ دولت مندی اور تمول کی کثرت نے مسلمانوں میں اس کے وہ لوازم بھی پیدا کردیے جو ہر قوم میں ایسی حالت میں پیدا ہوجاتے ہیں اور اس قوم کی کمزوری اور انحطاط کے اسباب بن جاتے ہیں۔ رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا تھا کہ مجھے تمھارے فقر وفاقہ سے کوئی ڈر نہیں بلکہ تمھاری دنیاوی دولت مندی ہی کے خطرات سے ڈرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عثمان کے عہد خلافت میں اس فتنہ کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ عہد عثمانی کے آخری عہد میں صحابہ کرام کی وہ نسل جو تربیت نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے براہ راست مستفید ہوئی تھی۔ ختم ہوچکی تھی۔ اور جو موجود تھے وہ بہت ضعیف اور گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ اب ان کی اولاد ہی ان کی جگہ لے رہی تھیں۔ جو ظاہر ہے زہد تقویٰ، عدل وانصاف اور حق پسندی میں اپنے بزرگوں سے کمتر تھے۔

2۔ مشرق ومغرب میں اسلام کی اشاعت ہوئی اسلامی فتوحات کی وجہ سے سینکڑوں قومیں محکوم اور مفتوح ہوئیں، اس محکومی اور غلبہ نے ان کے اندر انتقام کی آگ پیدا کردی، جس نے خفیہ انداز میں سازشوں کا جال پھیلایا۔ اس میں سب سے زیادہ کردار ایرانی پارسیوں، مجوسیوں اور یہودیوں کا تھا۔

3۔ حضرت عثمانؓ اموی تھے، اور اپنے عزیز واقارب کے ساتھ صلہ رحمی کرتے تھے۔ اپنے خاندان کے ساتھ ان کے جذبات خیر خواہانہ تھے، اس لیے ان کو فائدہ پہنچانا چاہتے تھے، ذاتی طور پر ان کی امداد بھی کرتے تھے۔ شریروں نے اس کو منفی پروپیگنڈے کے طور پر پھیلایا کہ حضرت عثمانؓ سرکاری بیت المال سے ان کو یہ مال ودولت دیتے ہیں۔

4۔ یہودیوں کی یہ کوشش تھی کہ دین اسلام میں تفرقہ ڈالیں۔ ملت اسلامیہ کے اتحاد واتفاق کو پارہ پارہ کردیں تا کہ اس کی شان وشوکت اور فتح وانقلابات کا خاتمہ ہوسکے۔

ان وجوہ واسباب کی بنا پر جب زمین اچھی طرح تیار ہوگئی تو اعداء اسلام کی ایک جماعت نے (جو شوکت اسلام

کے سامنے سرنگوں ہوکر بظاہر حلقہ بگوش اسلام ہوچکی تھی) اپنے عیار سردار عبداللہ بن سبا کی زیر سرکردگی کشت ملت میں اختلاف وافتراق کی تخم پاشی کی۔

حضرت عثمانؓ طبعًا نرم مزاج، بامروت اور رحمدل تھے۔آپؓ کے ان جذبات سے ایک طرف آپ کے عزیزوں نے تحصیل مناصب میں غیر مناسب فائدہ اٹھایا، دوسری طرف آپ کے مخالفین نے اپنی شورش انگیزیوں میں کوئی مزاحمت نہ دیکھی۔اس طرح اختلاف وافتراق کے اس بیج کو پھلنے پھولنے کے لیے مناسب فضا میسر آ گئی اور آخر کار شہادت عثمانؓ کی صورت میں وہ شجر زقوم پیدا ہوا جس نے ملت اسلامیہ کے ذوقِ صحیح کو برباد کردیا۔

5۔ عہد عثمانی کے کارنامے

5.1 ملکی نظم ونسق:

حضرت عثمانؓ نے وہی نظم ونسق برقرار رکھا جسے حضرت عمرؓ نے مرتب کیا تھا۔مزید صوبے بنائے، مرکزی نظام حکومت میں نئے شعبے اور محکمے قائم کیے۔صوبوں میں انتظامی اور مالیاتی ذمہ داروں میں فرق پیدا کرنے کی حکمت عملی وضع ہوئی۔ دیوان عطا میں اصلاح وترقی کی۔احتساب کا محکمہ مضبوط کیا، عراق کی زمینوں کی تقسیم کی۔گورنروں اور افسروں کے کاموں کا جائزہ لینے کے لیے مرکزی نگران بھیجے۔

5.2 بیت المال:

حضرت عثمان کے عہد میں جدید فتوحات کے باعث ملک وسیع ہوا، اور ملکی محاصل نے غیر معمولی ترقی کی، بیت المال کی آمدنی میں اضافہ ہوا۔اہل وظائف کے وظیفوں میں ایک ایک سو درہم کا اضافہ ہوا۔اس کے علاوہ بیت المال سے ضرورت مندوں اور ناداروں کو کھانا بھی مقرر کر دیا گیا۔

5.3 تعمیرات:

حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد خلافت میں کئی نئی تعمیرات کیں۔رفاہ عامہ کے لیے سڑک، پل اور مسجدیں تعمیر کی گئیں، مسافروں کے لیے مہمان خانے بنائے گئے، راستوں پر سرائیں اور چوکیاں بنائی گئیں۔مدینہ منورہ کو سیلاب ریلے سے محفوظ رکھنے کے لیے بند مہزور کی تعمیر کی گئی۔اس کے علاوہ آپ رفاہ عامہ اور فلاح عامہ کے کاموں میں ہمیشہ سب سے آگے ہوتے تھے۔

5.4 مسجد نبوی کی تعمیر وتوسیع:

مسجد نبوی کی تعمیر میں حضرت عثمانؓ کا ہاتھ سب سے زیادہ نمایاں ہے، شروع میں جب مسلمانوں کی کثرت کے باعث مسجد نبوی کی وسعت ناکافی ثابت ہوئی تو حضرت عثمانؓ نے قطعہ زمین خرید کر بارگاہ نبوت میں پیش کیا کہ اس سے مسجد نبوی کو وسعت دی جائے، پھر حضرت عثمانؓ نے خود اپنے عہد میں اہتمام کے ساتھ اس کو تعمیر کرایا، اس سے اس کی رونق دوبالا ہوگئی۔

5.5 امارت بحریہ:

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں بحری فوجی انتظامات کی ابتدا ہوئی، حضرت امیر معاویہؓ کے توجہ دلانے پر آپ

نے ایک جنگی بحری بیڑہ تیار کرنے کا حکم دیا اور عبداللہ بن قیس حارثی کو امیر البحر مقرر کیا۔ اس فوجی قوت کے ذریعے رومیوں کو شکست دی گئی اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لیے موثر انتظامات کیے گئے۔

5.6 مذہبی خدمات:

حضرت عثمانؓ کی اہم ترین خدمت قرآن کی نشر و اشاعت اور پورے ممالک اسلامی میں اس کے مصاحف کی ترسیل تعلیم ہے۔ ان کی عام شہرت جامع قرآن کی ہے۔ لیکن قرآن کو عہد نبوی میں جمع اور عہد صدیقی میں مدون کر لیا گیا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے مصحف صدیقی کو بنیاد بنا کر ایک صحیح نسخہ تیار کرنے کے لیے ایک مجلس بنائی، اس نے بڑی محنت سے یہ کام کیا اور اس کی سات نقلیں تیار کروائیں، ایک مرکز اور چھ صوبوں کے لیے تیار کرائیں، اس طرح انھوں نے پوری امت اسلامی کو ایک قرآن پر قیامت تک کے لیے متحد و متفق کر دیا۔

6۔ حضرت عثمانؓ بن عفان کی سیرت

حضرت عثمان بن عفانؓ فطرتاً پاکیزہ صفت دیانت دار اور راست باز تھے۔ حیاء اور رحم دلی ان کی خاص شان تھی۔ ایام جاہلیت میں بھی وہ ہر قسم کی برائیوں سے محفوظ رہے، اور جب ایمان کے نور سے مستفیض ہوئے تو ان کے اخلاق و کردار میں مزید نکھار پیدا ہوا۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی تعلیم و تربیت کی بدولت ان کے اوصاف حمیدہ اور زیادہ نمایاں ہوئے۔

6.1 تقوی:

اللہ کا خوف تمام محاسن کا سرچشمہ ہے۔ حضرت عثمانؓ اکثر خوف الٰہی سے آبدیدہ رہتے تھے۔ آپ کو موت، قبر اور آخرت کا خیال اکثر دامن گیر رہتا تھے۔ سامنے سے جنازہ گزرتا تو آپ کھڑے ہو جاتے اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل آتے تھے۔ اکثر قبرستان تشریف لے جاتے، خوف آخرت سے اس قدر روتے کہ داڑھی تر ہو جاتی۔

6.2 حب رسول حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم:

حضرت عثمان بن عفانؓ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ آپ حضورؐ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے، جان نثاری کا حق ادا کیا، حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کا ادب واحترام اس قدر ملحوظ تھا کہ جس ہاتھ سے بیعت کی پھر اس کو نجاست یا محل نجاست سے مس نہ ہونے دیا کہ اس میں شان بے ادبی تھی۔ آل رسولؐ اور ازواج مطہراتؓ کا خاص طور سے پاس وخیال تھا۔

6.3 حیاء

حضرت عثمان بن عفانؓ کی خاص صفت حیاء بیان کی گئی ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم خود بھی ان کے شرم وحیا کا پاس ولحاظ فرماتے تھے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے آپ کے بارے میں فرمایا۔ عثمان کی حیاء سے فرشتے بھی شرماتے ہیں۔ اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت عائشہ بھی بیان کرتی ہیں۔ حضرت عثمانؓ کی حیا کا یہ عالم تھا کہ تنہائی اور بند کمرے میں بھی وہ برہنہ نہیں ہوتے تھے۔

6.4 ایثار:

حضرت عثمان بن عفانؓ کی زندگی میں یہ اخلاقی صفت سب سے زیادہ نمایاں ہے۔اسلام لانے کے بعد اپنی ساری دولت اسلام اور مسلمانوں کے لیے وقف کردی۔اور ہمیشہ مسلمانوں کو اپنی ذات پر ترجیح دی، مدینہ میں میٹھے پانی کا ایک کنواں تھا اس کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ایک دفعہ مدینہ میں قحط پڑا، اس وقت آپ کا سامان تجارت آیا تھا، اسی وقت اس کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

7۔ خود آزمائی

1۔ حضرت عثمان بن عفانؓ کے حالات زندگی بیان کریں۔

2۔ حضرت عثمان بن عفانؓ کے عہد خلافت اہم کارناموں پر روشنی ڈالیں۔

3۔ حضرت عثمان بن عفانؓ شہادت کے اسباب بیان کریں

8۔ لازمی کتب برائے مطالعہ

1۔ حاجی معین الدین ندوی، خلفائے راشدین

2۔ تاریخ ملت جلد اول

9۔ ماخذ ومصادر

1۔ ابن حجر، فتح الباری، کتاب المناقب باب مناقب عثمان بن عفانؓ

2۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، جلد اص

3۔ ابن کثیر، البدایہ والنھایہ،

4۔ ابن ہشام السیرہ النبویہ جلد 1

5۔ ایضاً

6۔ الترمذی، کتاب المناقب عن رسول اللہ باب فی مناقب عثمان بن عثمان

7۔ النسائی، السنن، کتاب الاحباس باب وقف المساجد

8۔ ابن الاثیر، اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۵۷

9۔ تاریخ ملت ج اول ص ۳۰۳ تا ۳۱۱ اخذ و تلخیص.

یونٹ نمبر 8

حضرت علی مرتضیٰؓ سیرت، خلافت اور کارنامے

تالیف: ڈاکٹر محمد سجاد

نظر ثانی: ڈاکٹر احمد رضا

فہرست عنوانات

	یونٹ کا تعارف	251
	یونٹ کے مقاصد	252
1۔	نام ونسب	253
2۔	قبول اسلام	253
3۔	ہجرت	254
4۔	شادی	254
5۔	غزوات میں شرکت	255
6۔	اعلان برات	256
7۔	خلافت اور کارنامے	257
7.1	خطبہ خلافت	257
7.2	مطالبہ قصاص	257
7.3	عثمانی عمال کی معزولی	259
7.4	جنگ جمل	260
7.5	کوفہ بطور دار الحکومت	260
7.6	انتظامی اقدامات	261
7.7	جنگ صفین	261
7.8	خوارج کی بغاوت	262
8۔	حضرت علیؓ کی شہادت	263
9۔	حضرت حسنؓ کی خلافت اور دستبرداری	263
10۔	مناقب وفضائل	264
11۔	خود آزمائی	265
12۔	لازمی کتب برائے مطالعہ	265
13۔	ماخذ ومصادر	266

یونٹ کا تعارف

اسلام کے چوتھے خلیفہ حضرت علی بن ابی طالبؓ قریش کے خاندان بنو ہاشم کے ایک ممتاز فرد اور رسولِ اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے حقیقی چچازاد بھائی تھے۔ وہ بعد میں آپ کے سب سے چھوٹے داماد بھی ہوئے کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے حضرت فاطمہؓ کی شادی ان سے کر دی تھی۔ حضرت علیؓ اپنے بچپن ہی میں جب کہ ان کی عمر نو دس سال کی تھی، مسلمان ہوئے۔ وہ اولین مسلمانوں میں سے تھے۔ وہ آپ کے زیر کفالت بھی رہے۔ مکہ مکرمہ میں انہوں نے قرآن مجید کی کتابت کی خدمت بھی انجام دی۔۔ ہجرتِ نبوی کے بعد وہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے بستر میں محوِ خواب رہے اور دشمنوں کے ہاتھوں اپنی جان خطرہ میں ڈالی۔ بعد میں تمام غزوات میں شریک رہے اور دین اسلام کی عظیم الشان خدمات سرانجام دیں۔

وہ انتہائی بہادر، فنونِ حرب سے واقف، علم وفضل سے آراستہ اور ذہین وفطین شخص تھے۔ علومِ اسلامی میں قرآن و حدیث پر نظر تو تھی ہی مگر قضا وعدالت میں سب سے فائق تھے۔ بایں ہمہ وہ زاہد وقانع، سادہ زندگی کے پیکر اور سخاوت وفیاضی کے علمبردار تھے۔ آپؓ ان صحابہ میں سے تھے جنھوں نے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی زندگی میں ہی پورا قرآن حکیم زبانی یاد کر لیا تھا۔ نہ صرف لفظی طور سے اس کے حافظ تھے۔ بلکہ اس کی ایک ایک آیت کے معنی اور شانِ نزول سے بھی واقف تھے۔ علوم نبوت اور معمولات نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے سب سے بڑے عالم تھے، حلیہ اقدسؐ آپ کی نماز ومناجات اور نوافل سے متعلق سب سے زیادہ روایات حضرت علیؓ سے مروی ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ہر وقت رفاقت نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم میں رہتے تھے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے آپؓ کو قضاء کے بعض اصول بھی تعلیم فرمائے۔ آپ نہایت عبادت گذار تھے وہ عبادت میں جس چیز کا التزام کر لیتے تھے اس پر ہمیشہ قائم رہتے تھے۔ انہی اوصاف کی بنا پر حضرت عثمانؓ کی شہادت کے تیسرے دن ان کو مدینہ منورہ کی غالب اکثریت نے اسلام کا خلیفہ چہارم چن لیا۔

آپؓ کی مدت خلافت چار سال اور نو ماہ ہے اس عہد میں آپ کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد امت کے اندر تفریق پیدا ہوگئی۔ جس کے نتیجے میں جنگ جمل اور جنگ صفین ہوئیں، جس میں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد قتل ہوئی۔ واقع تحکیم کے بعد خوارج کا ظہور ہوا۔ جس نے مسلمانوں کے اندر خوب خون ریزی کی،

حضرت علیؓ بھی ایک خارجی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔اس یونٹ میں ہم سیدنا علیؓ کے حالات زندگی اور آپ کی دین اسلام کی لیے خدمات کو اجاگر کریں گے، نیز آپ کے عہد خلافت کے اہم واقعات بھی بیان کریں گے۔

یونٹ کے مقاصد

امید ہے کہ اس یونٹ کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

1۔ سیدنا علی مرتضیٰؓ کے حالات زندگی سے واقف ہوسکیں۔

2۔ حضرت علیؓ کی بہادری اور دین اسلام کے لیے خدمات سے آگاہ ہوسکیں۔

3۔ عہد خلافت علیؓ کے اہم واقعات سے آگاہ ہوسکیں۔

1۔ نام ونسب

آپ کا نام علیؓ ہے۔ ابوالحسن اور ابوتراب کنیت ہے۔ حیدر لقب ہے۔ والد کا نام جناب ابوطالب اور والدہ کا نام فاطمہؓ ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:۔ علیؓ بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدِ مناف بن قصّی بن کلاب بن مرّہ بن کعب بن لوئی۔ آپ کو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے چچا زاد بھائی ہونے کا فخر حاصل تھا۔(1) حضرت علیؓ بعثت نبوی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم سے دس سال پہلے پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار کثیر العیال شخص تھے۔ ان کی مدد کے خیال سے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے حضرت علیؓ کو اپنی آغوشِ تربیت میں لے لیا تھا۔(2)

2۔ قبول اسلام

حضرت علیؓ کی عمر کا دسواں سال تھا کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے اعلان نبوت فرمایا۔ ایک دن حضرت علیؓ نے دیکھا کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم اور ان کی محترم شریک زندگی حضرت خدیجۃ الکبریٰ اللہ کے حضور میں سربسجود ہیں۔ جب یہ دونوں بزرگ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت علیؓ نے پوچھا۔ آپ دونوں یہ کیا کر رہے تھے؟ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا ہم خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کر رہے تھے۔ ہم تمہیں بھی اس کی ہدایت کرتے ہیں اور لات وعزیٰ کے سامنے سر جھکانے کی ممانعت کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو میں نے اب تک نہیں سنی، میں اپنے والد سے پوچھ کر آپ کو جواب دوں گا۔

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا۔ علی! ابھی کسی سے اس کا تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر تمہیں تامل ہے تو تم خود سوچ کر فیصلہ کرلو۔ حضرت علیؓ رات بھر غور وفکر کرتے رہے اور دوسرے دن صبح کو بارگاہ نبوت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے۔(3) آپؐ کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھی۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی دعوت میں اہم کردار ادا کیا، جو لوگ حق وصداقت کی تلاش میں مکہ آتے سیدنا علیؓ ان کی مدد کرتے اور انھیں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم تک پہنچا دیتے تھے۔

3۔ ہجرت

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے مکہ معظّمہ میں تبلیغ اسلام کا فرض انجام دیا مگر بہت کم تعداد میں لوگ ایمان لائے' قریش نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا۔قریش نے اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔اللہ تعالی نے اپنے نبی کو کافروں کے ارادے سے مطلع کیا اور مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے جانے کا حکم دیا۔جس رات حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم مدینہ کو روانہ ہورہے تھے۔نوجوانِ قریش ننگی تلواریں لے کر کاشانۂ نبوت کے چاروں طرف چکر لگا رہے تھے اور آپ کی نقل وحرکت کی نگرانی کررہے تھے۔آپؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر مبارک پر لٹایا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی روانگی کے بعد حضرت علیؓ دو تین روز مکہ میں مقیم رہے۔حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے پاس جن لوگوں کی امانتیں تھیں وہ ان کے سپرد کیں۔اس کام سے فارغ ہوکر مدینہ کو روانہ ہوگئے۔(4)

4۔ شادی

ہجرت کے دوسرے سال حضرت علیؓ کو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی دامادی کا شرف حاصل ہوا۔حضرت فاطمہ الزہراؓ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کی چہیتی صاحبزادی تھیں۔حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ نے بھی ان کے لیے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو پیغام دیا تھا۔مگر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے عمر کی مناسبت کا خیال فرماتے ہوئے حضرت علیؓ کی درخواست کو منظور فرمایا۔اس موقع پر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو مخاطب کرکے فرمایا۔

''میں نے تمہارا نکاح اپنے اہل بیت کے بہترین فرد سے کردیا ہے، پھر ان کو دعائیں دیں اور ان دونوں پر پانی چھڑکا۔(5)

حضرت علیؓ کی ازدواجی زندگی اگرچہ فقیرانہ تھی مگر دولت محبت واخلاص سے خالی نہ تھی۔جب تک حضرت فاطمہ الزہراؓ زندہ رہیں آپ نے دوسری شادی نہ کی۔

5۔ غزوات میں شرکت

حضرت علیؓ بجز غزوۂ تبوک کے تمام غزوات میں شریک ہوئے اور ذوالفقارِ حیدری کے جوہر دکھائے۔ ۲ھ میں میدانِ بدر میں جب کفرو اسلام کی پہلی معرکہ آرائی ہوئی تو عربی قاعدہ کے مطابق قریش کی صفوں میں سے تین بہادر مبارزہ کے لیے نکلے۔ اس پر رسول اقدسؐ نے حضرت حمزہؓ حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ کو میدان میں بھیجا۔ حضرت علیؓ نے اپنے حریف عتبہ کو قتل کر دیا۔ حضرت علیؓ نے ولید کو تہ تیغ کیا۔ لیکن عبیدہؓ شیبہ کی تلوار سے زخمی ہوئے۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؓ جھپٹ کر عبیدہؓ کی مدد کو پہنچے اور ان کے حریف کو بھی ٹھکانے لگا دیا۔

3ھ کو جنگ اُحد ہوئی جس میں بعض مسلمانوں کی اجتہادی غلطی سے فتح، شکست میں بدل گئی۔ چونکہ اس لڑائی میں یہ مشہور ہو گیا تھا کہ سرکارِ نامدار شہید ہو گئے ہیں اس لیے بڑے بڑے جاں باز مسلمانوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ مگر حضرت علیؓ ان فدائیوں میں سے تھے جو اس موقع پر بھی ثابت قدم رہے۔ ایک کافر ابو عامر نے ایک گڑھا کھود رکھا تھا۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کا پائے مبارک اس میں جا پڑا اور آپ گر گئے۔ حضرت علیؓ نے آپؐ کا ہاتھ پکڑا اور حضرت ابوبکرؓ و حضرت طلحہؓ نے آپ کو سہارا دے کر نکالا۔ اب صحابہؓ کو معلوم ہوا کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم زندہ و سلامت ہیں۔ جاں نثار حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کو ایک حلقہ میں لے کر پہاڑ پر لے گئے۔ اس لڑائی میں سرورِ عالم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے لب مبارک اور رخسارِ پرانور زخمی ہو گئے تھے اور ایک دانت بھی شہید ہو گیا تھا۔ حضرت علیؓ اپنی ڈھال میں بھر بھر کر پانی لائے اور حضرت فاطمہؓ نے زخم دھو کر اس کی مرہم پٹی کی۔ جنگ احد میں حضرت علیؓ کو سترہ زخم آئے۔ (6)

۵ھ میں مدینہ منورہ کے اردگرد بسنے والے یہودیوں کی سازش سے کفار قریش کے ایک لشکرِ عظیم نے مدینہ کو آ گھیرا۔ رسولِ اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے شہر کی حفاظت کے لیے خندق کھدوائی اور جابجا بہادر صحابہ کو متعین کیا کہ وہ کافروں کو اندر گھسنے کا موقعہ نہ دیں۔ اس غزوہ میں بھی حضرت علیؓ نے شمشیر حیدری کے جوہر دکھائے۔

غزوۂ خندق میں کامیابی کے بعد حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے یہودیوں کے فتنہ کی طرف توجہ کی جو مارِ آستین بنے ہوئے تھے۔ پہلے آپ نے بنوقریظہ پر فوج کشی کی۔ اس موقعہ پر علم اسلام حضرت علیؓ کے سپرد کیا گیا اور آپ ہی کو مقدمۃ الجیش کا افسر معین کیا گیا۔ چنانچہ آپ نے بنوقریظہ کی گڑھی کو گھیر کر اس پر قبضہ کر لیا اور صحنِ قلعہ میں نماز ادا کی۔

6ھ میں معلوم ہوا کہ بنوسعد یہود خیبر کی مدد کے لیے جمع ہو رہے ہیں آپ نے حضرت علیؓ کو ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا اور یہ مہم بخیر و خوبی کامیاب ہوئی۔ ۷ھ میں رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ

وسلّم نے خیبر کے یہودیوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ لوگ منافقین مدینہ کی مدد سے مدینہ پر غارت گری کا ارادہ کر رہے تھے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم دو سو میل کا فاصلہ طے فرما کر خیبر پہنچے۔ یہودِ خیبر نے یہاں بڑے بڑے مضبوط قلعے بنا رکھے تھے جنہیں فتح کرنا آسان کام نہ تھا۔ ان قلعوں میں سب سے بڑا قلعہ قموص تھا جس میں یہودیوں کا مشہور سردار مرحب رہتا تھا۔ جب متعدد اکابر صحابہ قلعہ قموص کو فتح کرنے میں ناکام رہے تو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے فرمایا:۔

''میں کل اس شخص کو علم دوں گا جو خدا اور رسول کا محبوب ہے اور خدا اور رسول اس کے محبوب ہیں۔ خدا اس مہم کو اسی کے ہاتھ سر کرائے گا۔''(7)

دوسرے دن حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے حضرت علیؑ کو طلب فرمایا اور آپ کو علم عطا کیا۔ حضرت علیؑ نے حیرت انگیز شجاعت کے ساتھ مرحب اور اس کے بھائی کو خاک وخون میں تڑپایا اور علم اسلامی قلعہ پر لہرایا۔ ۸ھ میں فتح مکہ اور پھر غزوۂ حنین میں بھی حضرت علیؑ پیش پیش تھے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر علم اسلام حضرت علیؑ کے ہاتھ میں تھا اور غزوۂ حنین میں آپ ان ثابت قدم صحابہ میں تھے جن کی نوکِ شمشیر نے نقشہ جنگ کو بگڑنے سے بچالیا۔

9ھ میں شام کے عیسائی بادشاہ کے حملہ کی خبر سن کر حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے تبوک کا قصد فرمایا۔ چونکہ مدینہ پر غارت گری کا اندیشہ تھا اس لیے آپ نے اپنے اہلِ بیت کی حفاظت کے لیے حضرت علیؑ کو مدینہ میں ہی روک دیا۔ منافقین نے حضرت علیؑ کو طعن دیا کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے انہیں اس غزوہ میں شریک کرنا پسند نہیں فرمایا۔ اس پر حضور اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے آپ کو تسلی دی اور فرمایا:۔

''اے علی کیا تمہیں پسند نہیں کہ میرے نزدیک تمہارا وہ رتبہ ہو جو موسیٰؑ کے نزدیک ہارون کا تھا۔''(8)

6۔ اعلان برأت

9ھ میں مسلمانوں کے اہتمام سے پہلا حج ہوا۔ رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیرِ حج بنا کر بھیجا۔ اس کے بعد سورۂ برأت نازل ہوئی جس میں مشرکین سے مسلمانوں کے عہد ناموں کی تنسیخ کا اعلان تھا۔ عرب کے قاعدہ کے مطابق حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کا کوئی عزیز ہی ان کی طرف سے اس قسم کا اعلان سنا سکتا تھا۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے حضرت علی کو منتخب کیا اور اپنی اونٹنی قصواء پر انہیں مکہ روانہ کیا۔ حضرت علیؑ نے جمرہ کے قریب سورۂ برأت کی آیات سنائیں اور اعلان کر دیا کہ آئندہ کوئی مشرک حج کعبہ کا قصد نہ کرے۔(9)

7۔ خلافت اور کارنامے

(21 ذی الحجہ 35ھ مطابق 20 جون 656ء تا 20 رمضان 40ھ 28 جنوری 661ء)

7.1 خطبہ خلافت

حضرت عثمان کی شہادت کے بعد اہل مدینہ کی کثرت نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، جمعہ کا دن تھا آپ منبر پر چڑھے جن لوگوں نے ابھی تک بیعت نہیں کی تھی انھوں نے بیعت کی، اس کے بعد آپ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا جس میں مسلمانوں کو اتفاق واتحاد کی خاص طور پر تلقین کی۔ آپ کے خطبہ کے بعض جملے یہ ہیں:۔

''اللہ تعالی نے اپنی کتاب کو ہادی بنا کر بھیجا ہے جو خیر وشر کو وضاحت کے ساتھ بتاتی ہے۔ لہٰذا خیر کو اختیار کیجیے اور شر سے کنارہ کش رہیے۔ خداوند تعالیٰ نے زمین حرم کو محترم قرار دیا ہے۔ مسلمانوں کو اخلاص ومحبت اور اتحاد ویگانگت کی بڑی تاکید فرمائی گئی ہے۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں بجز اس صورت کے کہ کوئی شرعی حق واجب ہو۔ خدا کے بندوں سے معاملہ کرتے ہوئے خدا سے ڈرو۔ قیامت کے دن تم سے اراضی اور مواشی کے معاملہ کے متعلق بھی باز پرس کی جائے گی (انسانوں کا تو ذکر کیا ہے) اللہ عزوجل کی اطاعت کرو۔ اس کے احکام سے سرتابی نہ کرو۔ نیکی وقبول کرو اور بدی سے پرہیز کرو۔''(10)

7.2 مطالبہ قصاص

حضرت علیؓ کی بیعت ایسے وقت میں ہوئی جو تاریخ کا انتہائی نازک وقت تھا۔ اور اس کے لیے سخت امتحان تھا جس کے ذمہ حکومت کی سربراہی اور معاشرے کی قیادت وسرپرستی کا بار تھا۔ حضرت علی کی بیعت اس وقت کی جا رہی تھی جب حضرت عثمان کی شہادت کا واقعہ پیش آ چکا تھا۔ اور وہ بھی بے رحمی اور وحشیانہ شکل میں، ان حالات میں قصاص کے مطالبہ کی آواز اٹھتی ہے۔ خطبہ کے بعد صحابہ کی ایک جماعت جس میں حضرت طلحہؓ وزبیرؓ بھی تھے حضرت علیؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا:۔

''آپ خلیفہ منتخب ہو چکے اب آپ کا پہلا کام حدودِ شرعیہ کا اجراء ہے لہذا قاتلینِ عثمان سے حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لیجئے۔ ہم نے اسی شرط پر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔'' حضرت علیؓ نے فرمایا:۔

''میں خونِ عثمان کو رائیگاں نہ جانے دوں گا لیکن ابھی اس کا موقعہ نہیں ہے۔آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم مفسدین سے گھرے ہوئے ہیں''۔

خلیفہ چہارم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے بعد انتہائی مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ان کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ خلیفہ سوم کے قتل کا قصاص لینا تھا۔اسی پر امت کا ایک حصہ ان کی بیعت سے گریزاں رہا۔اس طبقہ کا مطالبہ تھا کہ حضرت علیؓ جب تک حضرت عثمانؓ کے قتل کا قصاص ان کے قاتلوں سے نہ لیں گے وہ ان کی بیعت نہ کریں گے۔قصاص لینے کے مطالبہ میں بعض عظیم صحابہ کرام جو حضرت علیؓ کے شروع سے حامی رہے تھے۔جیسے حضراتِ زبیر' سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبیدہ اللہ وغیرہ بھی شریک ہوتے گئے بلکہ دو جلیل القدر صحابہ حضرت زبیر اور حضرت طلحہ نے کھلم کھلا قصاص کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا۔بنوامیہ کا خاصا بڑا گروہ مدینہ میں موجود تھا' اس نے اور اس کے ہم نوا انصار نے بھی شدت سے قصاص کا مطالبہ کیا۔

حضرت علیؓ کی مشکل یہ تھی کہ قاتلوں کے خلاف کوئی پکی شہادت نہ تھی۔اس سے زیادہ اور اصل مشکل یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ کے قتل میں ملوث ہونے کے باب میں جن لوگوں کے نام لیے جا رہے تھے وہ ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں پیش پیش رہے تھے اور ان پر حضرت علیؓ کا کوئی قابو نہیں تھا۔حضرت علیؓ قصاص کا مطالبہ کرنے والوں سے اپنی یہ مجبوری بیان کرتے تھے مگر کوئی اسے ماننے کے لیے تیار نہ تھا۔

آہستہ آہستہ قصاص کے مطالبہ میں شدت آئی کہ اکابر صحابہ میں سے حضرت زبیر' حضرت طلحہ وغیرہ اور بنوامیہ کے تمام ممتاز لوگوں نے اپنے آپ قاتلینِ عثمان سے قصاص لینے کا فیصلہ کیا کہ وہ حضرت علیؓ کو اس معاملہ میں لاچار پا رہے تھے۔ مدینہ منورہ پر چونکہ ابھی تک باغیوں اور قاتلوں کا قبضہ تھا لہٰذا وہاں کوئی ایسی تحریک کامیاب نہیں ہو سکتی تھی۔لہٰذا ان حضرات نے مکہ مکرمہ کا رخ کیا جہاں ان کی حمایت میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ' یمن' مکہ اور بصرہ کے گورنروں کے علاوہ کافی سربرآوردہ لوگ شریک ہو گئے۔مدینہ منورہ جانے کا مطلب تھا حضرت علیؓ کے ساتھ براہ راست تصادم' لہٰذا قصاص کا مطالبہ کرنے والوں نے بصرہ کا رخ کیا تاکہ وہاں کے اور دوسرے لوگوں کی حمایت حاصل کر کے قاتلین عثمان کو خلیفہ اسلام کے قتل ناحق کی عبرتناک اسلامی سزا دی جائے۔

7.3 عثمانی عمال کی معزولی:

حضرت علیؓ نے بطور خلیفہ بعض ایسے اقدامات کیے جن کا براہ راست فائدہ قصاص کا مطالبہ کرنے والوں کو پہنچا اور امت کی مزید تفریق و تقسیم کی صورت میں نکلا۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے زمانہ کے تمام صوبوں کے گورنروں کو برطرف کر کے اپنے نئے گورنر مقرر کیے۔ عثمانی گورنروں میں معزول کیے جانے والوں میں شام کے گورنر حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان اموی اور بصرہ کے گورنر حضرت عبداللہؓ بن عامر اموی بھی تھے۔ ساتھ ہی حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ سے اپنی بیعت کا مطالبہ بھی کیا۔ بعض خیرہ خواہ اور دور اندیش صحابہ کرام نے حضرت علیؓ کو ان اقدامات سے خاص کر حضرت معاویہؓ کے خلاف کسی اقدام سے موجودہ حالات میں روکا مگر حضرت علیؓ نے ان کا مشورہ نہ مانا۔

اسی دوران حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت کے واقعات کے ساتھ ساتھ ان کا خون آلود کرتہ اور ان کی اہلیہ حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں دمشق میں حضرت معاویہؓ کے پاس پہنچ چکی تھیں۔ انہوں نے خون آلود کُرتا اور کٹی ہوئی انگلیاں جامع اموی کے منبر سے آویزاں کر دیں۔ شام کے تمام صحابہ کرام اور اہم سردار پہلے ہی قصاص عثمان کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اس منظر نے ایک ہیجان برپا کر دیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے قاصد کو روک کر یہ منظر دکھایا اور ان کے بیعت کے مطالبہ کے جواب میں ایک سادہ کاغذ لفافہ میں رکھ کر بھیج دیا۔ حضرت علیؓ نے قاصد سے ماجرا پوچھا تو اس نے بتایا کہ شام کے ساٹھ ہزار شیوخ حضرت عثمانؓ کے خون سے بھرا ہوا کرتا دیکھ کر دھاڑیں مار کر روتے جاتے تھے اور قصاص لینے کی قسم کھاتے جاتے تھے۔ حضرت علیؓ نے قاتلینِ عثمان سے قصاص لینے کے بجائے حضرت معاویہؓ کے خلاف فوجی تیاری شروع کر دی۔

ادھر ماہِ صفر ۳۵ھ/ اگست ۶۵۶ء میں حضرت عائشہؓ اور حضرات زبیرؓ وطلحہ کے زیرِ قیادت قصاصِ عثمان کے معاملہ پر اصلاحی تحریک چلانے والوں نے بصرہ کا رخ کیا۔ راستہ میں جہاں جہاں سے یہ لشکر گذرا' لوگ جوق در جوق شامل ہوتے گئے۔ بصرہ تک پہنچتے پہنچتے اس کی تعداد بیس ہزار تک پہنچ گئی۔ بصرہ کے علوی حاکم عثمانؓ بن حنیف نے ام المومنین اور ان کے اصحاب کو بزور جبر روکنا چاہا مگر حاکم بصرہ کے اپنے ہی لوگ اس کا ساتھ چھوڑ گئے۔ خیر خواہوں نے اس کو بھی جنگ نہ کرنے کا مشورہ دیا مگر وہ نہ مانا اور جنگ میں شکست کھا کر قید ہوا۔ حضرت عائشہؓ کے حکم سے اس کو رہا کر دیا گیا۔ لیکن بصرہ کے اندر موجود حضرت عثمانؓ کے خلاف سازش اور قتل کرنے والوں میں سے کئی آدمی قتل کر دیئے گئے۔ بصرہ پر حضرت ام المومنین کے اصلاح چاہنے والے لشکر کا قبضہ ہو گیا۔

7.4 جنگ جمل 36ھ:

حضرت علیؓ کو بصرہ کے ان حالات کی خبر ملی تو انہوں نے پہلے بصرہ کی طرف کوچ کا فیصلہ کیا۔ کئی بزرگوں اور خوردوں نے جن میں حضرت علیؓ کے بڑے صاحبزادے حضرت حسنؓ بھی شامل تھے' حضرت علیؓ کو مدینہ نہ چھوڑنے کا مشورہ دیا مگر وہ نہ مانے اور بصرہ روانہ ہوگئے۔ ان کے لشکر میں تمام باغی اور حضرت عثمانؓ کے بقیہ قاتل مالک بن اشتر نخعی' محمد بن ابی بکر اور تجیبی وغیرہ شامل تھے۔ اکثر صحابہ کرام نے جن میں حضرت عبداللہؓ بن عمر' حضرت اسامہؓ بن زید' حضرت محمدؓ بن مسلمہ اور حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ ممتاز تھے' کسی گروہ یا فریق کا ساتھ نہ دیا اور اس فتنہ سے الگ رہے۔ لیکن کئی صحابہ کرام جو حضرت علیؓ کے شروع ہی سے حامی تھے' ان کے ساتھ بصرہ گئے۔ کوفہ میں حضرت موسیٰ اشعری لوگوں کو جنگ سے روکتے رہے۔ کوفہ کے ایک بزرگ حضرت قعقاع بن عمرو کی کوششوں سے اصلاح کی صورت پیدا ہوئی اور دونوں فریقوں نے باہمی صلح پر اتفاق کرلیا۔ یہ کئی ماہ کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔

حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو احساس ہوگیا کہ اس صلح سے ان کی شامت آجائے گی۔ پہلے تو دونوں فریقوں کو الگ الگ بھڑکانے کی کوشش کی گئی مگر جب ناکام رہے تو انہوں نے صبح سے پہلے دونوں فوجوں پر رات کے اندھیرے میں حملہ کر کے جنگ برپا کرادی۔ دونوں لشکر والے یہ سمجھے کہ دوسرے فریق نے غداری کر کے حملہ کر دیا ہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ دونوں ہی روکتے رہے مگر جو جنگ بھڑکائی گئی تھی وہ نہ رک سکی۔ سخت خونریز جنگ ہوئی اور بہت سے مسلمان اس میں شہید ہوگئے۔ ان میں حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت عبداللہؓ بن عامر وغیرہ شامل تھے۔

حضرت علیؓ نے محسوس کیا کہ جب تک حضرت عائشہؓ اپنے اونٹ (جمل) پر سوار میدانِ جنگ میں موجود ہیں اس وقت تک جنگ نہیں رک سکتی۔ لہذا ان کے اونٹ کو ہٹانے کی کوشش کی گئی۔ ام المومنین کے جاں نثاروں نے اپنی جانیں نچھاور کردیں لیکن اونٹ کو ہاتھ لگانے نہ دیا۔ بالآخر اونٹ کی کونچیں کاٹ دی گئیں اور حضرت عائشہؓ کو میدان سے ہٹا دیا گیا، اسی بنا پر اس کو جنگ جمل کہتے ہیں، اگرچہ جنگ ختم ہوگئی مگر مسلم امت کو سخت نقصان پہنچا۔

7.5 کوفہ بطور دارالحکومت:

جنگ جمل کے بعد رجب 36ھ/ 657ء میں حضرت علیؓ کوفہ پہنچے اور اس کو اپنا پایہ تخت بنایا کچھ تو اس سبب سے کہ

مدینہ کے تقدس کو مزید انتشار سے محفوظ رکھا جائے مگر زیادہ تر اس بنا پر کہ حضرت علیؓ کے حامی عراق میں خاص کر کوفہ میں تھے جب کہ بصرہ حضرت عثمانؓ کے حامیوں کا بڑا مرکز تھا۔ صحابہ کرامؓ کا یہ اندیشہ درست نکلا کہ اس اقدام کے نتیجہ میں مدینہ منورہ نے ہمیشہ کے لیے اپنی سیاسی بالا دستی، مرکزیت اور قوت کھو دی۔

7.6 انتظامی اقدامات:

حضرت علیؓ نے کوفہ آنے کے بعد نظم و نسق کی طرف توجہ کی اور نئے گورنر مقرر کیے۔ اسی دوران حضرت علیؓ نے پھر حضرت معاویہؓ کو بیعت کرنے کی دعوت دی اور بیعت نہ کرنے کی صورت میں جنگ کی دھمکی دی۔ حضرت معاویہؓ نے حضرت عمروؓ بن العاص جیسے صحابہ کرام اور دوسرے سرداروں کے مشورہ سے یہ مطالبہ ٹھکرا دیا تا آنکہ حضرت عثمانؓ کے قتل کا قصاص لے لیا جائے۔ شام کے سر برآوردہ لوگ پہلے ہی سے قصاصِ عثمان کے سلسلے میں برگشتہ تھے، اشتر نخعی جیسے لوگوں کی فوجِ علی میں موجودگی اور بعد میں ان میں سے کئی کی مختلف گورنریوں پر تقرری نے ان کو اور زیادہ بدظن کر دیا۔ وہ حضرت معاویہؓ کے پر جوش حامی بن گئے۔

7.7 جنگ صفین صفر 37ھ:

حضرت علیؓ کے خطوط کا جب کوئی نتیجہ نہ نکلا تو بالآخر انہوں نے شام پر چڑھائی کا فیصلہ کر لیا۔ حضرت معاویہؓ ان سے مقابلہ کے لیے بڑھے۔ دونوں فوجوں کا آمنا سامنا شام کے سرحدی میدان صفین میں نہر فرات کے کنارے ہوا۔ تقریباً چھ ماہ تک مصالحت کی کوششوں کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ بالآخر جنگی جھڑپوں کا سلسلہ جاری ہوا اور دو ماہ تک جاری رہا۔ پھر سخت خونریز جھڑپیں ہوئیں۔ بالآخر صفر ۳۷ھ جولائی ۶۵۷ء میں سخت جنگ ہوئی جو جنگ صفین کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ آخر کار حضرات معاویہ و عمرو بن العاص کی کوششوں سے خون ریزی بند ہوئی اور فیصلہ قرآن کے سپرد کر دیا گیا۔ یہ مصالحت کی قرارداد ۱۳ صفر ۳۷ھ/ ۳۱ جولائی ۶۵۷ء کو منظور کی گئی۔

حضرت علیؓ نے اپنے فوجیوں کے دباؤ کے تحت تحکیم کا فیصلہ قبول کیا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس کو اپنا نمائندہ بنانا چاہا مگر ان کے سرداروں نے دباؤ ڈال کر حضرت ابوموسیٰ اشعری کو نمائندہ یا حکم مقرر کرا دیا۔ حضرت معاویہؓ نے حضرت عمرو بن العاص کو اپنی طرف سے حکم بنایا۔ دونوں فریقوں نے تحکیم کا معاہدہ لکھا۔ دونوں حکم بعد میں مقررہ مقام دومۃ الجندل میں ملے

اور اپنے فیصلہ سے لوگوں کو آگاہ کیا کہ امت دونوں علیؓ اور معاویہؓ کے بجائے کسی تیسرے شخص کو خلیفہ کو منتخب کرلے۔

اس فیصلہ سے حضرت علیؓ کو اتفاق نہیں ہوا نتیجہ یہ کہ تحکیم کا فیصلہ نافذ نہیں ہوسکا، اگرچہ حضرت علیؓ کے اکثر حامیوں نے اس کو غیر منصفانہ قرار دیا لیکن ان ہی کے ایک طبقہ نے تحکیم پر راضی ہونے اور جنگ روکنے کے مسئلے پر حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت کردی۔ یہ خوارج یا خارجی کہلائے جو اسلامی جماعت سے نکل گئے تھے۔

7.8 خوارج کی بغاوت:

حضرت علیؓ کے لیے ایک اور مشکل پیدا ہوگئی۔ خارجیوں نے اپنا خلیفہ عبداللہ بن وہب راسبی کو بنالیا اور حضرت علیؓ کی مخالفت شروع کردی۔ حضرت معاویہؓ شام واپس لوٹ گئے۔ انہوں نے اپنی خلافت کا اعلان نہیں کیا تاہم وہ عملاً حکمراں اور خلیفہ بن چکے تھے۔ حضرت علیؓ کو خوارج کی طرف فوری توجہ دینی پڑی۔ کوفہ اور بصرہ میں ان کی حضرت علیؓ سے کئی جھڑپیں ہوئیں۔ آخر کار شوال ۳۷ھ/ مارچ ۶۵۸ء میں سخت خون ریز جنگ ہوئی جس میں خوارج کو زبردست شکست ہوئی۔ فتح کے باوجود حضرت علیؓ کی طاقت میں بہت کمی آئی۔

حضرت علیؓ کی طاقت اور سیاسی و فوجی قوت روز بروز کمزور ہوتی گئی۔ اس کی بڑی وجہ ان کے عراقی اور کوفیوں کی غداری، کمزوری اور بزدلی تھی۔ حضرت معاویہؓ نے حضرت عمروؓ بن العاص اولین فاتح مصر کی مدد سے مصر حضرت علیؓ کے مقرر کردہ گورنر محمد بن ابی بکر سے چھین لیا۔ حضرت علیؓ کے دوسرے مقبوضات پر بھی انہوں نے آہستہ آہستہ قبضہ کرنا شروع کیا۔ اور فلسطین واردن وغیرہ کے علاوہ عراق کے بعض علاقے بھی چھین لیے بالآخر حضرت علیؓ نے حضرت معاویہ سے ۴۰ھ میں صلح کا معاہدہ کیا جس کے مطابق حجاز، عراق وایران وغیرہ کے علاقے حضرت علیؓ کے قبضہ میں رہے اور شام ومصر اور مغرب کا پورا علاقہ حضرت معاویہؓ کے زیر تصرف آ گیا۔ اس طرح اسلامی ریاست دوحصوں میں منقسم ہوگئی۔

8۔ حضرت علیؓ کی شہادت

خوارج پوری ملت اسلامیہ کے دشمن تھے مگر خود کو اصل امت سمجھتے تھے۔ان کے نزدیک امت کے انتشار اور اسلامی ریاست کی شکست و ریخت کے لیے تین آدمی خاص طور سے ذمہ دار تھے۔ چنانچہ انہوں نے ان تینوں حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ اور حضرت عمروؓ بن العاص کو سازش اور منصوبہ کے تحت قتل کرنے کا فیصلہ کیا اور تین قاتلوں کو اس جرم کے لیے متعین کیا۔ ۱۷ رمضان ۴۰ھ/ ۲۵ جنوری ۶۶۱ء کو عبدالرحمٰن بن ملجم نے حضرت علیؓ کو کوفہ کی مسجد کے لیے جاتے ہوئے فجر کے اندھیرے میں حملہ کر کے شدید زخمی کر دیا۔ اسی دن حضرت معاویہؓ اور حضرت عمروؓ بن العاص پر بھی حملہ ہوا لیکن وہ دونوں اتفاق سے بچ گئے۔ تین دن بعد یکشنبہ ۲۰ رمضان کو حضرت علیؓ کی شہادت ہوگئی اور ان کو کوفہ کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔

9۔ حضرت حسن کی خلافت اور دستبرداری

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد ان کے کوفی حامیوں نے ان کے بڑے فرزند حضرت حسنؓ کو خلیفہ بنایا۔ حضرت حسنؓ صلح جو اور نرم دل انسان تھے اور وہ مسلمانوں کی خونریزی سے سخت متنفر تھے مگر ان کا بس نہ چلتا تھا۔

خلافت ملنے کے بعد وہ ابھی معاملات کو سمجھ ہی رہے تھے کہ حضرت معاویہؓ نے عراق پر فوج کشی کر دی۔ حضرت حسنؓ کے لیے مقابلہ کے سوا کوئی چارہ نہ رہا مگر ان کی فوج نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ بلکہ انہوں نے حضرت حسنؓ پر حملہ کر کے ان کے خیمے کو لوٹ لیا اور ان کو زخمی کر دیا۔ حضرت حسنؓ کو اندازہ ہو گیا کہ مصالحت کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ لہٰذا انہوں نے تین شرطوں پر صلح کر لی:۔

1۔ تمام عراقیوں کو معاف کر دیا جائے۔

2۔ علاقہ ابجرد کا پورا خراج حضرت حسنؓ کے لیے ہمیشہ کے لیے مخصوص کر دیا جائے۔

3۔ دولاکھ درہم سالانہ وظیفہ اور کوفہ کے بیت المال کی ساری رقم دی جائے۔

حضرت معاویہؓ نے یہ تمام شرائط بخوشی قبول کر لیں۔ حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ کے حق میں خلافت چھوڑ دی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

10۔ مناقب وفضائل

حضرت علیؓ چونکہ رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے خاندان کے ایک رکن تھے اور درس گاہِ نبوت ہی میں ان کی تربیت ہوئی۔اس لیے کمالاتِ علمی میں آپ کا پایہ بہت بلند ہے۔رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے آپ کے متعلق ارشاد فرمایا:۔

انا مدينة العلم و علي بابها

میں علم کا شہر اور علیؓ اس کا دروازہ

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب ہمیں کوئی شرعی حکم علیؓ کے ذریعہ معلوم ہو جائے تو کسی اور کی طرف رجوع کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے زمانے میں آپ کاتبِ وحی اور منشی فرامین تھے۔حدیبیہ کا مشہور صلح نامہ آپ ہی کے قلم سے لکھا گیا تھا۔حضورؐ نے یمن میں اشاعتِ اسلام کے بعد آپ کو وہاں کا قاضی مقرر کیا۔آپ نے اس اہم فرض کو بڑی لیاقت اور ذہانت کے ساتھ انجام دیا۔عہدِ خلفاءِ ثلاثہ میں بھی آپ کی بصیرتِ علمی نے بہت سے الجھے ہوئے احکام وقضایا کے سُلجھانے میں مدد دی۔

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم فرمایا کرتے تھے:۔

''تم میں سب سے بہتر مقدمات کا فیصلہ کرنے والے علی ہیں۔''

حضرت علیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں جب مجھے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے یمن بھیجا اس وقت میں کمسن تھا، میں نے عرض کیا آپ مجھے ان لوگوں میں بھیج رہے ہیں جن کے آپس میں جھگڑے ہو ں گے اور مجھے فیصلہ چکانے اور فیصلہ کرنے کا کوئی تجربہ نہیں آپ نے فرمایا: اللہ تمھاری زبان سے صحیح بات نکلوائے گا اور تمھارے دل کو مطمئن کرے گا۔حضرت علی فرمایا کرتے تھے اس کے بعد مجھے دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں شک نہیں ہوا۔

حضرت علیؓ عشرہ مبشرہ میں سے ایک تھے۔حضرت عمرؓ کے مجوزہ اصحابِ شوریٰ میں بھی آپ شامل تھے۔روانگی بیت المقدس کے وقت حضرت عمرؓ نے آپ کو اپنا قائم مقام بھی منتخب کیا تھا۔

11۔ خودآزمائی

1۔ حضرت علیؓ کے حالات زندگی بیان کریں۔

2۔ غزوات نبویؐ میں حضرت علیؓ کی شجاعت اور بہادری کے کارناموں کی تفصیلات بیان کریں۔

3۔ حضرت علیؓ کے عہد خلافت کے اہم واقعات قلم بند کریں۔

12۔ لازمی کتب برائے مطالعہ

1۔ حاجی معین الدین ندوی، خلفائے راشدین

2۔ مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی ، تاریخ ملت جلد اول

3۔ سید ابوالحسن علی ندوی، المرتضیؓ

13۔ ماخذ ومصادر

1۔ ابن سعد الطبقات الکبری

2۔ طبری، ابن جریر، تاریخ الامم والملوک جلد۲ص۳۱۳

3۔ ابن کثیر، البدایہ والنھایہ، جلد۳ص۲۴

4۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، جلد۱ص۲۸۰

5۔ شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفاء ص۲۵۴

6۔ البخاری، الجامع الصحیح کتاب المغازی باب غزوہ احد

7۔ البخاری، الجامع الصحیح کتاب المغازی باب غزوہ خیبر

8۔ البخاری، الجامع الصحیح کتاب المغازی باب غزوہ تبوک

9۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، جلد۲ص۵۴۳

10۔ بن کثیر، البدایہ والنھایہ، جلد۷ص۲۲۷

11۔ یٰسین مظہر صدیقی، تاریخ تہذیب اسلامی حصہ دوم ص۵۰تا۵۴

یونٹ نمبر 9

خلافت راشدہ کا نظام حکومت، دینی اور تعلیمی خدمات

تالیف: ڈاکٹر محمد سجاد

نظر ثانی: ڈاکٹر احمد رضا

فہرست عنوانات

	یونٹ کا تعارف	269
	یونٹ کے مقاصد	269
1۔	خلافت	270
2۔	مرکزی نظم ونسق	271
3۔	خلیفہ وامیر کا مقام	271
4۔	شورائیت	272
5۔	حکومت کے شعبہ جات	272
	5.1 محکمہ فوج (دیوان الجند)	272
	5.2 محکمہ خط وکتابت (دیوان الرسائل)	273
	5.3 محکمہ خراج ومالیات (دیوان الخراج)	274
	5.4 محکمہ ڈاک (دیوان البرید)	275
6۔	بیت المال	275
7۔	نظام قضا وعدالت	276
8۔	محکمہ پولیس وجیل	276
9۔	صوبائی انتظامیہ	277
10۔	عہد خلفائے راشدین کا تعلیمی وتہذیبی نظام	278
	10.1 دعوت دین اور اشاعت اسلام	278
	10.2 تعلیم	279
	10.3 تعلیم وتجوید قرآن	280
	10.4 تفسیر	280
	10.5 حدیث	281
	10.6 فقہ	281
	10.7 فن تعمیر	281
11۔	خود آزمائی	283
12۔	لازمی کتب برائے مطالعہ	283
13۔	مآخذ ومصادر	283

یونٹ کا تعارف

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلّم جب مدینہ تشریف لائے تو اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلّم نے اس اسلامی ریاست کا آئین تشکیل دیا، اوراس کے دفاع کے لیے اقدامات کیے۔ آپؐ نے اسلامی ریاست کے نظم ونسق کے لیے کئی اداروں کی تشکیل کی۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلّم کے وصال کے بعد جولوگ آپ کے جانشین اوراسلامی ریاست کے حکمران وسربراہ ہوئے وہ سب آپ کے خلفاء تھے۔ اختیارات کے لحاظ سے خلفائے راشدین، اسلامی ریاست کے سربراہ، حکومت کے افسراعلی، سپہ سالاراعظم، عدالت عالیہ کے قاضی القضاۃ، مالیات کے منتظم اعلی اوردین کے امام ہوتے تھے۔

خلافت اسلامی کے اولین 30 سالہ دور میں امت کے چار خلفاء ہوئے۔ حدیث نبوی کے مطابق یہی اولین دور ''خلافت علی منہاج النبوۃ'' یعنی خلافت نبوت کا دور کہلاتا ہے۔ رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلّم نے اسلامی ریاست کے انتظامیہ کو جن خطوط پر منظّم کیا تھا خلفائے راشدین نے انھیں خطوط پر اپنے اپنے زمانے میں اس کو برقرار رکھا اورقرآن وسنت اورحالات وزمانہ کی رعایے کے ساتھ انتظامیہ کے شعبے، محکمے اوراداارے قائم کرتے رہے۔ مرکزی نظم ونسق میں خلیفہ کے بعد شوری کی بڑی اہمیت تھی، نظام عدل اورقضا بہت مضبوط تھا

خلفائے راشدین کے عہد میں اسلامی ریاست کو کئی انتظامی اداروں میں تقسیم کیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے مرکزی بیت المال، دیوان الجند، اورمرکزی نظام مالیات جیسے شعبے قایم کیے۔ اسلامی تہذیب وتمدن میں ترقی ہوئی، علوم وفنون میں نمایاں کام ہوا، قرآن حکیم اورحدیث نبوی کو محفوظ کیا گیا۔ کئی نئے شہرآباد کئے گئے۔ اسلامی سن کا آغاز ہوا۔ الغرض اس تیس سالہ دور میں اسلامی ریاست بہت وسیع ہوئی، اسلام کی اشاعت ہوئی۔ اس یونٹ میں ہم مجموعی طورخلفائے راشدین کی خدمات اوران کے عہد حکومت کی نمایاں خصوصیات کا مطالعہ کریں گے۔

یونٹ کے مقاصد

اس یونٹ کے مطالعہ کے بعد امید ہے کہ آپ اس قابل ہوجائیں گے کہ

1۔ خلفائے راشدین کے دور کی نمایاں خصوصیات کے بارے میں جان سکیں۔

2۔ خلفائے راشدین کے نظام حکومت کا مطالعہ کرسکیں۔

3۔ خلفائے راشدین کے عہد میں جن شعبوں کی تشکیل ہوئی ان کے بارے میں جان سکیں۔

1۔ خلافت

خلافت سے مراد دین کی حفاظت اور دنیا داری سیاست کو رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہٖ وسلّم کے نائب کی حیثیت سے سرانجام دینا ہے۔یعنی اسلام میں ''خلافت'' سے مراد وہ حکومت الٰہی ہے جو خدا کی مخلوق کی دنیا وآخرت کی سعادت کی ذمہ دار ہو، جو قانونِ الٰہی کی بنیاد پر قائم ہو۔ جو دنیا کے چپّہ چپّہ سے ظلم و جور کو ختم اور عدل وانصاف کا نظام قائم کرنا ہے۔خلیفہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا نائب ہوتا ہے۔قرآن کریم میں خلافتِ ارضی کو بہت بڑی نعمت بتایا گیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ان نیکوکار اور فرمانبردار بندوں کو عطا کی جاتی رہی ہے جو اس کے ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی صلاحیّت رکھتے تھے۔

﴿وَهُوَ الَّذِی جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْاَرْضِ . ﴾

''وہی پروردگار ہے جس نے تم کو زمین کی خلافت دی

﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ ﴾

''اور زبور میں ہم نے لکھ دیا کہ نصیحت کے بعد زمین کی حکومت ہمارے صالح بندوں کے ہاتھ آئے گی۔''

ہجرتِ مدینہ کے بعد ہی جب مسلمان ہر طرف دشمنوں سے گھرے ہوئے تھے۔تو اللہ تعالیٰ نے اس پریشانیوں کے ہجوم میں انہیں اطمینان دلایا تھا۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا﴾

''تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے خدا نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں وہ زمین کی خلافت دے گا جس طرح اس نے پچھلی (نیک عمل) قوموں کو دی اور ان کے لیے ان کے خدا کا پسندیدہ دین مضبوط کر دے گا اور ان کے خوف کے دنوں کو امن کے زمانہ سے بدل دے گا''۔

چنانچہ یہ وعدہ خداوندی بہت جلد پورا ہو گیا۔ہجرت کے دس سال بعد خلافت راشدہ کی شکل میں اسلامی حکومت قائم ہوئی،خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کو استحکام بخشا تو خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ نے اس کی سرحدوں میں وسعت دی اور اس کو انتظامی شعبوں میں تقسیم کیا۔خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفانؓ کے عہد میں اس کے رقبہ میں مزید اضافہ ہوا، اور خلیفہ چہارم حضرت علی مرتضیٰؓ کے دور میں اس کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کی گئی۔خلافت راشدہ کے اس دور کو ''خلافت علی

منہاج النبوۃ،، کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔اس عہد کے نظام حکومت کا ایک اجمالی جائزہ پیش خدمت ہے۔

2۔ مرکزی نظم ونسق

رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے اسلامی ریاست کے انتظامیہ کو جن خطوط پر منظّم کیا تھا تمام خلفائے راشدین انھیں خطوط پر اپنے اپنے زمانے میں قرآن وسنت کی روشنی میں حالات وزمانہ کی رعایت کے ساتھ انتظامیہ کے شعبے، محکمے اور ادارے قائم کرتے رہے۔ دوسرے اداروں میں بھی یہی تسلسل قائم رہا۔ انتظامیہ میں یہ تسلسل اور تدریجی ارتقاء مکمل طور سے اسلامی خلافت کے آخری زمانے تک نظر آتا ہے۔

3۔ خلیفہ وامیر کا مقام

اسلامی خلیفہ کو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کا جانشین ہونے کے باوجود نبوت کے خاص اختیارات حاصل نہ تھے کہ وہ خاتم النبین کے ساتھ ختم ہو گئے۔ دنیاوی اور سیاسی معاملات میں اس کو پورے اختیارات حاصل تھے۔ وہ اسلامی ریاست اور حکومت دونوں کا سربراہ ہوتا تھا۔ تمام گورنروں، افسروں اور کارکنوں کی تقرری، تبدیلی اور معزولی کے اختیارات اس کو حاصل تھے، وہ سب سے بڑا قاضی، جج اور عدالت ہوتا تھا۔ وہ نہ صرف صوبائی اور مقامی ججوں اور قاضیوں کو مقرر ومعزول کرتا تھا بلکہ ان کے فیصلوں کی سنوائی کرسکتا اور ان کو بدل سکتا تھا۔ اسی طرح وہ دستوری اور قانونی لحاظ سے اسلامی فوجوں کا سپہ سالارِ اعظم ہوتا تھا۔ البتہ قانون سازی کا اسے کلی اختیار نہ تھا۔ وہ اسلامی قانون کی روشنی میں دوسرے علماء وفقہاء کی طرح قانون بنا سکتا تھا۔ خلیفہ کو اگرچہ بہت وسیع اختیارات حاصل تھے تاہم ان پر قرآن و سنت اور شوریٰ کی قدغن لاگو ہوتی تھی۔ وہ مصالحِ عامہ کے خلاف بھی کام نہیں کرسکتا تھا۔

4۔ شورائیت

رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے مسلمانوں کے ان تمام معاملات میں جن میں وحی الٰہی کی واضح رہنمائی نہیں ہے مسلمانوں کے مشورہ سے انھیں انجام دیا۔ آپ نے اس پر پوری طرح عمل کر کے فوجی، انتظامی، سیاسی اور بسا اوقات دینی معاملات طے کئے۔ خلیفہ اسلام نے بھی تمام معاملات میں مسلمانوں سے مشورہ کیا۔ پہلے چاروں خلفاء نے شوریٰ کے حکم پر عمل کیا۔ مجلس شوریٰ کے سلسلہ میں خلیفہ کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ تمام معاملات میں تمام مسلمانوں سے مشورہ ضرور کرے لیکن ملت کے اصحاب رائے اور اہلِ فکر ونظر سے مشورہ کرنا ضروری تھا۔ خلافت کے اس اولین دور میں خلفاء کے مشیر و وزیر مدینۂ منورہ کے اہل فکر ونظر ہی رہے۔ ان میں اصحاب بدر واحد، قبائل کے شیوخ اور ممتاز افرادِ شہر شامل تھے۔ خلیفہ کو اس کا پورا اختیار تھا کہ وہ اپنی مجلس شوریٰ میں کن افراد کو رکھے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن عباس کو ان کی نوعمری اور شیوخِ صحابہ کے اعتراض کے باوجود ان کے علم وفضل اور ذکاوت وفطانت کے سبب اپنی مجلسِ شوریٰ کا رکن بنایا تھا۔ جنگ ہو یا امن ہر طرح کے حالات میں خلفاء اپنے مشیروں اور مجلسِ شوریٰ کے مشورہ کے بعد ہی فیصلے کرتے تھے۔ اکثر حالات میں وہ ان فیصلوں کی پابندی کرتے تھے، لیکن ہر مشورہ کو قبول کرنا ان کے لیے ضروری نہ تھا۔ وہ غیر معمولی حالات میں شوریٰ کے فیصلے کو نظر انداز کر سکتے تھے۔

5۔ حکومت کے شعبہ جات

مرکزی حکومت کے بعض شعبوں کا قیام عہد نبوی میں ہو گیا تھا اور بعض کا خلافت کے اس اولین دور میں۔ بعض شعبے اور محکمے بعد میں وجود میں آئے۔

5.1 محکمہ فوج (دیوان الجند):

رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے عہد میں مرکز میں یہ شعبہ قائم ہو گیا تھا اور اولین خلفاء نے اس کو مزید ترقی دی۔ اس محکمہ کا کام فوجیوں کی بھرتی کرنا، انھیں محاذوں پر بھیجنا، میدانِ جنگ میں ان کو لڑانا، کمانداروں اور سپہ سالاروں کا تقرر کرنا، اموالِ غنیمت تقسیم کرنا غرض کہ فوج کے تمام امور ومعاملات کی دیکھ بھال کرنا تھا۔ مرکز میں حلیفہ اس کا سربراہ ہوتا تھا اور صوبوں میں یہ ذمہ داری عام گورنروں کو دی جاتی تھی لیکن کبھی کبھی ایک الگ

''امیر الجند'' مقرر کر دیا جاتا تھا۔ مرکزی دیوان الجند کا کاتب (سکریٹری) اس کا سربراہ ہوتا تھا۔ خلافت اسلامی کے دورِ اول میں اسی فوجی نظام کا بنیادی ڈھانچہ قائم رہا جو عہد نبوی میں تھا۔ یعنی اسلامی فوج پانچ بازوؤں پر مشتمل تھی۔ اس کے تینوں ڈویژن - پیدل، شہسوار اور تیرانداز باقی رہے۔ ہتھیار اور اسلحے بھی وہی رہے، اور قلعہ شکن آلات اور ان کے محکمے بھی اسی طرح باقی رہے۔ ان تمام محکموں اور شعبوں میں کافی ترقی ہوئی۔ خاص کر شہسوار فوج کی ترقی پر زیادہ دھیان دیا گیا۔ گھوڑوں کی اچھی نسل تیار کرائی گئی۔ ان کی تعداد میں کئی گنا اضافہ کیا گیا اور ان کی چراگاہوں کی تعداد بھی بڑھائی گئی۔

حضرت عثمان کے دور میں ایک نیا فوجی محکمہ بڑھا اور وہ بحریہ (Navy) تھا۔ حضرت عثمان کی اجازت سے حضرت معاویہ والیٔ شام نے بحریہ کو ترقی دی اور کافی تعداد میں جنگی جہاز بنوائے ان جہازوں کے بیڑوں کے ذریعے انھوں نے بحرِ روم کے متعدد جزائر فتح کیے۔ حضرت معاویہ اسلام کے پہلے ''امیر البحر'' تھے۔ یہی لفظ بعد میں بگڑ کر انگریزی میں ایڈمرل (Admiral) کہلایا۔

خلافت فاروقی میں ایک اہم فوجی ترقی ہوئی۔ یعنی سرحدی صوبوں میں فوجی مراکز (عسکر) یا چھاؤنیوں کو قائم کیا گیا۔ حضرت عمر نے کوفہ اور بصرہ کے دونوں شہروں کو عراق کے زیریں علاقے میں بطور فوجی چھاؤنیوں (Camp) کو قائم کیا۔ جہاں سال بھر فوجیں موجود رہتی تھیں۔ ان چھاؤنیوں میں تقریباً تیس ہزار سپاہ کی گنجائش تھی۔ دس ہزار مرکز میں رہتے، دس ہزار محاذ پر لڑتے اور دس ہزار تعطیل مناتے۔ اس طرح چار چار ماہ بعد ان میں سے ہر ایک کام مقام اور کام بدل جاتا۔ حضرت عثمان کے زمانے میں یہ چھاؤنیاں مشرق میں خراسان اور مغرب میں مصر میں قائم ہوئیں۔

5.2 محکمہ خط و کتابت (دیوان الرسائل/الانشاء)

یہ محکمہ بھی عہد نبوی میں قائم ہو چکا تھا اگر چہ اس نام سے نہیں جانا جاتا تھا آپ نے متعدد کاتبوں سے سرکاری فرامین، خطوط اور معاہدے لکھوائے تھے۔ خلافت کے اولین دور میں تمام خلفاء کے اپنے خاص کاتب ہوتے تھے۔ حضرت ابوبکر کے عہد میں حضرت عثمان، حضرت عمر کے زمانے میں حضرات زید بن ثابت خزرجی اور عبداللہ بن ارقم مخزومی اور حضرت عثمان کے دور میں حضرت مروان بن الحکم اور ان کے فرزند عبدالملک، حضرت علی کی خلافت میں حضرت سعید بن حمران ہمدانی اور عبداللہ بن جعفر خاص کاتب تھے۔ ان کے علاوہ بھی متعدد دوسرے کاتبوں سے کام لیا جاتا تھا۔ کاتب کا عہدہ بڑی ذمہ داری کا تھا۔ عام طور سے خلیفہ خود اپنے خطوط و فرامین میں لکھواتا تھا اور پھر اپنی مہر خلافت لگاتا تھا جو دراصل

خاتمِ نبوی تھی۔ یہ مہر خلیفہ کے پاس رہتی تھی۔ وہ چاندی کی انگوٹھی تھی جو رسولِ اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم اور آپ کے بعد خلیفہ خود پہنے رہتے تھے۔ کبھی کبھی وہ کاتب کے حوالہ بھی کر دی جاتی تھی۔ حضرت عثمان کے آخری برس میں یہ خاتمِ نبوت بئر اریس میں گر کر کھوگئی۔ بعد کے خلفاء نے اپنی اپنی مہریں خود بنوائیں۔ تاریخِ اسلامی اور حدیث کے مصادر میں اسلامی سرکاری فرامین، خطوط اور معاہدوں کا متن بڑی حد تک اب بھی محفوظ ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنی کتاب ''الوثائق السیاسیہ'' میں ان کو جمع بھی کر دیا ہے۔

5.3 محکمہ خراج و مالیات (دیوان الخراج)

فتحِ خیبر کے بعد اس دیوان یا محکمہ کی بنیاد عہدِ نبوی میں پڑی تھی اور حضرت عبداللہ بن رواحہ خزرجی اس کے اولین عہدہ دار یا افسر تھے۔ یہ عہدہ خلافتِ راشدہ کے اس دور میں برابر قائم رہا اور ترقی کرتا رہا۔ عراقِ زیریں، عراقِ بالا (جزیرہ)، ایران، خراسان، شام اور مصر کی فتح کے بعد دیوان الخراج کی ذمہ داریاں اور وسعت کافی بڑھ گئی۔ بعد میں دوسری فتوحات کے ساتھ یہ شعبہ مزید ترقی کرتا گیا۔

اس شعبہ کا تعلق مالیات یا محاصل کے نظام سے تھا۔ تمام دنیوی اور دینی محاصل جیسے مسلمانوں سے زکوٰۃ، صدقات، عشر، نصف العشر وغیرہ اور غیر مسلموں اور ذمیوں سے خراج و جزیہ کی وصولیابی، ان کے نظم و نسق اور تقسیم و ترسیل اس محکمہ کا کام تھا۔ مسلم مقبوضات بالخصوص چھ خاص صوبوں کے دیوان الخراج کا کام بہت اہم اور وسیع تھا۔ مرکزی محکمہ صوبائی دواوین کے کام کی نگرانی کرتا اور ہدایات جاری کرتا تھا۔ رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے جو مالی نظام اپنے عہد میں قائم کر رکھا تھا وہی خلافتِ اسلامی کے تمام ادوار میں بھی جاری و ساری رہا۔ بس کچھ نئے محاصل کا اضافہ ہوا اور فتوحات کے بعد اسلامی صوبوں میں ان کے پرانے نظام کو معمولی تبدیلیوں کے ساتھ اپنا لیا گیا۔ محاصل میں بنیادی طور سے مسلمانوں سے زکوٰۃ (نقد مال، سونے چاندی اور جانوروں پر) لی جاتی رہی۔ عشر، نصف العشر کا طریقہ قائم رہا۔ البتہ دوسرے صدقات خاص کر چندوں اور عطیات کا سلسلہ بند ہوگیا کہ اسلامی ریاست اپنے محاصل اور ذرائع آمدنی کے سبب پیروں پر کھڑی ہوگئی تھی۔ اس دور میں خاص کر خلافتِ فاروقی سے ایک اہم اضافہ یہ ہوا کہ اب گھوڑوں پر بھی زکوٰۃ لی جانے لگی جو پہلے جہاد کو ترقی دینے کے سبب نہیں لی جاتی تھی۔

غیر مسلم اور ذمی رعایا سے خراج اور جزیہ لینے کا نظام بدستور رائج رہا۔ خراج کی شرح اور جزیہ کی رقم کا تعین مختلف علاقوں میں مختلف رہا۔ حضرت عمر کے زمانے سے دوسرے ممالک کے غیر مسلم تاجروں کو اسلامی ممالک میں تجارت کرنے کی اجازت دی

گئی اوران پرایک نیا محصول ''عشور'' عائد کیا گیا۔یعنی ان کو اپنے مالِ تجرات کا دسواں حصہ اسلامی ریاست کو بطور محصول دینا پڑتا تھا۔دراصل یہ جوابی کارروائی تھی کیونکہ مسلمان تاجروں کو اتنا ہی محصول غیر اسلامی علاقوں میں ادا کرنا پڑتا تھا۔

5.4 محکمہ ڈاک (دیوان البرید)

اگر چہ یہ محکمہ با قاعدہ طور سے اس دورحلافت میں قائم نہیں ہوسکا تاہم اس کا ابتدائی خاکہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں تیار ہوکر روبہ عمل آچکا تھا۔اس محکمہ کا کام یہ تھا کہ سرکاری فرامین اور خطوط کو صوبوں کے گورنروں،امیروں اور دوسرے کارکنوں تک پہنچایا جائے اوران کے جوابات حاصل کیے جائیں۔خلفاء نے اس اہم کام کے لیے سڑکوں پر خاص فاصلے سے ڈاک کی چوکیاں قائم کیں اوران پر تازہ دم گھوڑے اور کارکن متعین کیے۔ایک چوکی کے کارکن دوسری چوکی کے کارکنوں کو خطوط و مراسلت پہنچاتے تھے۔

6۔ بیت المال

رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم اور خلیفۂ اوّل کے زمانے میں صدقات وخراج وغیرہ کی شکل میں جو مال آتا تھا وہ فوری طور پر مسلمان مستحقوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔لیکن خلافتِ فاروقی میں فتوحات کی کثرت کی وجہ سے اموالِ غنیمت اور صدقات وخراج میں بے پناہ اضافہ ہوااس لیے اسلامی امت کے وسیع تر مفاد میں خلیفۂ دوم نے سارے اموال کو معاصر مسلمانوں میں تقسیم نہ کرنے اور مستحقین کے حقوق ادا کرنے کے بعد فاضل مال کو محفوظ رکھنے کا طریقہ ایجاد کیا۔اس کے لیے بیت المال کا قیام ضروری ہوا چنانچہ اس عہد سے مرکزی بیت المال کی عمارت بنائی گئی اوراس کا ایک افسر جو''صاحبِ بیت المال'' کہلاتا تھا مقرر کیا گیا۔اس کا کام آمد وخرچ کا حساب رکھنے کے علاوہ یہ دیکھنا بھی تھا کہ خلیفۂ وقت اصول وضوابط کے مطابق خرچ کرتا ہے یا نہیں۔وہ غلط اخراجات کے لیے رقم دینے سے انکار کر دیتا تھا۔

خلافت فاروقی میں مدینۂ منورہ کے بیت المال کے افسر حضرت عبداللہ بن ارقم مخزومی تھے۔ان کے مددگاروں میں حضرت عبیدالرحمٰن بن عبیدالقارّی اور حضرت معقیب بن ابی فاطمہ دوسی تھے۔موخرالذکر صحابی رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے زمانہ میں خاتم بردار اور افسر مال بھی رہے تھے۔حضرت عثمان کے دور میں حضرت عمر کے افسرِ بیت المال حضرت عبداللہ بن ارقم مخزومی پھر اس کے افسر بنے۔حضرت علی کے بیت المال کے افسر حضرت ابورافع تھے جو رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم کے غلام رہے تھے۔

7۔ نظامِ قضا وعدالت

خلیفہ اسلام پوری ریاستِ اسلامی کا قاضی القضاء ہوتا تھا لیکن وہ تمام مقدمات کو نہیں نمٹا سکتا تھا۔ رسولِ اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلِہ واصحابہ وسلّم نے آسانی اور رامت کی تعلیم و تربیت کی خاطر حضرت عمرؓ کو مدینہ کا قاضی مقرر کر رکھا تھا اور وہ آپ کی موجودگی میں مقدمات فیصل کرتے تھے۔ بعض اور صحابہ نے بھی یہ فرض عہدِ نبوی میں انجام دیا تھا۔ خلافتِ صدیقی میں حضرت عمر کے پاس یہ عہدہ باقی رہا۔ خلافتِ فاروقی میں حضرت علیؓ مدینہ کے قاضی رہے تھے۔ خلافتِ عثمانی میں حضرت زید بن ثابت تھے حضرت علی نے قاضی شریح کو کوفہ میں برقرار رکھا جو حضرت عمر کے زمانے سے قاصی چلے آرہے تھے۔ دراصل مرکز میں قاضی اور عدالت کے الگ ہونے کی اتنی ضرورت نہ تھی کہ خلیفہ خود قاضی اور عدالتِ عالیہ ہوتے تھے۔ نظامِ قضا اصلاً صوبوں اوران کے اہم شہروں میں قائم کیا گیا تھا۔

قاضیوں اور عدالتوں کی مدد کرنے اور عام لوگوں کو اسلامی احکام بتانے کے لیے عہدِ نبوی سے برابر مفتی مقرر کیے جاتے رہے تھے۔ خلافت اربعہ کے دوران متعدد مفتیوں کے نام ملتے ہیں۔ ان میں اکثر صحابہ کرام تھے کہ وہ قرآن وسنت اور فقہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔

8۔ پولیس وجیل

ان دونوں کے محکمے حضرت عمرؓ کے زمانے میں وجود میں آئے۔ پولیس کے محکمے کا نام ''احداث'' تھا اور اس کے افسرِ اعلیٰ کو ''صاحب الاحداث'' کہا جاتا تھا۔ بعد میں حضرت علیؓ کے زمانے میں یہ محکمہ ''شرطہ'' کہلایا اور ان کے عہد میں اس نے زیادہ ترقی کی۔ اسلام میں پہلی بار خلافت فاروقی میں ہی جیل خانے کی بنیاد پڑی۔ حضرت عمرؓ نے مکہ معظّمہ میں حضرت صفوان بن امیہ کے مکان کو پہلا جیل خانہ بنایا۔ بعد میں دوسرے مقامات خاص کر صوبوں جیسے کوفہ وغیرہ میں جیل خانے بنائے گئے۔

9۔ صوبائی انتظامیہ

پوری اسلامی ریاست کو عہد نبوی میں تقریباً چھبیس ۲۶ صوبوں میں منقسم کر دیا گیا تھا اور ان پر الگ الگ والی یا گورنر مقرر کئے گئے تھے۔ خلافتِ فاروقی میں قریبی ممالک کی فتوحات کے بعد صوبوں کا نظام از سرِ نو مرتب کیا گیا اور ان کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا۔ بعد میں حضرت عثمان کی فتوحات کے بعد بعض نئے صوبوں کی تعداد بڑھی۔

اسلامی ریاست کی ایک اور بڑی تقسیم تھی جو ڈویژن یا علاقوں پر مبنی تھی۔ یہ آٹھ تھے۔ (۱) جزیرۃ العرب۔ (۲) ایران۔ (۳) خراسان (۴) عراقِ زیریں (۵) جزیرہ۔ (۶) شام (۷) مصر اور (۸) افریقیہ۔ مگر عملاً ان کی تعداد چھ تھی کہ جزیرۃ العرب براہ راست خلیفہ کی ماتحتی میں ہوتا تھا اور افریقیہ مصر کے والی کے ماتحت۔ بعد میں یہ سب آزاد و خودمختار صوبے بنے۔ ان عظیم تر علاقوں کے اندر متعدد صوبے ہوتے تھے جیسے عراق میں کوفہ بصرہ، موصل وغیرہ، جزیرۃ العرب کا ایک ہی صوبہ تھا مگر شام کے متعدد صوبے تھے۔ ان میں دمشق، حمص، انطاکیہ، وغیرہ جو شام کے گورنر جنرل کے ماتحت ہوتے تھے۔ اسی طرح فلسطین، اردن وغیرہ کے گورنر بھی شام کے ماتحت کر دیے گئے تھے۔ مصر کا والی ہوتا تھا اور وہ افریقی مقبوضات کا بھی والی ہوتا تھا۔ یمن جزیرۃ العرب کا ایک ممتاز تھا۔

صوبوں پر گورنر یا والی مقرر کیے جاتے تھے۔ ان کو وہی تمام اختیارات حاصل ہوتے تھے جو مرکز میں خلیفہ کو حاصل تھے، یعنی وہ صوبہ کا انتظامی اور فوجی سربراہ ہونے کے علاوہ مالیات، عدالت، دین اور احتساب کا بھی افسرِ اعلیٰ ہوتا تھا۔ حضرت عمر کے زمانے سے بعض صوبوں یا علاقوں میں صوبہ کے والی اور گورنر سے مالیات کے اختیارات الگ کر کے صاحب الخراج کے حوالے کر دیے گئے تھے مگر یہ تقسیم مکمل نہیں ہوئی تھی۔ گورنر ہی اس کا بھی سربراہ ہوتا تھا۔

تمام مرکزی شعبوں اور افسروں کی نقل تمام صوبوں میں ہوتی تھی یعنی چاروں مرکزی محکمے صوبہ جاتی سطح پر قائم تھے۔ اسی طرح تمام کارکن جیسے قاضی، مفتی، پولیس اور جیل کے افسر وغیرہ۔ ہر صوبہ میں ایک صوبہ جاتی بیت المال بھی ہوتا تھا۔ جو اس صوبے کی آمدنی اور خرچ کا حساب رکھتا تھا۔ عہدِ فاروقی میں کوفہ کے افسرِ مال و بیت المال حضرت عبداللہؓ بن مسعود ہذلی تھے جو مشہور صحابیٔ رسول تھے اور حضرت عثمان کے عہد میں بھی وہ کافی دنوں اس کے افسر رہے۔

10۔ عہدِ خلفائے راشدین کا تعلیمی و تہذیبی نظام

اسلامی ریاست کے قیام کے بعد رسولِ اکرم حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہٖ وسلّم نے جس طرح جزیرۂ نمائے عرب بالخصوص مدینۂ منورہ کے تمدن کو اسلامی بنانے کی کوششیں کی تھیں انھیں خطوط پر خلافتِ راشدہ کے اس مبارک دور میں بھی عظیم مساعی کی گئیں۔اس باب میں ہم تبلیغ و اشاعتِ دین، تعلیم علوم و فنون کے فروغ زبان و لباس، غذا اور طرزِ رہائش اور فنِ تعمیر وغیرہ کا جائزہ لیں گے۔

10.1 تبلیغ و اشاعتِ دین:

عہدِ نبوی کی مانند ریاستِ اسلامی کی تمام سیاسی افسروں اور کارکنوں، گورنروں، عاملوں، امیروں وغیرہ کا اولین فریضہ یہ تھا یہ وہ اسلام کی تبلیغ کریں۔ چنانچہ بلا استثناء یہ واقعہ ہے کہ عراق و شام اور ایران و مصر وغیرہ کی تمام فتوحات کے دوران جنگ شروع کرنے سے پہلے، اور فوجی کارروائیوں کے دوران حریف کو پہلے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جاتی، پھر صلح کر کے جزیہ ادا کر کے اسلام کا ذمی بننے کی شرط رکھی جاتی اور بالکل آخر میں تلوار اٹھائی جاتی تھی۔ حضرت خالد بن ولید، حضرت عیاض بن غنم، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عمرو بن العاص، حضرت یزید بن ابی سفیان اور ان کے بھائی حضرت معاویہ، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، حضرت شرجیل بن حسنہ اور حضرت عقبہ بن نافع وغیرہ تمام امرائے لشکر کی کارروائیوں کے سلسلے میں یہ حقیقت واضح طور سے ہمارے مآخذ میں بیان کی گئی ہے۔اشاعتِ اسلام کا دوسرا اصل طریقہ اور سبب فتح و قبضہ کے بعد مقبوضات میں مسلمان امیروں، کارکنوں، فوجیوں اور عام لوگوں کا حسنِ اخلاق، پاکیزہ کردار اور انسانی سلوک تھا۔ وہ خاموشی کے ساتھ مگر بہت گہرا اثر کرتا تھا۔اس کی بنا پر بہت سے لوگوں نے ان مقبوضات میں اسلام قبول کر لیا۔ کیوں کہ اسلامی تعلیمات کی سچائی کا جیتا جاگتا ثبوت مفتوح لوگوں کو اس میں ملتا تھا۔

فتوحات کے بعد خلفاء کرام نے خاص کر اوران کے مقرر کردہ امیروں، گورنروں اور کارکنوں کے علاوہ مبلغوں نے اسلام کو اسلامی مقبوضات میں پھیلانے کی باقاعدہ منصوبہ بند طریقہ سے شعوری کوششیں کیں۔ مآخذ میں واضح طور سے ذکر آتا ہے کہ تینوں اوّلین خلفاء نے غیر مسلموں میں اشاعتِ اسلام کے لیے باکردار، خوش گفتار اور عالم و عامل مبلغوں کا تقرر کیا تھا جو زیادہ تر صحابۂ کرام پر مشتمل تھے۔ ردہ جنگوں کے دوران حضرت عدی بن حاتم طائی کی کوششوں سے بنو طے اور دوسرے

مرتد قبائل نے اسلام قبول کیا۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ شیبانی نے بنو وائل کے عیسائیوں اور بت پرستوں کو مسلمان بنایا۔ حضرت خالد کی مساعی سے عراقِ عرب اور حدود شام کے بیشتر قبائل نے اسلام قبول کیا۔ حضرت عمرؓ نے متعدد صحابۂ کرام کو جن میں حضرت ابوسفیان عبادہ بن صامت، معاذ بن جبل، ابوالدرداء، عبداللہ بن مسعود وغیرہ شامل تھے، تبلیغ و تعلیم کے لیے مامور کیا تھا۔ انھوں نے اپنے اپنے علاقوں میں اسلام کی اشاعت بھی کی۔ اسی طرح حضرت عثمان نے اپنے زمانے میں مبلغین کو مقرر کیا تھا۔ ان کے علاوہ تمام صحابۂ کرام اور مسلم علماء اپنی جانب سے دوسرے طبقات کے ساتھ مل کر تبلیغِ دین کا فریضہ انجام دیتے تھے کہ وہ صرف حکومت کا کام نہ تھا۔

10.2 تعلیم:

خلفاء کرام کو شروع ہی سے یہ احساس تھا کہ نومسلموں کی تعلیم ان کے دینی رسوخ اور اسلامی پختگی کے لیے ضروری تھی۔ چنانچہ ان کے تمام امیروں، فوجی سالاروں، گورنروں اور ان کے ماتحت عاملوں اور کارکنوں کو عام ہدایت تھی کہ وہ نومسلموں میں بنیادی دینی تعلیم کا کام ضرور انجام دیں۔ حضرت ابوبکر کے عہدِ خلافت میں چونکہ فتوحات کی تکمیل نہیں ہوئی تھی اس لیے مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں ان کی توجہ بدوی قبائل پر مرکوز رہی۔ انھوں نے جزیرہ نمائے عرب کے متعدد شہروں میں بھی معلمین کا بطورِ خاص تقرر کیا۔ خلافتِ فاروقی میں فتوحات کی مضبوطی کے بعد تعلیم کا کام زیادہ جوش و ولولہ اور منصوبہ بند طریقے سے مقبوضات میں کیا گیا۔ عمال و امرائے فاروقی کے علاوہ بہت سے صحابۂ کرام کو تعلیم و تربیت کے لیے متعدد صوبوں میں تعینات کیا گیا۔ ان میں سے کوفہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعود کو، حضرات معاذ بن جبل، عبادہ بن صامت، ابی بن کعب ابوایوب اور ابوالدرداء کو شام کے مختلف امصار و مراکز میں تعلیم و تربیت کے لیے مقرر کیا۔ ان حضرات نے حمص، دمشق اور فلسطین وغیرہ میں تعلیم کا چرچا عام کیا۔ قرآن مجید کی سورتوں کا ناظرہ اور حفظ، ان کا مفہوم و مطلب، حدیثِ نبوی کے اہم اجزاء، عام مسئلہ مسائل کے علاوہ سیرت و اخلاق اور لکھنے پڑھنے کے فن پر بنیادی طور سے زور دیا۔ بدوی قبائل کی تعلیم کے لیے حضرت ابوسفیان نامی ایک صحابی کو مقرر کیا تھا۔ عراقی امصار میں بصرہ کے لیے حضرت معقل بن یسار، عبداللہ بن مغفل اور عمران بن حصین کو مقرر کیا۔ ان معلموں نے عربی زبان و ادب کی بھی ضروری تعلیم دی۔ بصرہ میں کم از کم دس معلم مقرر کئے گئے تھے۔ فقہ کی تعلیم کے لیے حضرت عبدالرحمٰن بن غنم کو شام کے لیے اور حضرت عمران بن الحصین کو بصرہ کے لیے مقرر کیا تھا۔ دوسرے معلموں نے بھی فقہ کی تعلیم دی۔

تعلیم عام طور پر مساجد میں دی جاتی تھی اور بعد میں اس مقصد کے لیے مکاتب بھی قائم کئے گئے۔ان معلمین کے گھر بھی مکاتب کا کام کرتے تھے اوران کی ذاتِ والاصفات چلتا پھرتا مدرسہ تھی۔مساجد کے ائمہ اور مؤذنین بھی تعلیم وتربیت کا کام کرتے تھے۔حضرت عمر وعثمان نے ان معلمین کی تنخواہیں مقرر کی تھیں۔مگر صحابۂ کرام عام طور سے تنخواہ نہیں لیتے تھے۔

اسلامی مراکز مدینہ، مکہ، یمن، کوفہ، بصرہ، دمشق، بیت المقدس، حمص، حلب، فسطاط اور برقہ وغیرہ میں اسلامی تعلیم کے دو درجات تھے: ایک ابتدائی جس میں طلباء قرآن وحدیث اور فقہ کی بنیادی تعلیمات حاصل کرتے اور لکھنا پڑھنا سیکھتے تھے۔دوسرے اعلیٰ تعلیم کے حلقے تھے جن میں اسلامی علوم وفنون کی فنی اور اعلیٰ تعلیم دی جاتی تھی۔عام تعلیم میں تمام مسلمان شریک ہوتے تھے۔ان میں مرد وعورت اور بچے بھی شامل تھے۔

جب کہ اعلیٰ تعلیم کے مخصوص حلقے ہوتے تھے۔ان ہی حلقوں سے تابعین کرام کے علماء وفضلاء نکلے۔اعلیٰ تعلیم کے حلقوں میں مکہ وطائف میں حضرت عبداللہ ابن عباس کا حلقہ، مدینۂ منورہ میں حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابی بن کعب وغیرہ متعدد حضرات کے حلقے، کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ کے حلقے اور اسی طرح مذکورہ بالا تمام اکابرِ صحابہ کے تفسیر وحدیث اور فقہ وعربی ادب کے حلقے تھے۔انھوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرکے اسلامی علوم وفنون کوترقی دی۔

10.3 تعلیم وتجوید قرآن:

سب سے اہم قرآن مجید کی تلاوت وقراءت اور تفسیر وتشریح تھی۔مصاحفِ قرآنی کو صوبوں میں اسی لیے بھیجا گیا تھا کہ قرآن کی صحیح قراءت ہو اور قراءت کے اختلاف ختم ہوں۔ان مصاحف کی عام نقول نے ممالک وصوبوں کے گوشہ گوشہ میں قرآن کی تعلیم عام کردی۔دوسرا طریقہ تجوید کے ساتھ قرآن کی زبانی قراءت تھی۔ان دونوں کے ذریعہ قرآن کی قرأتوں اور کتابت کے فن کا ارتقاء ہوا۔

10.4 تفسیر:

تفسیر وتشریحِ قرآن میں مکہ وطائف میں حضرت عبداللہ بن عباس، مدینہ میں حضرت ابی بن کعب وغیرہ متعدد صحابہ، کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود، بصرہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری اور شام ومصر کے مختلف مراکز میں متعدد صحابہ کے حلقوں نے تفسیر کے فن کو ترقی دی۔ان کی روایات زبانی طور سے ان کی دوسری نسل کو منتقل ہوئیں۔

10.5 حدیث:

قرآن مجید کے ساتھ ساتھ حدیث کے بھی اسی طرح تمام اسلامی مراکز میں حلقے قائم تھے۔ احادیث کے مجموعوں اور ابن سعد کے طبقات وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدد صحابہ کرام نے اپنے حدیث کے مجموعے بھی تیار کر لیے تھے جن کو صحیفے کہا جاتا تھا۔ ان کی تعداد پچاس کے قریب تھی۔ اسی طرح تابعین کے طبقہ میں متعدد حضرات نے اسی زمانہ میں اپنے صحیفے لکھ لیے تھے اگرچہ زیادہ تر بعد کے دورِ خلافت میں لکھے گئے۔ اسی عہد میں حدیث کی ترسیل بھی زیادہ تر زبانی رہی۔ مذکورہٗ بالا تمام صحابہؓ کرام نے حدیث کی اشاعت میں بے مثل خدمات انجام دیں۔ صحابی کی کسی علاقہ میں موجودگی لوگوں کو اسلامی علوم و فنون خاص کر حدیث کے سماعت وحصول کے لیے کھینچ لاتی تھی۔

10.6 فقہ:

فقہ کی تعلیم اور اس کا فن دراصل قرآن وحدیث کی تعلیم وفن پر ہی منحصر تھا۔ خلفاء بالعموم اپنے افسروں اور عاملوں کو فقہی احکام لکھ کر بھیجا کرتے تھے اور ان کے ذریعہ سے عوام میں ان کی اشاعت بھی کرواتے تھے۔ وہ اپنی تقریروں اور خطبات میں بھی فقہی احکام بیان کرتے تھے۔ ان کے سامعین اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق ان سے استفادہ بھی کرتے تھے۔ صوبوں اور مقبوضہ علاقوں کے دینی اور علمی مراکز میں متعین صحابہؓ کرام نے بھی فقہ کے علم کو ترقی دی۔ ان کے اعلیٰ اور مخصوص طلبہ نے اس فن میں مہارت بہم پہنچائی۔ ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی فقہ نے کوفہ اور عراق کے دوسرے امصار میں خاص مقام حاصل کیا۔ جب کہ حضرت عبدالرحمٰن بن غنم کی فقہ نے شامی مکتب فکر کی بنیاد ڈالی۔ اسی طرح دوسرے علوم وفنون نے بھی جن میں سیرت و تاریخ اور عربی زبان وادب وغیرہ شامل تھے ان مراکز میں فروغ پایا۔ ان کا ذکر اموی خلافت کے ضمن میں کیا جائے گا۔

10.7 فن تعمیر:

یہی اصول مکانات اور رہائش کے معاملہ میں بھی جاری ہوتا ہے۔ عام لوگوں کے مکانات کچے، چھوٹے اور چھپر کے جھونپڑے ہوتے تھے اور مالدار و متوسط طبقہ کے لوگوں کے مکانات، پختہ، وسیع کئی کمروں، دالانوں، صحنوں اور منزلوں والے ہوتے تھے۔ اسلامی صوبوں میں فن تعمیر زیادہ ترقی یافتہ تھا لہٰذا ان کے مکانات، سڑکیں، حمام، تالاب وغیرہ زیادہ اچھے تھے۔

اسلامی فتوحات کے بعد فن تعمیر میں غیر معمولی ارتقاء ہوا۔ رومی اور ایرانی فن تعمیر کے بہت اثرات پڑے کیوں کہ عراق و شام اور مصر و ایران وغیرہ میں ان کے فن تعمیر نے بہت ترقی کر لی تھی۔ حضرت عثمان نے اپنے عہد خلافت میں جب مسجدِ نبوی کی توسیع و تعمیر کرائی تو اسے چونہ اور گچ کے استعمال کے ساتھ پختہ تعمیر کرایا۔ اس میں رومی معماروں کے فن کو بھی استعمال کیا گیا تھا۔ مدینۂ منورہ میں خاص کر اور دوسرے عربی مراکز میں عام طور سے بلند و بالا اور بڑی عمارات تعمیر کی گئیں۔ ان کے علاوہ سڑکوں، نہروں اور سرایوں وغیرہ کی تعمیر بھی کی گئی۔ خلافت فاروقی میں نہر معقل، نہر سعد اور نہرِ امیر المؤمنین وغیرہ اہم تھیں۔ یہ فن تعمیر کا اہم ارتقاء تھا۔

ان سے زیادہ اہم نئے شہروں کی تعمیر تھی ان میں کوفہ بصرہ، فسطاط، موصل حیرہ، برقہ وغیرہ نئے شہر شامل تھے پرانے شہروں کو ترقی دی گئی۔ یہ دراصل شہر کاری کا ایک اہم دور تھا۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس دور میں اسلامی تہذیب و تمدن میں وسعت بھی پیدا ہوئی۔

11۔ خودآزمائی

1۔ خلفائے راشدین کے مرکزی نظام حکومت کے نمایاں خدوخال بیان کریں۔

2۔ خلفائے راشدین کے عہد کے اہم شعبوں کی تفصیلات بیان کریں۔

3۔ خلفائے راشدین کے دور میں جو تعلیمی وتہذیبی ترقی ہوئی اس پر جامع نوٹ لکھیں۔

12۔ لازمی کتب برائے مطالعہ

1۔ مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی، تاریخ ملت جلد اول

2۔ یٰسین مظہر صدیقی، تاریخ تہذیب اسلامی حصہ دوم

3۔ مولانا سید ابوالاعلی مودودی، خلافت وملوکیت

13۔ ماخذ ومصادر

یہ یونٹ تاریخ تہذیب اسلامی حصہ دوم از یٰسین مظہر صدیقی، کی تلخیص اور اخذ واستفادہ پر مبنی ہے۔